سلسلۂ انجمن ترقیٔ اردو نمبر ۱۱۲

نصرتی

ملک الشعراے بیجاپور کے حالات اور کلام پر تبصرہ

مؤلفۂ

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب

آنریری سیکرٹری انجمن ترقیٔ اردو (ہند)

شائع کردۂ

انجمن ترقیٔ اردو (ہند) ۔ نئی دھلی

نصرتی

فہرست مضامین

نصرتی کا حسب و نسب

اور حالات زندگی

عادل شاہی حکومت

عادل شاہی حکومت دکن کی ان یادگار زمانہ حکومتوں میں سے ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ بہمنی سلطنت کے ضعف و زوال پر یوسف عادل شاہ نے بیجاپور میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی (سنہ ۸۹۵ ھ ۱۵۱۱ ع) جس کی حدود مغرب ساحل گوا تک پہنچتی تھیں۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا (سنہ ۹۱۶ ھ ۱۵۱۱ ع) اس کے زمانے میں حکومت کو خوب فروغ ہوا یہ دونوں فارسی کے اچھے شاعر تھے اور ان کے کلام کے نمونے تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں۔ اسمعیل کے بعد ابراہیم عادل شاہ اول (۹۴۱ ھ) اور اس کا جانشین علی عادل شاہ اول (سنہ ۹۶۵ ھ ۱۵۵۷ ع) ہوا - یہ بادشاہ بڑا الوالعزم اور قدردان علم و ہنر تھا - بیجاپور کا قلعہ، جامع مسجد، آب رسانی کی نہریں اور دوسری کئی خوبصورت عمارتیں اس کی تعمیر کی ہوئی ہیں - اس کے جانشین ابراہیم عادل شاہ ثانی

(سنہ ۹۸۸ھ ۱۵۷۹ ع) کے وقت ملک کا عروج و فروغ، رعیت کی خوش حالی اور علم و کمال کی سرپرستی برابر قائم رہی۔ علمی دنیا میں نورس نامہ اس کی بڑی یادگار ہے۔ لیکن اس کے بعد محمد عادل شاہ کے عہد (سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۸ ع) میں ایک طرف مرہٹوں نے، شیواجی کی سرکردگی میں اُبھرنا شروع کیا اور دوسری طرف شاہ جہاں کی ہوس ہولناک صورت میں نمودار ہوتی نظر آئی۔ اس کے عہد میں بھی اردو کے اچھے اچھے شاعر گزرے ہیں۔ محمد عادل شاہ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا (سنہ ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ ع) اور جب اس کا وقت آ پہنچا تو حکومت اس کے شیر خوار بیٹے سکندر عادل شاہ کو پہنچی اور اس نام کے سکندر پر بادشاہت کا خاتمہ ہوگیا۔

شہر بیجاپور بیجاپور اس وقت شہر کی حیثیت سے کچھ بھی نہیں لیکن اس میں ایسے تاریخی اور شاندار آثار اور بے مثل یادگاریں موجود ہیں کہ دلی آگرہ کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ سلطان محمد عادل شاہ کا مقبرہ جو گول گنبد یا بول گنبد کے نام سے مشہور ہے دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اتنا عظیم‌الشان گنبد تمام عالم میں کہیں نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کا مقبرہ جو عام طور پر ابراہیم روضہ کہلاتا ہے، روضۂ تاج محل کے بعد دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت ہے۔ مشہور

توپ ملک میدان جو دنیا کی سب سے بڑی توپ ہے اب تک وہاں موجود ہے - ان کے علاوہ قلعہ ' فصیل' برج و بارہ ' بے شمار مقبرے ' مسجدیں ' کارواں سرائیں ' محلات جو اب تک زمانے کے انقلاب اور حوادث کی دست برد کا مقابلہ کرتے رہے ہیں ' اب بھی کسی نہ کسی صورت میں گزشتہ عظمت و شان کی شاہد ہیں - وہ محل سرائیں اور عشرت کدے جہاں کبھی مال و ملال حسن و جمال اور عروج و اقبال کے جمگھٹے تھے اب جنگلی کبوتروں کا بسیرا ہیں جن کی غٹرغوں سے بھیانک گونجیں پیدا ہوتی ہیں —

عادل شاہوں کی ہنرپروری اور دکنی زبان کی سرپرستی

علی عادل شاہ ثانی کے زمانے میں شعر و سخن کا گھر گھر چرچا تھا فارسی کا رواج تو خیر تھا ہی اور سالہا سال سے چلا آرہا تھا لیکن دکنی کو اس عہد میں اور زیادہ فروغ ہوا - بادشاہ خود بہت بڑا سخن سنج اور موزوں طبع تھا اور خوش کلام شعرا کی قدر کرتا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ اپنی ملکی زبان یعنی دکنی کی طرف زیادہ میلان تھا اور اس کے کلام سے جو ہمیں دستیاب ہوا ہے اس کے صحیح ذوق کا پتہ لگتا ہے - صاحب بساتین السلاطین لکھتے ہیں —

" در عہد ہمایونش سخنوران فارسی گو چند فرد نادر روزگار بودند ' اما چوں طبع ہمایون بادشاہ اکثر میل بجانب لغت خاص خویش یعنی زبان دکنی

داشت بر طبق الناس علی دین ملوکهم
شعراے هندی گو بسیار از خاک بیجاپوری
بر خواسته اند ' خانه بخانه هنگامهٔ شعر تازه گوئی
گرم داشته اند " —

" لغت خاص خویش " کے الفاظ قابل توجه هیں -
شخصی حکومتوں میں اکثر اوقات بادشاہ جدت و بدعت
کا سرچشمه هو جاتا هے جدهر اس کا میلان دیکھتے
هیں سب اسی طرف ڈهل جاتے هیں اور اس کی
مرضی مذهب' رسم و رواج وغیرہ پر سبقت لے جاتی
هے - بادشاہ کی ادب پروری نیز شاعری کی داد
خود نصرتی نے ان اشعار میں دی هے :—

بساویا فصاحت نے حسان کو
چھپایا بلاغت نے سحبان کو
سخن سنج کامل هنرور تمهیں
زباں آوراں کا بهی داور تمهیں
ترے شعر تے شاعراں کوں هے نور
مضامین معانیاں کے گردوں کا نور
مضامین کے گل دکھایا تمهیں
ارت کاچ میوہ چکھایا تمهیں
جگت گُر * کے نورس کو نورس دیا
هر یک رس چکهالے توں سورس دیا

---

* اس سے مراد ابراهیم عادل شاہ هے جس کا نورس نامه مشهور هے
اور جو جگت گرو کے لقب سے یاد کیا جاتا هے -

اس میں شبہ نہیں کہ دکنی زبان کو کبھی اس قدر فروغ نہ ہوتا اگر قطب شاہی اور عادل شاہی بادشاہ اس طرف توجہ نہ کرتے اور خود اس زبان میں شعر کہہ کر اس کی قدر و منزلت نہ بڑھاتے - علی عادل شاہ کا یہ رجحان دیکھ کر لوگوں کا اور شوق بڑھا اور دکنی شاعری ملک میں عام ہو گئی - علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں دکنی زبان کے بہت اچھے شاعر گزرے ہیں لیکن ان سب میں ملا نصرتی کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے —

نصرتی کا نام

مصنف تذکرۂ شعرائے دکن نے نصرتی کا نام محمد نصرت لکھا ہے اور چمنستان شعرا کی پیروی میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حاکم کرناٹک کے قرابت داروں میں سے تھا لیکن کوئی حوالہ یا ثبوت اس کے لیے پیش نہیں کیا - بغیر سند کے اس کے تسلیم کرنے میں تامل ہے - تخلص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ہے مگر یقینی نہیں —

نصرتی برہمن نہیں تھا

گارساں د تاسی نے گلشن عشق کے ایک قلمی نسخے کی سند پر جو کانجی ورم میں لکھا گیا تھا اُسے برہمن بتایا ہے - یہ بیان بھی مبہم ہے - اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود کتاب میں اس قسم کا کوئی اشارہ ہے یا کاتب نے آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے - بعد کے بعض تذکرہ نویسوں نے بھی گارساں دتاسی کے اس

بیان کی بنیاد پر اُسے برہمن لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان میں کہیں اشارتاً بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ استنباط کیا جائے کہ نصرتی برہمن تھا بلکہ خود نصرتی نے اپنے متعلق گلشن عشق میں ایک آدھ جگہ جو سرسری سا ذکر کیا ہے اُس سے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی مدح میں لکھتے لکھتے ایک شعر یہ لکھا ہے: —

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی مری
چلی آئی ہے بندگی میں تری

یہاں کرسی سے مراد پیڑھی یا پشت ہے یعنی میں پشت در پشت یا نسلاً بعد نسل تیری بندگی میں ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے باپ دادا مسلمان تھے —

حضرت بندہ نواز کی مدح میں ایک رباعی بھی لکھی ہے جو یہ ہے —

اے تو نچہ ولی حق سوں اچھے نت ہمراز
درگاہ تری قبلۂ ارباب نیاز
مخدوم تو میرا ترا خادم میں
کر بندہ نوازی سوں مجھے سرافراز

نصرتی کا تعلق بیجاپور کی حکومت سے

بادشاہ کی مدح کے آخر میں دو چار شعر اپنے متعلق یہ لکھے ہیں

کہ میں اصل میں یک سپاہی اتھا
فدا در گہ بادشاہی اتھا

مجھے تربیت کرتوں ظاہر کیا
شعور اس ہنر کا دے شاعر کیا
وگرنہ نہ تھا مجھ یہ کسب کمال
کتا ہوں اتا یو سخن حسب حال

ان اشعار سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی سپاہی زادہ تھا اور اس کا تعلق فوج سے تھا - آگے چل کر اس تعلق کو اس نے اور بھی صاف کر دیا ہے - " حسب حال " کے تحت میں لکھا ہے : —

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب
وو شہ کام پر زندگانی ملے
کمر بستہ تھا جانفشانی ملے

علی نامے میں بھی ایک جگہ اس نے اس کا اشارہ کیا ہے کہ شاعری میرا آبائی پیشہ نہیں ہے —

اے شاہ رتن کا کھن ہوا مجھ من سو تیرا فیض ہے
کچھ کسب موروثی نہ ہوئی حقا کہ مجھ یو شاعری

مصنف تذکرۂ شعرائے دکن نے جو یہ لکھا ہے کہ " مدت تک کرناٹک میں رہا پھر سیر کرتے ہوئے بیجاپور میں آیا اس وقت علی عادل شاہ کا زمانہ شباب پر تھا ، باریاب ہوا ، عمدہ منصب سے سرفراز ہوا " صحیح نہیں معلوم ہوتا - خصوصاً آگے چل کر نصرتی نے اپنے بچپن اور ابتدائی زمانے اور بادشاہ کی شہزادگی کا ذکر کیا ہے - اس سے اس واقعہ کی صحت اور بھی

مشتبہ ہو جاتی ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ عالم شہزادگی ہی سے میرا خریدار تھا —

میرا شہ جو بوجک اہے جوہری
وہ شہزادگی میں اتہا مشتری

نوی چاند سا شہ یو ہالا اتہا
چڑت بڈ کا دن دن اجالا اتہا

دسے گرچہ ظاہر نہلے سن میں سخت
اتہے پن ازل تے عطا اسکوں بخت

میری طبع کی کہن کو قابل پچہاں
نکوی کہن ہے کر اس مقابل پچہاں

دہر نہار اکثر اثر مہر کی
رکھیا مجھہ طرف نت نظر مہر کی

ابتدائی تعلیم و تربیت

گلشن عشق میں نصرتی نے اپنی تعلیم و تربیت کا بہی ذکر کیا ہے جس کے لیے وہ اپنے والد کی شفقت و تربیت کا ممنون ہے - ذیل کے اشعار میں بڑی سادگی سے اس کا بیان لکھا ہے —

کہ تہا مجھہ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب

وو شاہ کام پر زندگانی ملے
کمر بستہ تھا جانفشانی ملے

بچانے جلم آپنا ننگ و نام
اپس زندگی میں کیا خوب کام

ادک تھیچ لگ مجھہ میں نہلو ادگی
میرے حق میں اندیھں اسلادگی

نظر دھر کہ مجھہ تربیت میں سدا
رکھیا نہیں کدھیں مجھہ اپس تھے جدا

سکیچ مجھہ تھے جانے کوں دن نس ملے
پھرے لے بزرگاں کی مجلس ملے

معلم جو میرے جتے خاص تھے
دھرنہار وو مجھہ سوں اخلاص تھے

نجانے سبق کوں میرا بار دل
دھرنہار تھے پیار ھو یار دل

کچھہ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور
کیا کہ کتاباں پو اکثر عبور

نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھہ نہیں لکھا - لیکن روضۃ الاولیا بیجاپور مولفۂ محمد ابراھیم صاحب بیجاپوری (سنہ تالیف ۱۲۴۱ ھ) میں شیخ منصور کے حالات میں یہ لکھا ھے کہ شیخ نصرتی ملک الشعرا ان کے برادر عیلی تھے - اس کتاب کا ترجمہ شاہ سیف اللہ صاحب ایک بزرگ نے کیا ھے جس k قلمی نسخہ ایک دوست کی عنایت سے میری نظر سے گذرا ھے - انھوں نے شیخ منصور کے حالات میں اپنی معلومات سے یہ اضافہ کیا ھے * :

* اس ترجمہ کا مطبوعہ نسخہ بھی موجود ھے جو مطبع صبغۃاللھی رانچور میں سنہ ۱۳۱۴ ھ میں طبع ھوا تھا - اس میں یہ عبارت درج نہیں -

"آپ کے دو برادر مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا اور شیخ عبدالرحمن سپاہی تھے - یہ ہر سہ برادران حقیقی ہیں - ہر ایک صاحب ایک ایک فن میں کمال رکھتے تھے - شیخ منصور علم دعوت میں ' شیخ عبدالرحمن سپاہ گری میں اور شیخ ملا نصرتی شاعری میں - مولانا شیخ منصور اور شیخ عبدالرحمن دونوں کو اولاد صلبی نہیں ہے - مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا کو آل ہے اولاد نہیں اور اُن کی آل سے پانچ چادر والے ' گھریال والے ' منور والے ' ہاشم پیر والے ' سقیل والے ' گولسنگی والے ' نگینہ باغ والے' ہم ساگر والے موجود ہیں" —

بیجاپور جاکر میں نے مزید حالات کی تحقیق و تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ مولانا نصرتی کی اولاد اب تک موجود ہے - ایک مہربان کی بدولت محمد ملتانی قادری صاحب عرف جعفر صاحب جاگیردار گولسنگی (ضلع بیجاپور) سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی عنایت سے اپنے خاندان کی سند جاگیر جس میں خاندان کا شجرہ بھی ہے میرے حوالے کر دی - یہ سند انعام شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی ہے اور اس پر امانت خاں عالمگیر شاہی اور محمد کاظم مرید شاہ عالمگیر کی مہریں ثبت ہیں - یہ در حقیقت قدیم عادل شاہی سند کی تجدید ہے چنانچہ خود اس

سند میں اس کا حوالہ ان الفاظ میں موجود ہے :

" باغ مذکور مع درختہائے و چاہ‌ہا بشیخ پیر محمد بطریق انعام ابدی باولاد و احماد دادہ شد و محضرے کہ برکم شدن سند انعام ابدی باغ مذکور بمہر علی عادل خاں بیجاپوری بنام شیخ منصور بدست دارد صحیح و از لوث تجعیل و تلبیس مبرا است " —

چونکہ شیخ منصور لاولد مرے اس لیے ان کی معاش موقوعہ نگینہ باغ ان کے خواہر زادہ شیخ پیر محمد صدیقی (قادری) کو ملی - سند مذکور میں ان کا شجرہ ضمناً آگیا ہے - وہ عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے —

" کہ یک قطعہ باغ نگینہ کہ موازی نوازدہ بیگہ محدودہ و معروفہ و معلومہ متصل باغ و مسجد ملک جہاں اندرون قلعہ است بموجب اسناد احکام سابق در قبض و تصرف مالکاں شیخ پیر محمد قادری ابن شیخ برہان الدین بن شیخ علی خواہر زادۂ شیخ منصور بن شیخ مخدوم بن شیخ ملک بود و شیخ پیر محمد مذکور حی و قائم است " -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی نسلاً بعد نسلٍ مسلمان تھے اور ان کی بہن کی اولاد اب تک موجود اور ان کے بھائی شیخ منصور کی جاگیر پر قابض و متصرف ہے - یہ معاش شیخ پیر محمد صدیقی کے انتقال پر ان

کی بیوی اور تین لڑکیوں پر تقسیم ہوئی - جیسا کہ پہلے بحوالۂ ترجمۂ روضۃ الاولیا ذکر ہو چکا ہے ملا نصرتی کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی البتہ بیٹی تھی جس کی

" اولاد سے جعفر صاحب اور صاحب حسنی نکیلہ باغ والے گولسنگی میں موجود ہیں " * —

میں نے بیجاپور میں نصرتی کی قبر کا پتا لگایا ؛ یہ اسی نکیلہ باغ میں ہے جس کا ذکر سند انعام میں آیا ہے اور اب یہ زمین گورنمنٹ ہائی اسکول کے احاطے میں ہے - قبر کا عکس اسی صفحے کے مقابل دیا جاتا ہے - مقبرے کے جاے وقوع کی تصدیق روضۃ الاولیا سے بھی ہوتی ہے - چنانچہ شیخ منصور کے حالات میں لکھا ہے :

" خدمت شریفش اہل اللہ و از کاملان اہل دعوت است و در تصرف دعوت و تکسیر ممتاز وقت بود - سلطان عادل شاہ و اسکندر شاہ اعزاز و اکرام ایشاں می کردند - قبرش در نکیلہ باغ است و شیخ نصرتی ملک الشعرا کہ برادر عینیء ایشاں می شود ہم دراں جا مقبور است " -

غرض ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی بیجاپور کے معززین میں سے تھے اور یہ اور ان کے دونوں بھائی اپنے اپنے فن اور کمال کی وجہ سے خاص

---

* ترجمہ روضۃ الاولیا (مطبوعہ) صفحہ ۱۲۹ -

شہرت رکھتے تھے اور مقبول بارگاہ شاہی تھے ــ

بادشاہ کے دربار میں پہنچنے کا واقعہ اس نے اس طرح لکھا ہے کہ جب میں تعلیم و تربیت پا چکا تو میری تقدیر چمکی - بادشاہ شہزادگی ہی کے زمانے سے اس پر مہربان تھا - اب جو تخت پر بیٹھا اور عین کامرانی و جہانبانی کا عالم تھا تو :

بلا بھیج بندے کو اس حال میں
نظر کر مرے بے بہا مال میں

پرکھتا چلیا یو رتن سر بسر
تھکے دیکھ پا رکھ یو اہل نظر

و ہیں جگ میں بندہ رہنے بے نیاز
رکھیا اپنی خدمت میں کر سرفراز

میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں کہ بجز ان چند مقامات کے جو نقل ہو چکے ہیں نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اور کچھ نہیں لکھا - البتہ علی نامے کے ایک قصیدے میں ضمناً بادشاہ سے اپنی بے سر و سامانی کی شکایت کی ہے اور عرض کیا ہے کہ جس گھر میں میں رہتا ہوں وہ بہت تنگ ہے - پڑوس بہت نامعقول ہے، آس پاس سب اراذل و انفار آباد ہیں - گھر کی یہ حالت ہے کہ بارش ہوئی تو صحن حوض بن جاتا ہے اور اب کی برسات میں تو غضب ہی ہو گیا کہ پانی کی رو گھر کا سارا سامان بہا لے گئی - آخر میں التجا کی ہے کہ کوئی ایسا مکان عنایت

فرمایا جاے جو میری طبیعت کے مناسب ہو اور جہاں میں اطمینان اور فراغت سے کام کرسکوں - ان اشعار کا یہاں نقل کرنا لطف سے خالی نہ ہوگا - پہلے وہ اپنی شاعری کے متعلق تعلّی کرتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے :

پن کیا کروں اے شاہ میں کئی باب بے سامان ہوں
اول تو ایسا گھر نہیں جہاں تھاوں ہوے راحت بھری

گھر بی نہنا یک ہے ولے دائم ہے علت لئی اوسے
لڑکا ند سوں ہمسایہ بد ویسچہ بھویں کی بد تری

مطلق ارازل قوم او ہیں گرد ایسے بے حیا
سمجھیں وو کالی کھاؤ کوں سہتیں کمت ہور مسخری

جن کی زبان تے لام کاف آتا ہے شیطان سیکلے
سانچے پے سوں جب کریں تعلیم جنگ زرگری

ہنگام پر برسات تک پڑنے میں لرکا نہر بہر
گھر حوض ہوکر کیچہ کے رہے دھوپ کالے لگ تری

اِس سال تو لر* کا ستم سامان گھر کا لے گیا
اوبریا ہے یک نہالی لحاف یعلے گگن ہور دھرتری

بندے کی آخر عرض یو ہے اے جہاں کے سایہ بان
یا کر پڑے گھر کو کھڑا یا کر کرم سے یاوری

فرماں سوں عالی حکم کے بخشش مجھہ ایسا گھر دلا
جو صاف تر مج طبع کوں جہاں ہوے صفائی بھکری

* یہ لفظ لر لہر کا بگاڑ ہے - بعض صاحبوں نے اسے "لڑکا" پڑھا ہے اور مطلب یہ پیدا کیا ہے کہ اس کا لڑکا بہت نالایق اور اوباش تھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ملا نصرتی کے لڑکا تھا ہی نہیں - نیز سیاق و سباق عبارت سے اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا -

ایک دوسرا واقعہ علی نامہ کی تمہید میں نصرتی نے ضمناً بیان کردیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں بھائی اس کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے - چنانچہ وہ لکھتا ہے :

دو بازو مرے دین و دنیا کے زور
توٹے تھے سو تھا جیو میں مجھہ سخت شور

چلم جگ دیکھت دل کوں مج باغ باغ
دیا تھا فلک داغ بالاے داغ

صاحب بساتین السلاطین نے نصرتی کی بدیہہ گوئی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز بادشاہ محل میں رونق افروز تھے اور حوض میں فوارہ عجیب بہار دے رہا تھا ' بادشاہ کی زبان سے بے ساختہ یہ مصرع نکلا —

اُرتا سویو فوارہ پانی کا کہا نچھل ہے

ملا نصرتی نے فوراً جواب میں یہ مصرع کہا :

تجھہ شاہ پراُڑانے موتی کا مورچل ہے

بادشاہ چونکہ خود ایک خوش مذاق اور خوش گو شاعر تھا اس لیے نصرتی جگہہ جگہہ اپنے تئیں بادشاہ کا شاگرد ظاہر کرتا ہے - اسے نصرتی کی شاہی عقیدت مندی یا انکسار پر محمول کرنا چاہیے ورنہ وہ کسی کا شاگرد نہ تھا اور فطرتاً شاعر تھا - بادشاہ کی مدح میں پہلے ہی دو شعر یہ ہیں —

مجھے یو سخن بادشاہ یاد ھے
پچھیں پیر کے وصف استاد ھے

مجھہ اُستاد اُستاد عالم اچھے
جتا علم ازبر جسے جم اچھے

بحمداللہ کیا مجھہ بڑے بخت آج
نہ اُستاد کوئی مجھہ علی شہ کے باج

اس قسم کا خیال اس نے کئی جگھہ ظاہر کیا ھے -
لیکن اصل حقیقت بھی وہ ایک جگھہ لکھہ گیا ھے -

نہ کچھہ شاعری کسب کا کام ھے
کہ یو حق کی بخشش تھے الہام ھے

نصرتی نے تین بادشاھوں یعلے محمد عادل شاہ ' علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا - فتوت نے اپنے تذکرۂ ریاض حسنی میں لکھا ھے کہ جب شاہ اورنگ زیب عالمگیر نے دکن فتح کیا تو وھاں کے شعرا کو حاضر کرنے کا حکم دیا - ان میں نصرتی بھی تھے اور ان کے کلام کو سب سے افضل تسلیم کیا اور خطاب ملک الشعراے ھند سے سر افراز فرمایا - مولوی عبدالجبار مرحوم نے تذکرۂ شعراے دکن میں ان کا سنہ وفات ۱۰۹۵ ھ لکھا ھے لیکن یہ معلوم نہیں ھوا کہ یہ اطلاع انہیں کہاں سے حاصل ھوئی - اگر یہ سنہ وفات صحیح ھے تو فتوت کا بیان صحیح نہیں ھوسکتا کیونکہ عالمگیر نے بیجاپور کو سنہ ۱۰۹۷ ھ میں فتح کیا تھا —
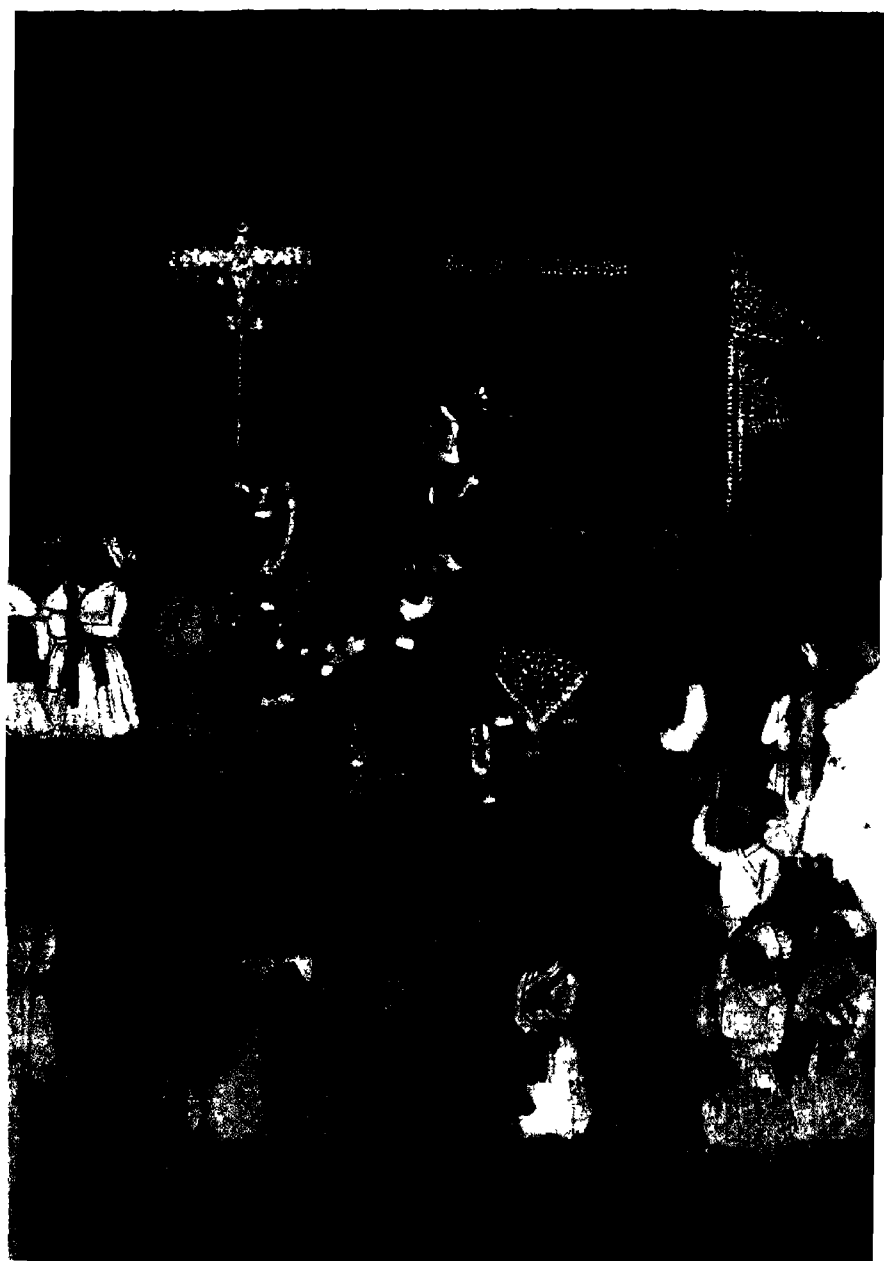
نصرتی کی تصانیف

نصرتی کی تصانیف جو اب تک ہمیں دستیاب ہوی ہیں وہ یہ ہیں: ۱ - گلشن عشق - ۲ - علی نامہ - ۳ - تاریخ اسکندری - ۴ - قصائد و غزلیات و رباعیات -

اور غالباً ان کے سوا نصرتی کی اور کوئی تصنیف ہے بھی نہیں - اب ان میں سے ہر ایک کا ذکر الگ الگ کیا جاتا ہے اور آخر میں نصرتی کے کلام کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالی جائے گی —

گلشن عشق یہ نصرتی کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور ایک عشقیہ مثنوی ہے - جس میں ملوہر و مد مالتی کے عشق کا فسانہ بیان کیا گیا ہے - قصہ کہاں سے لیا گیا ہے اس کا معلوم کرنا دشوار ہے کیونکہ نصرتی نے اس کا کہیں اشارہ نہیں کیا - صرف اس قدر لکھا ہے کہ اس کے ایک دوست " مسمی نبی ابن عبدالصمد " نے اس قصے کے لکھنے کی ترغیب دی - تحقیق سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ اس سے قبل بھی تحریر میں آچکا تھا - ایک صاحب شیخ ملجھن نامی نے اسے ہندی میں لکھا تھا - یہ کتاب اب تک کہیں دستیاب نہیں ہوئی - اس کا حوالہ ایک دوسری کتاب مسمی " قصۂ کنور ملوہر و مد مالت " * میں ملتا ہے - یہ فارسی مثنوی ہے - مصنف کا نام معلوم نہیں ہوا ' البتہ سنہ تصنیف ۱۰۵۹ ہجری ہے - اس میں مصنف

* فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم جلد دوم صفحہ ۸۰۳ —

نے شیخ منجھن کی ہندی کتاب کا ذکر کیا ہے اور اپنے قصے کی بنیاد اسی پر رکھی ہے - تیسری کتاب عاقل خاں رازی عالمگیری کی مثنوی مہر و ماہ ہے جو سنہ ۱۰۶۵ کی تصنیف ہے جیسا کہ وہ خود اپنی مثنوی کے آخر میں لکھتا ہے :-

زہجرت یک ہزار و شصت و پنج است
کزیں غم نامہ طبعم نکتہ سنج است

چو من زیں داستاں از غم زدم دم
بخواں تاریخ آں " دیباچۂ غم "

اس میں بھی یہی قصہ ہے، رازی نے منوہر کو مختصر کرکے مہر کر دیا ہے - نصرتی کی گلشن عشق کے بعد بھی بعض شعرا نے اس فسانے کو نظم کیا ہے - ان میں سے ایک حسام الدین حصار کا رہنے والا عالمگیر کے عہد میں ہوا ہے - یہ بھی فارسی مثنوی ہے - کتاب کا نام حسن و عشق اور اس کا سنہ تصنیف ۱۰۷۱ ہجری ہے - یہ کتاب میرے پاس موجود ہے - اگرچہ ان سب کتابوں میں قصہ ایک ہے لیکن ہر مصنف نے کسی قدر رد و بدل یا اختصار سے بیان کیا ہے - ان سب میں گلشن عشق بہت جامع اور ضخیم ہے - نصرتی نے اصل قصے میں چنپاوتی اور چندر سین کی داستان ضمنی طور پر بڑی خوبی سے ملائی ہے - یہ کہنا دشوار ہے کہ کس نے کس سے اس قصے کو لیا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ قصہ بہت مقبول اور مشہور تھا اور ہر مصنف نے اسے اسی طرح بیان کر دیا ہے جیسا کہ مقامی

طور پر مشہور چلا آرہا تھا - میرا خیال ہے کہ عاقل خاں کو بھی قصہ دکن ہی سے ملا ہے - جب عالمگیر برہان پور میں تھا تو وہ بھی وہیں تھا اور غالباً وہیں اس نے اپنی مثنوی لکھی - چنانچہ کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے :—

چو در ملک دکن قطب زماں است
دکن دلکش تر از ہندوستاں است

زنور اوست برہاں پور معمور
ہمیشہ باد ایں معمورہ پر نور

یہ ممکن ہے کہ نصرتی کے نظر سے عاقل خاں کی مثنویٔ مہر و ماہ گزری ہو اور اس نے تصرف کرکے اسے زیادہ پر لطف بنا دیا ہو' یا جس طرح اس نے اپنے وطن میں یہ داستان سنی ہو اسی کو کسی قدر درست کر کے نظم کر دیا ہو - قصے کا خلاصہ یہ ہے —

قصے کا خلاصہ ایک راجا تھا اس کا نام تھا - بکرم اس کا پایۂ تخت کلمک گیر تھا - کوئی بیٹا نہ تھا اس غم سے دل فگار رہتا تھا - ایک دن راجا رسوی پر بیٹھا تھا کہ ایک فقیر نے صدا دی - راجا ویسے ہی کھانے کا تھال اٹھا کر اس کے پاس لے گیا - جب آنکھیں چار ہوئیں تو وہ کچھ لیے بغیر چل دیا - راجا کو اس کا بہت دکھ ہوا اور فقیر سے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بانجھ کے گھر سے کچھ نہیں لینا چاہتا - یہ

سلسلہ تھا کہ راجا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ غم و رنج سے نڈھال ہو گیا - رانی نے سمجھایا کہ اس طرح رنج کرنے سے کیا حاصل - اس فقیر کو ڈھونڈو اور جو وہ کہے وہ کرو - شاید ڈر مقصود ہاتھ آ جائے - میں تمہاری غیر حاضری میں راج پاٹ سنبھال لوں گی - غرض راجا سدھارا اور جنگل بیابان بستی اور آبادی میں مارا مارا پھرا - اتفاق سے ایک بن میں حوض کے کنارے پہنچا - وہاں کچھ پریاں نہا رہی تھیں ' ان کے کپڑے لے کر درختوں میں چھپ گیا - پریاں بہت پریشان ہوئیں اور روئیں دھوئیں تو یہ نکلا اور اپنی واردات سنائی - پریوں نے اسے درویش تک پہنچانے کا وعدہ کیا اور اپنا ایک ایک بال بھی دیا - کپڑے پہن وہ اسے اڑا کر اس بن میں لے گئیں جہاں وہ درویش رہتا تھا - وہاں پہنچا تو فقیر اسے دیکھ کر سمجھ گیا اور کہنے لگا ' دیکھ یہ درخت ہے اس کا پھل توڑ لے اور اپنی رانی کو لے جا کر کھلا دے ' خدا تجھے بیٹا دے گا - راجا نے باہر آ کر جونہیں پریوں کے بال جلائے کہ پریاں حاضر ہو گئیں اور اسے اڑا کر لے چلیں اور محل پر لا کر چھوڑ دیا - راجا رانی سے ملا اور اسے وہ پھل کھلا دیا - نو مہینے کے بعد بیٹا ہوا - سارے ملک میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجنے لگے - نجومیوں نے زائچہ دیکھا اور اس کا نام منوہر رکھا اور کہا کہ یہ بڑا خوش نصیب اور با اقبال ہو گا -

لیکن چودہ برس پر گیارہ مہینے گذرنے پر اس کے لیے خطرہ ہے - اس وقت اس پر بڑی بپتا پڑے گی لیکن وہ پھر ہر بلا کو بھگت کر صحیح سلامت آجائے گا - اس مصیبت کو کوئی دور نہیں کر سکتا ' اس کا آنا اٹل ہے - راجا یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور حکیموں کو بلا کر پوچھا کہ وہ کون سی ایسی بلا ہے - انہوں نے سوچ کر جواب دیا کہ وہ عشق ہے - پوچھا اس کا علاج ؟ کہا کہ اس وقت تک ایسی جگہہ رکھا جائے کہ آسمان تک نہ دیکھہ سکے تو اس کا بچنا ممکن ہے - چنانچہ اس مشورے کے مطابق اس کے لیے ایک بہت پر فضا اور خوش نما محل تیار ہوا اور اس میں وہ پلنے لگا - جب چار برس چار مہینے چار دن کا ہوا تو پڑھنے بٹھایا اور ضروری علوم و فنون کی تحصیل کرنے لگا - یہ سارے انتظام ہوے لیکن جو وقت آنے والا تھا وہ نہ ٹلا —

چودھویں رات ہے ' چاندنی کا نور سارے عالم پر چھایا ہوا ہے ' کچھہ پریاں سیر کو نکلیں ' اس محل اور باغ کو دیکھہ کر ایسی ریجھیں کہ آسمان سے اُتر کر وہاں آگئیں - اب جو محل میں داخل ہوئیں تو کنور کے حسن و جمال کو دیکھہ دنگ رہ گئیں - آپس میں کہنے لگیں کہ ایسا حسین دنیا میں کوئی نہیں ' اس کا جوڑا بھلا کہاں مل سکتا ہے - ان میں سے ایک نے کہا کہ خالق نے ہر ایک کا جوڑا بنایا ہے اور وہ

کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا - دوسریوں نے کہا کہ ہماری تمہاری شرط کہ یہ انسان بے جوڑ ہے - یہ سن کر وہ پری ملول ہوئی اور کہنے لگی اچھا ہم ایک کام کریں کہ ہم نو پریاں ہیں نوکھنڈ میں جائیں اور اس کا جوڑا تلاش کریں - غرض ہر ایک ایک جانب کو چلی- آٹھوں تو ڈھونڈھ ڈھانڈ کے چلی آئیں اور ناکام رہیں- نویں کا انتظار کرنے لگیں - اتنے میں وہ آئی اور کہنے لگی شکر ہے کہ میں نے اس کا جوڑا پالیا، سات دریا پار ایک دیس ہے مہارس نگر نام، اس کا راجا دھرم راج ہے اور اس کی بیٹی (مدمالتی) چندے آفتاب چندے ماہتاب ہے - اگر تم کو شک ہو تو آؤ چلو دیکھ لو - غرض انہوں نے آپس میں صلاح کرکے ملوہر کا پلنگ اٹھایا اور مہارس نگر کے محل میں لے آئیں - اور جہاں مدمالتی سورہی تھی وہیں لاکے رکھ دیا - اتنے میں ملوہر کی آنکھ جو کھلی تو حیران ہوکے دیکھنے لگا کہ میں کہاں آگیا - پھر جو دوسری طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک ماہ رو نازنین سورہی ہے جس کے حسن کی تاب سے سارا محل جگمگا رہا ہے . یہ دیکھتے ہی سو جان سے عاشق ہوگیا - تھوڑی ہی دیر میں مدمالتی کی بھی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ پلنگ پر ایک حسین نوجوان لیٹا ہوا ہے، بگڑ کر کہنے لگی کہ تو کون ؟ کیا تو جان سے بیزار ہے جو یہاں آیا ہے - منوہر نے کہا یہ تو میرا

محل ہے ' راجا بکرم کا بیٹا اور کنک گیر کا کنور ہوں۔
یہ سن کر وہ بہت ہنسی کہ تو دیوانہ ہے ' یہ مہارس نگر
ہے اور اس محل میں میں رہتی ہوں ۔میرا باپ
دھوم راج یہاں کا راجا ہے - دونوں حیران و ششدر
تھے - آخر آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے پر فدا
ہو جاتے ہیں - ایک پلنگ پر آجاتے ہیں اور ایک
دوسرے سے انگوٹھی بدلتے ہیں بات چیت کرتے کرتے
آنکھ لگ جاتی ہے - اتنے میں سحر کرکے پریاں واپس
آجاتی ہیں - ان کو ایک جگہ دیکھ کر جدا کرتے
ہوئے جی کڑھتا ہے - پھر یہ خیال آتا ہے کہ اگر واپس
نہیں لے جاتیں تو اس کے ماں باپ رو رو کے جان
دیدیں گے - اور خدا سے دعا مانگتی ہیں کہ ہم اسے
لے تو جاتے ہیں لیکن اے کارساز تو انہیں پھر ملادے۔
منوہر کو اٹھا کر اس کے محل میں پہنچا دیتی ہیں۔
جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو سخت بے چین ہوتا ہے
اور حالت روز بروز ابتر ہونے لگتی ہے - راجا یہ دیکھ
کر بہت پریشان ہوتا ہے - نجومیوں کو بلا کر پوچھتا
ہے وہ کچھ نہیں بتا سکتے - منوہر کی ایک دائی تھی
جسے وہ اپنی ماں کی برابر سمجھتا تھا اور بہت محبت
کرتا تھا - وہ مہر و محبت کی باتیں کرکے منوہر سے
اس کا حال پوچھتی ہے - وہ سارا قصہ بیان کرتا ہے -
دائی بہت تسلی تشفی دیتی ہے اور پھر راجا سے ساری
کیفیت بیان کرتی ہے - راجا بہت سے ہوشیار اور طرار

شاطر لوگوں کو مہارس نگر کی تلاش میں بھیجتا ہے۔
وہ ملک ملک پھرتے ہیں مگر مہارس نگر کا کہیں پتا
نہیں لگتا اور مایوس ہوکر واپس آجاتے ہیں ۔ تب
راجا بیٹے سے کہتا ہے کہ مہارس نگر کا کہیں پتا نہیں
ملتا یہ تیرا وہم ہے یا سایہ ہے' اس خیال کو چھوڑ
دے ۔ منوہر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ تم مجھے جانے دو
میں خود ہی اپنی محبوبہ کو تلاش کروں گا ۔ باپ
نے چار و ناچار منظور کرلیا اور کہا اچھا جاتے ہو تو
بادشاہوں کی طرح جاؤ کہ تمھاری عزت بھی ہو —

سامان سفر تیار ہوتا ہے اور کنور جہاز پر تمام ساز
و سامان اور مصاحبوں اور ملازموں کو لے کر روانہ ہوتا
ہے ۔ رستے میں ایک بڑا اژدھا ملتا ہے وہ جہاز کے
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے ۔ سب ساتھی ڈوب جاتے ہیں
اور یہ بمشکل کنارے پہنچتا ہے ۔ پھر ایک صحرائے آتشیں
ملتا ہے ۔ وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوتی ہے ۔
وہ اسے رستہ بتاتے ہیں اور ایک چکر دیتے ہیں
جو سب آفات کو دفع کرتا ہے ۔ چلتے چلتے ایک
عظیم الشان باغ میں جا پہنچتا ہے جہاں وہ ایک عالیشان
مکان دیکھتا ہے اور دروازہ کھول کو اندر جاتا ہے ۔
کیا دیکھتا ہے کہ اندر ایک حسین نازنین لیٹی ہے ۔
تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھ کھلتی ہے تو اس اجنبی
کو دیکھ کر حیرت کرتی ہے اور پوچھتی ہے کہ تو کون
ہے اور یہاں کیسے آیا ۔ وہ اپنا سارا حال بیان کرتا

ہے - یہ حال سن کر وہ حسینہ ہنسی اور پھر روئی -
اس نے سبب پوچھا تو کہا کہ تیرے نصیب میں سکھ
ہے اور میرے نصیبوں میں دکھ - میں تجھے خوش
خبری دیتی ہوں کہ تو اپنی محبوبہ سے ملے گا - میں
مد مالتی کی بڑی عزیز سہیلی ہوں - میرا نام چلپاوتی
ہے اور میرا باپ سورمل ہے اور اپنے ملک کا راجا ہے -
ہم میں اور دھرم راج میں بڑا میل ملاپ ہے اور مجھ
میں اور مد مالتی میں بہناپا ہے - میں ایک روز اپنی
سہیلیوں کے ساتھ باغ کی سیر کر رہی تھی کہ یکایک
ایک آندھی آئی - اس آندھی میں سے ایک دیوزاد
نکلا اور مجھے اڑا کر لے گیا - اب اس کے پھندے میں
ہوں - یہ کہہ کر وہ رونے لگی - منوہر نے کہا رومت،
میں تجھے اس کے پنجے سے چھڑاؤں گا - اُس نے کہا وہ
بڑا قوی اور زبردست دیوزاد ہے بنی آدم کی کیا مجال
کہ اس کا مقابلہ کرے - اتنے میں دیو کی آمد کا غلغلہ
ہوا - اس نازنین نے کہا کہ چھپ جا ورنہ ہلاک
کر ڈالے گا اور میں بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں گی -
وہ نہ مانا اور لڑنے پر مستعد ہو گیا - اور دیو کو
ہلاک کر کے چلپاوتی کو ساتھ لے روانہ ہوا - چلتے چلتے
وہ کنچن نگر میں پہنچے اور ایک باغ میں جاکر
ٹھہر گئے - مگر دیکھا کہ سارے شہر پر اداسی چھائی
ہوئی ہے، ہر شخص اداس ہے اور ہر طرف ویرانی سی
ویرانی نظر آتی ہے - کنور نے یہ حال دیکھ کر پوچھا

تو معلوم ہوا کہ یہاں کے راجا کی ایک لڑکی تھی وہ یکا یک غائب ہوگئی ' اُس وقت سے راجا پرجا سب مغموم اور پریشان ہیں - آخر جب کنور نے چلپاوتی کو ماں باپ سے ملایا تو ان کی جان میں جان آئی اور سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں - راجا اور رانی نے کنور کی بڑی خاطر مدارات کی اور حال معلوم ہونے پر اسے بہت تسلی دی اور کہا کہ غم نہ کر ' تو جس لیے پریشان ہے وہ تجھے بہت جلد مل جائے گی —

چلپاوتی کی ماں نے مدمالتی کو بلا بھیجا - وہ اپنی سہیلی سے مل کر بہت خوش ہوئی - چلپاوتی کی ماں نے ترکیب سے مدمالتی کا حال پوچھا اور ایسی ہمدردی سے باتیں کیں کہ اس نے اپنی ساری حقیقت کہہ سنائی - تب اس نے چپکے سے مدمالتی اور منوہر کو ملا دیا - یہ دونوں بچھڑے ہوے آپس میں ملے تو دنیا و مافیہا کو بھول گئے - جب مدمالتی کو بہت دن ہوگئے تو اس کی ماں نے مدمالتی کو بلانے کے لیے اس کی ایک سہیلی کو بھیجا - چلپاوتی کی ماں نے اُسے کسی کام پر لگا دیا - پھر دوسری آئی پھر تیسری - مگر وہ ٹالتی رہی - یہ حال دیکھ کر مدمالتی کی ماں کو طرح طرح کے وسواس آنے لگے - آخر اُس سے صبر نہ ہوسکا اور خود پہنچی - آتے ہی کہنے لگی بہن مالتی کہاں ہے ' مجھے اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہیں - اس نے کہا چتر سال میں ہے - میں ابھی

بلائے لاتی ہوں۔ ماں سے صبر نہ ہو سکا خود بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولی - جب چاہاوتی کی ماں نے چند سال کے دروازے پر مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ سریکا (مدمالتی کی ماں) بھی آ پہنچی ہے - اس نے کہا بہن تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں میں بلا لاتی ہوں - سریکا کو شبہہ ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے' وہ بھی اندر گھسی چلی آئی - دیکھا کہ مدمالتی اور منوہر گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھے ہیں - دیکھتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی - گلاب کا شیشہ قریب ہی رکھا تھا' اس میں سے کچھ گلاب نکال ایک ایسا منتر پڑھ کر مدمالتی پر چھینٹا مارا کہ وہ طوطی بن کر اُڑ گئی - اب جو دیکھا کہ چڑیا اُڑ گئی تو رونے پیٹنے لگی - مگر اب کیا ہوتا ہے —

یہ طوطی فراق کی ماری جنگلوں میں پھرتی اور چھپ چھپ کر رہنے لگی - اتفاق سے جس روز یہ ایک باغ میں جا کر اُتری وہاں ایک راجا کا بیٹا جس کا نام چندر سین تھا شکار کھیلتا ہوا پہنچا - اس کی نظر جو طوطی پر پڑی تو وہ اسے بہت بھائی اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جیتی پکڑ لو' خبردار جو اسے کچھ بھی ایذا پہنچی - ان لوگوں نے بہتیری کوشش کی کسی طرح دام میں نہ پھنسی - آخر خود کنور نے ایک خوبصورت جال لگایا - طوطی کو اس کی محبت پر رحم آیا اور خود جال میں آ گئی - اب چندر سین

کو طوطی سے اس قدر الفت ہوگئی کہ کسی وقت اپنے
سے جدا نہ کرتا تھا۔ مگر اسے مغموم دیکھ کر خود بھی
مغموم رہتا تھا - ہر چند وہ اسے کھلانا پلانا چاہتا تھا
مگر وہ کچھ کھاتی پیتی نہ تھی - آخر کنور نے بھی کھانا
پینا چھوڑ دیا - جب طوطی نے یہ دیکھا تو ناچار اس
نے زبان کھولی اور سمجھانا شروع کیا - وہ کسی طرح
نہ مانا اور کہا کہ تو سچ سچ اپنا حال بتا ورنہ میں
اپنی جان دیدوں گا۔ تب طوطی نے اپنا سارا حال جو
گزرا تھا بیان کر دیا - اس سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ
اس نے کہا کہ میں تیرے کنور کو جہاں کہیں بھی ہوگا
ڈھونڈھ کر لاؤں گا اور تجھ سے ملاؤں گا - دوسرے ہی
دن اس نے باپ سے پردیس میں شکار کھیلنے کی
اجازت لی اور فوج اور ساز و سامان لے کر نکلا - طوطی
کا پنجرہ ساتھ تھا - چلتے چلتے مہارس نگر پہنچے -
دیکھا کہ اس دیس کی حالت بہت خراب اور ویران
ہے - شہر سنسان اور لوگ پریشان حال ہیں - ایک
باغ میں پہنچ کر جو جنگل سے بدتر تھا ایک بوڑھی
مالن سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ راجا کی کنیا
غائب ہوگئی ہے' راجا رانی اور سارے لوگ غم و الم
میں مبتلا ہیں - یہ کہہ کر وہ ضعیفہ رونے لگی -
چندر سین نے بہت کچھ تسلی دی اور پنجرہ کھول کر
اس کا نام و نشان بتایا - وہ خوشی سے باغ باغ ہوگئی
اور خبر لے کر راجا کے پاس پہنچی - دونوں دوڑے

آئے اور چندر سین سے ملے اور بڑی خاطر تواضع کے ساتھ گھر لے گئے - اور طوطی کا جادو اتارا اور وہ پھر انسان ہوگئی - بچھڑے ہوئے ملے اور اس کے ماں باپ چندر سین کے بہت ہی ممنون ہوئے - لیکن مد مالتی پر عشق کا جنون سوار تھا اور وہ منوہر کے فراق میں سخت بے تاب اور بے قرار تھی اور روز بروز اس کی حالت خراب ہوتی جاتی تھی - چندر سین نے جب یہ دیکھا تو اس کے ماں باپ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں منوہر کو ڈھونڈھ لاؤں ورنہ مد مالتی کا جینا دشوار ہے - وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اقرار کیا کہ ہم اس معاملے میں ہرگز خلاف نہ کریں گے —

مد مالتی کے گم ہو جانے کے بعد سے دھرم راج اور سورمل کے دلوں میں نفاق پیدا ہوگیا تھا اب جو مد مالتی آگئی تو دل سے کینہ جاتا رہا اور ایک خط لکھ کر چندر سین کے ہاتھ بھیجا - چندر سین جب خط لے کر سورمل کے پاس پہنچا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور چندر سین کو راجا اور رانی نے اپنی آنکھوں پر بٹھایا - وہاں جاکر معلوم ہوا کہ مد مالتی کے جاتے ہی منوہر کی حالت ابتر ہو گئی اور جنون کی حالت میں کہیں نکل گیا بہتیرا ڈھونڈا کہیں پتا نہ لگا - یہ لوگ افسوس کے ساتھ یہ ذکر کر ہی رہے تھے تھے کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور

کہنے لگا کہ منوہر بازار میں دیوانہ وار پھرتا ہوا نظر آیا ہے - لڑکے اس کے پیچھے تالیاں بجاتے ہیں اور لوگوں کا آس پاس ہجوم ہے - یہ سنتے ہی سورمل اور چندرسین دوڑتے ہوئے گئے اور اسے لے کر آے - جب اسے مدمالتی کی واپسی کی خبر سنائی تو وہ ان کے پانووں پر گر پڑا - تب اسے نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور سورمل اور چندرسین منوہر کو لے کر مہارس نگر چلے۔ اُن کے آنے کی خبر ہوئی تو دھرم راج پیشوائی کے لیے گیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے لے کر آیا - سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی - شادی کی تو ٹھہر ہی چکی تھی' خوب خوب جلسے ہوے - شادی کے بعد منوہر اپنی دلہن کو لے کر کنچن نگر کی طرف روانہ ہوگیا - وہاں یہ عیش و عشرت سے رہنے لگے - مدمالتی چندرسین سے بے حجابانہ ملتی تھی لیکن چنپاوتی چہرے پر نقاب ڈالے رہتی تھی - اتفاق سے ایک روز اس نے چنپاوتی کو دیکھ لیا - دل و جان سے عاشق ہوگیا - اور حالت کچھ سے کچھ ہوگئی - جب یہ کیفیت مدمالتی اور منوہر پر ظاہر ہوئی تو اُنھوں نے چنپاوتی کے والدین سے گفتگو کرکے ان دونوں کی شادی کردی —

اب منوہر اور چندرسین کو اپنے اپنے وطن کی یاد آئی اور اجازت لے کر روانہ ہوے - منوہر اور مدمالتی بہت سے شہر اور ملک طے کرکے کلک گھر کے قریب پہنچے - بکرم کو جو معلوم ہوا کہ کوئی راجا لاؤ لشکر

لیے چلا آرہا ہے تو اس نے جنگ کی تیاری کی - جب اس کا قاصد غنیم کے کیمپ میں خبر لینے کو پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ تو کنور ہیں - پھر کیا تھا جنگ کا سامان سامان عیش و عشرت ہوگیا اور بچھڑے باپ بیٹے ملے ' ماں کے پاس آے اور وہ دونوں کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئی اور سارے ملک میں خوشی و خرمی کا سماں نظر آنے لگا ــــ

مثنوی کی خصوصیات

اس مثنوی میں بھی اردو فارسی کی اکثر مثنویوں کی طرح دیوں اور پریوں اور سحر و طلسمات وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے - قطع نظر اس کے یہ مثنوی دکنی اردو میں خاص امتیاز رکھتی ہے ــــ

علاوہ حسن شاعری اور زور کلام کے جس کا ذکر آگے آئے گا اس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس سے قبل کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں - مثلاً وہ ہر عنوان کے شروع میں ایک شعر لکھتا ہے جس میں اس باب کے مطالب کا خلاصہ آجاتا ہے - تمام عنوانات کے اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں - اگر ان تمام اشعار کو ایک جا کر لیا جاے تو ایک قصیدہ ہوجاتا ہے جس میں سارے قصے کا خلاصہ آجاتا ہے - مومن اور وجدی وغیرہ نے بھی اپنی مثنویوں میں اس طرز کی پیروی کی ہے - مثال کے طور پر ابتدا کے دو شعر یہاں لکھے جاتے ہیں :

ثنا صانع کی ہے جن اس کتاب عشق کا بانی
دیا ہے حسن کوں خلعت کہ ہر یک جز پہ علوانی
رکھیا ہوں گلشن عشق اسم اس رنگین قصے کا میں
کرے جس چوب کے پھولاں کی فلک شوقوں سے گلدانی

اکثر باب کے شروع میں مختلف قدرتی مناظر کا جلوہ دکھاتا ہے اور قصے کے ضمن میں جو بعض حالات اور واقعات پیش آتے ہیں اُن کی تصویر خوب کھینچتا ہے - مثلاً جہاز کے سفر میں کشتی کا حال ' باغ اور پرندوں کی کیفیت ' شادی بیاہ کا حال ' برف باری کی کیفیت ' کھانوں کی تفصیل وغیرہ - اسی طرح طلوع و غروب آفتاب ' چاندنی کا سماں موقع موقع سے خوب بیان کیا ہے —

انسانی جذبات کی کیفیت بھی ہر موقع پر بڑی خوبی سے دکھائی ہے —

اکثر ابواب کے خاتمے پر نصیحت آمیز اشعار لکھے جاتا ہے —

کلام میں طول ضرور ہے - وہ ایک ابلتا ہوا چشمہ ہے جس کا روکنا مشکل ہے —

یہاں اس مثنوی کے بعض مقامات کا انتخاب دیا جاتا ہے - اس مثنوی نیز اس کے بعد علی نامے اور تاریخ اسکندری کے انتخابات میں نے کسی قدر ضرورت

عام طور پر دستیاب نہیں ہوتیں خاص کر آخر کی دو کتابیں، جن میں سے علی نامہ کا ایک آدھ نسخہ تو خیر یورپ میں کہیں مل بھی جاتا ہے لیکن تاریخ اسکندری کا نسخہ سوائے میرے کتب خانے کے کہیں نہیں ہے۔ اس لیے ان انتخابات سے نصرتی کے کلام اور زور بیان کے صحیح اندازہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

حمد

نصرتی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی مثنویوں میں حمد بھی اسی ڈھنگ کی لکھتا ہے جس رنگ کی مثنوی ہوتی ہے۔ چونکہ گلشن عشق ایک عشقیہ مثنوی ہے اس لیے حمد کے اشعار بھی اُسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں —

صفت اس کی قدرت کی اول سراؤں
دھریا جس نے یو گلشن عشق ناؤں

کیا کر کرم عشق کا تس ابھال
یو باغ آفرینش کا پکڑیا جمال

عجب کوئی توں اے باغبان جہاں
کہ صنعت میں تجھہ چل سکے نا زباں

رنگا رنگ جے گل یو بن باس ہے
او ہر گل میں تجھہ عشق کی باس ہے

اپس حسن دیکھلا ہر یک تھار ہور
ہر یک دل میں پاڑیا ہے کئی بھانت شور

کدھیں نور یوسف کوں دے شب چراغ
دیا عشق کا تس زلیخا پہ داغ

کدھیں پاز شہریں سوں خسرو کو کام
کیا کوہ کن کوں وفا میں تمام

کدھیں نوہ لیلی کے لئی دل میں ہوس
پھر یا ہو کے مجنوں گلوا بڈ کو ترس

کیتے پھول ایسے کھلایا ہے ہور
اجھوں بن میں تس بلبلاں کا ہے شور

دیا عشق کوں تونچہ عزت کمال
تُہیں ہے جمیلٌ یحب الجمال

نظارے میں عارت نظر باز کوں
دسے ہر طرف تیری قدرت کا سوں

زمیں کا توں قطعہ مصور کیا
فلک کا مرقع توں انور کیا

فلک کے زنگاری یو صفحے کو توں
دیوے زیب نت سرخ سر لوح سوں

کدھیں تس میں بوٹا سونہری دھرے
کدھیں تس میں لیا گل روپیری بھرے

نہ کس سار توں کوی نہ تجھہ سا رہے
صفت بھی تری مثل تجھ بہار ہے

توں باقی فنا جگ یو لاریب ہے
توازا تہیں عالم الغیب ہے

اتھا تونچ اول ہور آخر تہیچ
سمجھتا سو مخفی و ظاہر تہیچ

ترے نور کا شعلہ ہر کہت اچھے
کہت تو نیچ ہور تونچ پر گت اچھے

مہیں کیا جو ھملا تہی کچھہ ہوے بات
کہ جو اصل چھوٹے سو وو تھرے ہات

تہیں دل کے عالم کو کیتا وسیع
فلک عقل کا تونچ کیتا وسیع

دیا عقل سا جیو کوں یار شفیق
اسے تیں دیا پانچ حس کر رفیق

جہاں پروری میں کرم کے اوپر
دھرے دوست دشمن پہ توں یک نظر

سیویں مسجدی ہور دیری تجھے
ملگیں دل سوں سب مہت وبوری تجھے

توں جگ مہت ہے ہور ناتے سوں پاک
توں مطلوب طالب ترے لاک لاک

مناجات | مناجات کے چند شعر ملاحظہ کیجیے —

الہی تہیں جگ کوں داتار ہے
کرم مصحف تجھہ پر سزاوار ہے

فریباں پہ بخشش میں نہارا سو تونچ
ملکے تے بھی لئی دیلھارا سو' تونچ

الہی میں اس جگ میں گم نام تھا
ادک پختہ کاراں میں ات خام تھا

عنایت کیا آسمانی مجھے
بچن کی دیا در فشانی مجھے

ہر یک گو ر بھی شاھاں کے لائق دیا
بہا نو رتن تھے بھی فائق دیا

رتن دیکھتے لوگ لیا تا سو میں
سمجتے ہیں کوئی کاں تھے پایا سو میں

میرا سیلہ خالبچ یک کھن ہے پن
بھرے فیض تجھ پل میں کئی لک رتن

میرے من کا طوطی تو بے کام ہے
کرانا تو بات اس کو الہام ہے

سخن دل میں اُپچا نہارا تھیں
زبان پر اُسے لیا نہارا تھیں

میرا سن تو تھا خار زار یک جلگل
کیا باغ تیرے عطا کاچ جل

رنگا رنگ پھلیں جو ہیں بے قیاس
وو ہر گل کوں دے معرفت کی سُباس

نہالاں خیالاں کے بن کے تمام
ڈولغیار رکھ تجھ ہوا میں مدام

رنگیلا یو ہر یک نزاکت کا پات
پسارا یا جوہے تیری رحمت کوں ہات

اوہر ہات رحمت سوں کر پورتوں
عطا کر سو نورِ علی نور توں

دیے ایسا سخن کے جہاں میں قلم
جو الہام کی فوج کا ہوے علم

دیکھاوں جو تجہ فیض تے چے خیال
کر اُس شعر کو عین سحر حلال
هر یک حرف تیں کر دیکھا جام جم
معانی میں تس بھر مسیحا کا دم

نعت

زہے نامور سید المرسلیں
کہ آخر ہے وے شافع المذنبیں
عجب آفرینش کے دریا کا دُر
کہ جس نور تے بحر هستی ہے پر
نول رُکھ پہ خلقت کے ایدل توں بیج
وهی پہل ہے آخر جو اول ہے بیچ
تہیں حق سے نت همزباں همکلام
تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام
تہیں لامکاں کے دھنی کا انیس
توں بے مثل بے شبہ کا هم جلیس
زباں سوں امو لک کہر سلج تو نچ
دھرے سینہ حق راز کا گنج تو نچ
جتے مرسلاں میں تو ایروپ ہے
او طالب هیں تو حق کا مطلوب ہے

حضرت بندہ نواز کی تعریف منقبت کے بعد حضرت بندہ نواز کی تعریف بھی بڑی عقیدت سے کی ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے هیں —

زباں دھو کے پھل نیر سوں مکھ میں لاؤں
یو سید محمد حسینی کا ناؤں

جتے عاشقاں میں اچھے سر فراز
جلے جگ کا مخدوم بندہ نواز

تصرف تجی مخزن عین کا
پر دیا ہے توں آس دارین کا

کیا پل میں نوروز شہ کوں تباہ
گھڑی میں چہ سلطان احمد کوں شاہ

جو کوئی تجھ محبت کے ساتے اہیں
وہ دنیا میں رہ دین پاتے اہیں

دکن کی عجب بختور خاک ہے
کہ جس بیچ تجھ خوابگہ پاک ہے

بادشاہ کی مدح اس کے بعد علی عادل شاہ کی طویل مدح ہے، پہلے ہی شعر میں اُسے اپنا اُستاد کہتا ہے "پہنچے پیر کے وصف اُستاد ہے"۔ اسی میں بادشاہ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کی بھی تعریف ہے، وہ اشعار اس سے پہلے نقل ہو چکے ہیں —

رکھنہار ناموس عزت کوں تو نچ
بڑا سب تے اب عقل و ہمت کوں تو نچ

زہے نوجواں عقل میں پیر توں
بڑا دور بیں نیک تدبیر توں

زمانے کا سر رشتہ ساندیا تہیں
توں تا چرخ کا تہات باندیا تہیں

اتھا عشق ذرہ ھوا تجھ تھے سور
ھر یک شے میں اپنا دیکھیا یا ظہور

دیا عشق کی بات کوں توں سواد
کیا کہنہ قصہ زمانے نے یاد

زمانے کی میں یادگاری بدال
لکھیا قصہ تجھ نانوں سوں میں نوال

حسب حال | حسب حال میں لکھتے ھیں —

سخن کا محل ہے زہے پائدار
رھنہار ہے جگ میں جم برقرار

بندیا جن عمارت یو بنیاد سوں
قیامت تلگ نہ ڈھلے باد سوں

اس کے بعد اپنے والد اور اپنی تربیت اور بادشاہ کی قدر دانی وغیرہ کا ذکر ھے جس کا بیان اس سے قبل آچکا ھے —

عقل کی تعریف | حسب حال کے بعد عقل کی تعریف میں کچھ اشعار لکھے ھیں —

بزرگاں کا یو نقل حجت اھے
کہ العقل نصف الکرامت اھے

کذا بلکہ فوق الکرامت سدا
کہ اس عقل سوں ھم پچھانے خدا

اچھے عقل یک دولت ناپدید
اچھے عقل مشکل کی حل کی کلید

چلے عقل تے دین دنیا کے کام
دونو جگ میں عاقل دسے نیک نام

آگے چل کر کہتا ہے کہ شعر و سخن کی روشنی عقل ہی کے طفیل میں ہے ۔ یہ سب تعریفیں کرتے کرتے آخر میں کہتا ہے :—

اتل عقل کا گرچہ گنج مست ہے
ولے عشق شرزہ زبردست ہے

کہ جس ٹھار پر ہوے شرزے کی چال
تو اس ٹھار گنج کا چلے کیا مجال

عشق کی مدح

یہیں سے دوسرا باب عشق کی مدح میں شروع ہو جاتا ہے اور اس کے اوصاف اور کارستانیوں کے بیان میں خوب خوب شعر کہے ہیں —

کرنہار امرت کو شرمندہ عشق
دھرے ناٹوں سو جگ میں نت زندہ عشق

بقا کی جسے جگ میں شاہی اچھے
اجل جس کے گھر کا سپاہی اچھے

اتھے داغ میں جس کے مرہم سوں درد
اگن جوش انگے جس کے لگتی ہے سرد

سدا فکر نو سکھہ ہو جس پاس اچھے
رگت نیر ہور ان جسے ماس اچھے

دلاں کا ہے اے عشق توں بادشاہ
جہاں تر ہے سو وانچہ تجھہ تخت گاہ

دِیوا راہ کا تجھہ سو کالا دسے
اندھار اچ تیرا اوجالا دسے

کیا سر خوشی جگ میں مشہور تو نچہ
خرابات عام کیا پور تو نچہ

تہرا خار پھکر ہے گلزار تے
تہرا ور ہے دیوانہ ھشیار تے

دلاں کوں اگن کھیل تجھہ تے ہوا
انجو تس اُبر تول تجھہ تے ہوا

چڑاوے سکی کوں ترا سے مدن
دیکھا وے تسے آگ کر پھولبن

چلانا ہوس سوں مرا دھیان ہے
سورج تجھہ ہوا کا سوریا پان ہے

نصیحت تو تجھہ شہر میں غدر ہے
ترے ملک میں صبر بے قدر ہے

اب میں نصرتی کے کلام سے ایسے نمونے دیتا ہوں جن سے اس کی واقعہ نگاری یا جذبات و کیفیات کی قدرت معلوم ہو۔ قصے کی روداد تو آپ پڑھ چکے ہیں' اس مقام کا خیال کیجئے جب درویش راجا کی بھیک لینے سے انکار کرتا ہے اور خالی چلا جاتا ہے اور راجا فقیرانہ لباس پہن کر اس کی تلاش میں نکلتا ہے۔

پھرا کر سو شاہی کرے بھیس کوں
چلیا یوں سنیاسی ہو پردیس کوں

فقیری کا بیان

اب فقیری کے لوازمات اُس نے اسی نوعیت کے بیان کیے ہیں جو دیا شنکر نسیم کا رنگ ہے۔ اگر وہ اس بیان کو لکھتے تو یقیناً

۱۹۳۶۲

اسی طرح لکھتے - پہلے معصلت کی گدڑی زیب بدن کی ' توکل کی کچکول ہاتھہ میں لی ' قناعت کی راکھہ بدن پر ملی اور آہ کا سنکھہ ساتھہ لیا وغیرہ وغیرہ —

کنتھا سخت معصلت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا
چڑایا سو تن پر قناعت کی راک
سنکے کرلیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کے مدرے دیا گوش کوں
کیا حلم زنبیل ادک ہوش سوں
یو راحت کوں دنیا کی مرگان کر
لیا راکھنے پگ تلیں آن کر

لیا حرص کے پھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دھونی نت سکل
کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا
اتل قصد کے ہت موتاری لیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز ہات
لیا خوش خیالاں کے چیلے سنگات

باغ کا سماں | راجا ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے جب درویش تک پہنچتا ہے تو اس پرفضا مقام کا سماں کھینچتا ہے کہ اس سبز زمین میں حوض بھرے بھرے ایسے پیارے معلوم ہوتے تھے جیسے ہرے طبق میں شراب بھرے پیالے - چمنوں میں چو طرف پانی نہیں بہہ رہا

تھا بلکہ جام مےشراب سے لبریز ہو رہا تھا اور وہ شراب بہہ بہہ کو درختوں کے رگ و پے میں پہنچ رہی تھی جس کی مستی سے درخت مدھوشی کے عالم میں جھوم رہے تھے- کنول کی خوبصورت کلیاں ایسی بھلی معلوم ہوتی تھیں جیسے چھلی کے شیشوں میں رنگ برنگ شراب - ; میں جا بجا خوبصورت پیالوں سے بھری ہوئی تھی گویا صبا کے ساقی نے ان سے بزم کو آراستہ کر رکھا تھا - سایل نے اپنی زلفیں چھوڑ رکھی تھیں اور پھولوں کی ڈالیاں معشوقوں کی طرح مست جھوم رہی تھیں - جب سارا بن (باغ) مستی سے بے حس ہو گیا تو باد صبا نے ازراہ تفنن خاص ادا سے کلیوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکا اور وہ مخمور (چمن) کھلکھلا کر ہنس پڑا - پھر بزم از سر نو تازہ ہو گئی اور راگ رنگ کا دور شروع ہوا - ہوا نے مطرب بن کر پتوں کا دف بجانا شروع کیا اور کوئلیں اور پپیہے تانیں اڑانے لگے - مور ناچنے لگے ' کبوتروں نے قلا بازیاں کھائیں ' فاختہ دو کو کرنے لگی ' وغیرہ وغیرہ - اب نصرتی کے اصل اشعار سنیے —

سُہیں حوض پر ہر چمن میں ہرے
طبق سبز میں جام جوں مے بھرے

بھگا تھا نہ چمناں میں چو گرد آب
او لبریز تھا جام تے تس شراب

وہی ہو ہر یک رکھ کے تن میں اثر
سکے ہو کے جھولتے تھے ات بے خبر

سہا ویں کلیاں یوں کنول کہاں سونگ
کو پیاں چمن کیاں سے بھریاں رنگ رنگ

پیالیاں سے خوش بھوئیں چلی جا بجا
رکھی بزم میں بھر او ساقی صبا

لٹاں چھوڑ سنبل کی خوش بالکیاں
نگاراں ڈولیں مست پھل ڈال کیاں

رھی تھک ھو جب بن خماری کے سات
صبا باؤ کے ھت سوں ھنسنے کے دھات

کلیاں پر تھنڈا نیر ست چھب سوں ویں
ھنسا تس مکدر اُنیندیاں کی تئیں

کریں بزم کو تازہ پھر بہد رنگ
دھرے جشن میں سرتے خوش راگ رنگ

ھو مطرب یوں برگ کا دف بجائے
پپیہا و کوئل نوی تان اُچائے

سو سر خاں دیویں کھیلیے سُر خوش گلا
کریں کوک کوکے دلاں مبتلا

لگے ناچنے مھور ھو بے خبر
کریں حال لوٹن نکل رقص پر

ھوا دھر کبوتر کلاتاں میں آے
پراں جوڑ تالیاں سوں دستک بجاے

صبح | دیکھیے طلوع آفتاب اور دن کے نکلنے کو کس طرح بیان کرتا ھے۔ صبح نے جب مشرق کے پل

پلد ۲ (جو دریاے ظلام بندھا ھوا تھا) ڈاٹا کھ

تو نور کا سیلاب اُبلتا ہوا نکلا اور دنیا میں چاروں طرف پھیل گیا۔ اس عالم کا حوض غدیر جو خالی پڑا تھا، اس میں ہر طرف سے سونے کا پانی بھر گیا۔ فلک نے اپنی چھاتی سے سیاہی کو دھویا اور زرّین لباس سے جگمگانے لگا۔ خلقت کی آنکھوں کے کواڑ کھلے اور رات بھر کے جو مخمور تھے انھوں نے اپنے ہوش حواس درست کیے۔

صبح شرق کے پیال کے پل تے ٹھوک
نکالیا جو کلنچن کے جب تم نے کوک
اُبلتا نکل نور کا نہر تب
ہو آمیز عالم میں چوندھیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر
بھریا شش جہت بیچ کلنچن کا نیر
سیاہی کوں چھاتی تے دھویا فلک
زر افشاں کسوت سوں پکڑیا جھلک
کواڑاں کھولے خلق کی نین کے
دھری سدھ جو مخمور تھے رین کے

چاندنی کی کیفیت

سورج کا طلوع تو آپ نے دیکھ لیا اب چاند کی جلوہ فرمائی ملاحظہ کیجیے۔ اس میں نصرتی نے اپنی شاعری کا زور دکھایا ہے —

شعر۔ ڈوباتی او نیلاب مغرب میں رخش
نکل آئی نس ہو ہلو فیض بخش

(مطلب) رات نے اپنا مشکی گھوڑا مغرب کے دریا میں ڈالا اور فیض بخش دوست بن کر نکلی

شعر - چندر پاک چھاتی تے دھویا غبار
سورج کا ہوا آئینہ تابدار

(مطلب) پاک چاند نے اپنی چھاتی سے غبار دھویا
اور سورج کا آئینہ (بدر) روشن ہوا

شعر - دیے جلوہ خوش نسیتی کے حضور
کیا پردہ پردہ نشیناں تے دور

(مطلب) تاجدار شب کے حضور میں جلوہ دکھانے کے لیے
سب پردے نشینوں نے پردے اٹھا دیے

شعر - دینے جوش پُر نور سیلاب کا
ہوا تھا کوا چاند سیماب کا

(مطلب) پر نور سیلاب کے جوش دینے کے لیے
چاند سیماب کا کنواں بن گیا تھا

شعر - گگن پر نہ ہر تھار تارا دسے
کٹورے بھریا سب او پارا دسے

(مطلب) آسمان پر کہیں کوئی تارا نظر نہ آتا
وہ بالکل ایک پارا بھرا کٹورا معلوم ہوتا تھا

شعر - صفائی سوں چندنے کے چارو رخن
جھلکتی تھی بھوئیں صاف ابرک نمن

(مطلب) چاندنی کی براقی سے چاروں طرف
زمین ابرک کی طرح چمک رہی تھی

شعر - فلک اور زمیں پُر انے نور میں
چھپیا تھا جگتا مشک کافور میں

(مطلب) زمین اور آسماں نور سے بھرپور تھے
جس قدر بھی سیاہی تھی وہ سب کافور (روشنی) میں چھپ گئی تھی

شعر - مگر دھم یہ چادر سرمع کی ست
زمین پر بچھائے تھے اجلا تکت

(مطلب) ایسا معلوم ھوتا تھا کہ گویا آسمان پر سرمع چادر
تان دی ھے اور زمین پر شفاف روپہلی چادر بچھی ھوئی تھی

شعر - پوں اب وطن میں دھرپا تھا قرار
نہ کوئی پات ھلتا اتھا اس منجھار

(مطلب) اس وقت کوئی پتا تک نہیں ھلتا تھا
شاید ھوا وھاں سے رخصت ھوگئی تھی

شعر - سہاتے تھے یوں پھول پھل ڈال پر
پیالے ھیں چھٹی کے جوں دود بھر

(مطلب) ڈالیوں پر پھول پھل ایسے بھلے معلوم
ھوتے تھے جیسے دود بھرے چیلی کے پیالے

شعر - کھڑا تھا سب اس دھات حوضاں میں نیر
مگر دود کا کر رکھے تھے پنیر

(مطلب) حوضوں میں پانی اس طرح ساکت کھڑا تھا
گویا دودھ کا پنیر بنا کر رکھ چھوڑا ھے

فراق کی کیفیت | کنور کے ھجر کی حالت بہت تفصیل سے بیان کی ھے' بعض وقت طول مہب کی حد تک پہنچ جاتا ھے - چند شعر اس مقام کے لکھے جاتے ھیں جس سے شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ھوگا —

شعر - نہ کس سات کہنا مجھے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن ھوش لگاے

مطلب - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاھتا ھے
نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ھوتا ھے

شعر - دسے دیس تو نس اندھاری مجھے
رین کالے دوزخ تھے کاری مجھے

(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ کالا معلوم ہوتا ہے
اور رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک

شعر - انکھیاں کھولتا ہوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا ہوں تو یوں خوف آئے

(مطلب) آنکھیں کھولنا ایک لحظے کے لیے بھی نہیں
بھاتا اور اگر بند کرتا ہوں تو ڈر ہے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سلگ
ستے پھر کے خرمن میں من کے انلگ

(مطلب) پھر وہی دشمن جان خواب میں نہ آجاے
اور میرے دل کے خرمن میں آگ نہ لگادے

شعر - پڑیا آہ ماھی نمن مجھ رھنا
گنوانا زباں ہور نہ چک مونچنا

(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رہنا پڑتا ہے
زبان بند آنکھیں کھلی ہوئی

کشتی کی روانی جب کنور اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہوتا ہے تو دریا پر کشتی کی روانی کی کیفیت کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا ہے - چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - چلیاں جل پہ کشتیاں ڈھل اس حال میں
ڈھلاتے ہیں پارے کو جوں تھال میں

(مطلب) کشتیاں پانی پہ اس طرح جا رہی تھیں
جیسے کوئی پارے کو تھال میں رکھ کر ڈھلکاتا ہے

شعر - کھیں بحر کو خلق کالا بدل
ہور اس تیز کشتیاں کو بجلیاں چھل

(مطلب) گویا یہ بحر کالا بادل ہے
اور کشتیاں تیز بجلیاں -

شعر - سبک ہے کی کشتی فلک بحر پر
چلے کیا کہ اس تے بھی ہو چاند تر

(مطلب) جس طرح بحر فلک پر چاند کی هلکی پھلکی کشتی
چلتی ہے یہ اس سے بھی تیز تھی -

شعر - اُٹھے موج گر نہاسنے کف بکف
کنارے پڑے لہا اپس منہ میں کف

(مطلب) اگرموج اس سے دوڑکی شرط باندہ کر دوڑے توتھک
کر کنارے پر جا پڑےگی اور منہ میں کف آ جائے گا۔

شعر - بندے باؤ جب یک یکس سوں تھریاں
بلند موج سوں چڑ اُتر کیاں سڑیاں

(مطلب) ہوا جب زور سے چلتی ہے تو
اونچی موجیں چڑھنے اترنےکی سیڑھیاں بن جاتی ہیں

شعر - چڑنت میں تو چڑتی چلیں ماہ لگ
اترنے میں اتریں سو ماھی تلک

(مطلب) چڑھتے وقت وہ (کشتیاں) ماہ
تک پہنچ جاتی ہیں اور اترتے وقت ماھی تک

شعر - جتیا کچھ جو کشتی کو جھولا لگے
وہ جھولا دریا کوں ھنڈولا لگے

(مطلب) جس قدر کشی کو دھکا لگتا تھا
تو وہ دھکا دریا کے حق میں ھنڈولا تھا

شعر - دس آوے سو دیکھیں تو چو پھیر جب
اُپر آسماں ہور تلیں نیر سب

(مطلب) جب دیکھتے ہیں تو چاروں طرف کیا
نظر آتا ہے - اوپر آسماں اور نیچے پانی

اس کے بعد شاعر نے سمندر کی مخلوق کا حال بیان کیا ہے اور طرح طرح کے جاندار جو اس میں اباد ہیں ان کا ذکر نام لے لے کر کیا ہے --

سردی کا بیان

اسی مسافرت میں ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں انتہا درجے کی سردی تھی اور برف باری اور غضب تھی - اس سمے کا بیان طول طویل ہے صرف چند شعر لکھے جاتے ہیں :-

شعر - ستی یوں زمیں پر ہوا برف رچ
کہے ہین مگر فرش بلور و کچ

(مطلب) ہوا نے زمین پر برف کے ڈھیر اس طرح برسائے ہیں
کہ وہ گویا بلور اور کچ کا فرش بن گئی ہے

شعر - ادک درد سردی کا آزار ہو
نہالاں اتی ٹھنڈ سوں بیمار ہو

(مطلب) سردی کی شدت سے ایسی تکلیف ہوئی
کہ تمام درخت ٹھنڈ سے بیمار ہوگئے

شعر - اتھا نزع میں جیو ہر پات کا
کلیاں میں نہ تھا خندہ خوش دھات کا

(مطلب) ہر پتے کی جان نزع کی حالت میں تھی
کلیوں میں بھی اب ہنسی کا کوئی نشاں باقی نہ تھا

شعر - نہ سکتی تھی ہو کونپلی سر فراز
نہ تک ہو سکے بیل کا ھت دراز

(مطلب) کونپلوں میں اتنا دم نہ تھا کہ سر اُٹھا سکیں
اور نہ بیل هاتھ دراز کرسکتی تھی

شعر - چھپیاں سو کلیاں اوڑ توپن لحاف
ہوا تھا سو اس پر بھی یخ کا غلاف

(مطلب) کلیوں نے توپ اور لحاف اوڑھ رکھا تھا (یعنی پتوں میں
چھپ گئی تھیں) اور ان پر یخ کا غلاف چڑھا ہوا تھا

شعر - بندی تھی ہوا راہ پر یخ کی سد
اُسے داق جانے نہ تھا کس بھی حد

(مطلب) ہوا نے رستے میں یخ کی سد باندھ رکھی تھی
اور کسی کی قدرت نہ تھی کہ ادھر جاے

شعر - اُڑے تو پلکھی کس کدھن پر جھٹک
پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

(مطلب) اگر کوئی پرند اُس طرف اڑنے کا قصد کرے
تو اُس کے پر برف سے گل کر گر پڑیں

شعر - سو ویسے پہ کیوں آدمی جاے چل
پڑے پانوں دھریچ سر اگ پگل

(مطلب) سو ایسی جگہ آدمی کیوں کر چل سکتا ہے
جہاں پانو رکھتے ہی بھیجا پگھل جاے

تمازت آفتاب | اس کے مقابلے میں تمازت اور دھوپ کا رنگ ملاحظہ کیجیے --

شعر - جوانی سوں تھی دھوپ بھرروت میں
سورج تھا مگر آخر حوت میں

(مطلب) گرمی کا آغاز شباب تھا شاید
سورج حوت کے آخری درجے میں تھا

شعر - نہ کھہ سور بل اگ کا بادل اتھا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتھا

(مطلب) اسے سورج نہ کہو بلکہ وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ کا پانی تھا

شعر - مگر کھولیچ دوزخ کے دریاتے نیر
برستا اتھا جگ پہ جلتاچ تھیر

(مطلب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی کھیچ آیا تھا
جو متواتر اس دنیا پر برس رہا تھا

شعر - کرن ہیں سو سب جل کی دھاریاں دسیں
ہر یک ذرہ قطرات باراں دسیں

(مطلب) کرنیں سب اُس پانی کی دھاریاں معلوم ہوتی ہیں
اور ہر ذرہ اُس بارش کا قطرہ

شعر - زمیں تے فلک لگ سب یک دھات سوں
بھرے سرور آتش کی برسات سوں

(مطلب) زمیں سے آسماں تک ایک وضع پر
آگ کی برسات سے تالاب بھرے ہوے تھے

شعر - لگی مارنے جب سراباں کی موج
چلی چوکدھن تب حرارت کی فوج

(مطلب) جب سراب موجیں مارنے لگا تو
ہر طرف حرارت کی موج چلنے لگی

شعر - بھری یوں حرارت ہر یک تن منجھار
نہ سیتلا سماسک اوبل آئی بہار

(مطلب) ہر ایک کے تن بدن میں حرارت اس طرح بھر گئی تھی
کہ سیتلا اندر نہ سما سکی اور باہر نکل آئی

شعر - پڑی تھی نہ کیں چھاؤں ہر تن تے ڈھل
او نکلی سو سیتلا بھٹی تے اکل

(مطلب) یہ جو جسم کی چھانو سی نظر آتی تھی یہ چھانو نہ تھی
بلکہ سیتلا تھی جو بھٹی یعنی بدن سے باہر نکل آئی تھی

شعر - دھوک دھک ادک اگ کے ہر صبح و شام
گگن سرخ تانبے نمن ہوے تمام

(مطلب) ہر صبح و شام آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے
اور آسماں سرخ تانبا ہو رہے تھے

شعر - برستی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں رہے تھے چھاتی تڑک

(مطلب) جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑ اور زمین کی چھاتی تڑقی جاتی تھی

شعر - مگر سور کے نور کے تیں گگن
نہاتا اتھا اصل نورے نمن

(مطلب) شاید سورج کی حرارت سے آسمان نے
چونے کی ایک بھٹی پیدا کردی تھی

شعر - نکل تس تے جا سب ہریالی کے بال
اتھا بھوئیں کے سر چاے چاتے کا حال

(مطلب) جس کی وجہ سے ہریالی کے سب بال اڑ گئے تھے
اور زمین کا حال گنجے سر کا سا ہو گیا تھا

شعر - پڑیا تھا نہ دریا میں موجاں سے شور
اتھا نیر ابلتا ہو بھوئیں گرم زور

(مطلب) یہ دریا میں موجوں کا شور نہ تھا بلکہ
زمین کے سخت گرم ہو جانے سے پانی کھول رہا تھا

باغ کی بہار | اسی عنوان سے شاعر گرمی کی شدت بیان کرتا چلا جاتا ہے اور طرح طرح کے استعارے اور تشبیہیں استعمال کرتا ہے - کنور جب چنپاوتی کے باغ میں جاتا ہے تو باغ کے حسن و خوبی' پھولوں کی بہار' اور پرندوں کے چہچہانے کا ذکر تقریباً آٹھ صفحوں میں کرتا ہے اور شاعری کا پورا زور دکھاتا ہے - اس میں مختلف قسم کے پھولوں اور طرح طرح کے پرندوں کے نام لیتا اور ان کے حسن و جمال کا بیان کرتا ہے - اس طویل بیان کا انتخاب بہت مشکل ہے - صرف چند شعر لکھتا ہوں :

شعر - فرح بخش یک سبز تر باغ تھا
فلک کو ہر یک پھول جس داغ تھا

شعر - سنتھیں عکس سو تس منور چمن
ستارے بھریا ہوے ہریا گگن
(مطلب) اگر یہ نورانی چمن اپنا عکس ڈالے
تو ستاروں بھرا آسماں ہرا ہو جاے

شعر - دیکھت مسکنتھیں گلرخاں ہر کلی
کریں دل کو خوباں کی گل گد گلی
(مطلب) جس کی ہر کلی کو دیکھکر گلرخ مسکرانے لگیں
اور جس کے پھول حسینوں کے دل میں گدگدی پیدا کریں

شعر - بنفشہ دھڑی لالہ لعل لباں
سو رنگ گال جیسے گل ارغواں
(مطلب) بنفشہ دھڑی تھا اور لالہ معشوقوں کا لب
اور گل ارغواں سرخ رخسار جیسا

شعر - چاندر گل تے چاندر کی چھاتی پہ داغ
گل سور تے سور کا زرد باغ
(مطلب) گل چاندنی سے چاند کی چھاتی پر داغ تھا
اور سورج مکھی سے سورج کا باغ زرد

شعر - گل اورنگ کا تختہ یوں روت کا
کہ جوں پانچ میں کام یا قوت کا
(مطلب) گل اورنگ کے تختے پر ایسی بہار تھی
کہ جیسے زمرد میں یا قوت کا کام

شعر - نہ کہہ رکھہ نہالاں انہی کانچ کے
نہ چمناں کے تختے اکھنڈ پاچ کے
(مطلب) انہیں درخت نہ کہو یہ سبز شیشے کے پودے ہیں
یہ چمن کے تختے تمام زمرد کے ہیں

شعر - پڑے دھوپ و چند نے تے نس دن نظر
سوتے سھم و زر حل ورق سبز پر
(مطلب) شب و روز دھوپ اور چاندنی کے پڑنے سے
یہ معلوم ھوتا تھا کہ سبز ورق پر سونا چاندی حل کردیا گیا ھے

اس کے بعد پرندوں کا ذکر، ایک ایک کا نام لے کر، بڑی تفصیل سے کیا ھے اور ان کے رنگ روپ اور دوسری خصوصیتوں کو عجب شاعرانہ رنگ میں بیان کیا ھے۔ نمونے کے طور پر صرف چند شعر نقل کیے جاتے ھیں:

شعر - پتمبر بلدی زرد پولک نے کھول
پتیاں گھوت اوڑی دھلور شال کھول
(مطلب) چوبک نے زرد ریشم کے کپڑے پہنے
اور کنگھی کرکے (طوس) شال اوڑھی

شعر - سلونی خوش الحان کویل سیاہ
کری سام کسوت ادک خوش نگاہ
(مطلب) کالی سلونی اور خوش الحان کویل نے
سیاہ دلفریب لباس پہنا

شعر - تیتوری رنگی پاؤں مہندی سوں سب
کری پان طوطی نے کھا لعل لب
(مطلب) تتیری نے پانوں مہندی سے رنگے
اور طوطی نے پان کھا کر لب رنگیں کیے

شعر - کوا چور گشتگی کمل تازہ اوڑ
کرے گشت الٹکاں کو ناچاے چھوڑ
(مطلب) چور کوا نیا کالا کمل اوڑھ کر
دیواروں کے ارد گرد گشت لگا رہا ھے

شعر - زرہ داؤدی پہین اھک تاؤتے
لھوے بن میں پھرنے ادک چاؤتے
(مطلب) لوے داؤدی زرہ بڑی شان سے
پہن کر باغ میں بڑے شوق سے پھر رھے تھے

اب ہر پرندے کے رنگ بتاتا ھے اور کہتا ھے کہ یہ رنگ انھیں کہاں سے ملے - مثلاً :-

شعر - پنکھیرو پہ سٹنے کوں رنگ صبحگاہ
کہتی گل کے کانسے بھر یا رنگ ماہ
(مطلب) صبح ھوتے ھی پرندوں پر رنگ پھینکنے کے لیے
چاند نے شب کے وقت بے شمار پھولوں کے کاسے بھر دیے (یعنی شبنم سے)

شعر - لے لالہ کے کانسے کسلیا بھرے
سرنگ اپنی سرخاب چولی درے
(مطلب) لالہ کے کاسے لے کر اس میں کسنبا بھرا
اور اس سے سرخاب نے اپنی چولی سرخ رنگی

شعر - لے شب گوش تے صندل و ارگجا
لیا کبک قمریاں نے کسوت بھجوا
(مطلب) شب کو گوش سے صندل اور ارگجا لیا
اور اس سے کبک اور قمری نے اپنا لباس بھگویا (رنگا)

شعر - پیالیاں میں بلبل ہوئی پیشدست
دسیں سرخ کے نین لالی سوں مست

(مطلب) پیالہ نوشوں میں بلبل پیش پیش تھی
اور سرخے کی آنکھیں لالی سے مست تھیں

شعر - اُٹھے کوئلاں مست ہوھانک مار
اُٹھی کوک کوکیاں تے بے اختیار

(مطلب) کوئلیں مست ہو ہو کر چہچہا رہی تھیں
اور کوکے بے اختیار ہوکر کوک رہے تھے

شعر - سر آ لیخ کا جا دم کوں بھرنے لگیا
گنوا ہوش لوتن نے لڑنے لگیا

(مطلب) لقا کبوتر کا سر دم سے جا لگا
اور لوٹن مدہوش ہوکر لڑنے لگا

شعر - کولاتے پراں سات دستک بجا
کولا تیاں لگے مارنے جا بجا

(مطلب) گرہ باز پروں سے دستک بجا رہے تھے
اور جگہہ جگہہ قلا بازیاں کھا رہے تھے

شعر - کلا فر کے کل کہاں قلونیاں جو کھائے
فصاحت سوں رانویاں نے پاتاں میں آئے

(مطلب) طوطے قرنفل کے پھولوں کے حبوب
کھا کھا کر بڑی فصاحت سے باتیں کر رہے تھے

اس بیان میں نصرتی نے بہتیوں ایسے پرندوں کے
دکنی نام لکھے ہیں جن کی شناخت میں بڑی مشکل

پڑتی ھے - لیکن یہ بیان تصنع اور آورد سے خالی نہیں -
اس کے بعد باغ کے میووں کا ذکر کیا ھے - شروع میں تمہید کے طور پر چند شعر میووں کے بننے، نشو و نما پانے اور پکنے میں صانع کی قدرت کو کس خوبی سے دکھایا ھے :—

شعر - ہر یک رکھہ تے نعمت وو سرجا کہ خام
کرے آب سوں آگ کی پختگہ تمام

(مطلب) ہر ایک درخت سے ایک خام نعمت پیدا ہوتی ھے
جو آگ کے پانی سے پختہ کی جاتی ھے

شعر - زھے بن کے میویاں کے صانع نول
نپاتا ھے کڑوے کسالے اول

(مطلب) میوں کا صانع بھی کیا عجیب ھے کہ
اول اول انھیں کڑوے کسیلے بناتا ھے

شعر - دھرے کیا سواد اس کی قدرت کا ھات
پکاتیں میٹھے یوں کرے جوں نبات

(مطلب) اس کی قدرت کے ھاتھ میں کیا لذت ھے
کہ انھیں پکاکر مصری سا میٹھا کر دیتا ھے،

شعر - میٹھے بور و خوشے خوش انگور کے
صفا تر ثریا تے پر نور کے

(مطلب) میٹھے بیر اور انگور کے خوشے
پر نور ثریا سے بھی زیادہ روشن ھیں

شعر - دیکھو تک تفاوت سوں کریک نظر
اگن کاں دھری اور میوے کدھر
(مطلب) ذرا اس تفاوت کو تو دیکھیے کہ
آگ کہاں رکھی ہے اور میوے کہاں -

اب میں ایک ایسے مقام کے اشعار نقل کرتا ہوں جسے پڑھ کر نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - یہ وہ مقام ہے کہ جب کنور چنپاوتی کو دیو کی قید سے چھڑا کر اس کے گھر لے آتا ہے اور یہ خوش خبری سن کر مدمالتی اور اس کی ماں چنپاوتی کے ہاں آتی ہیں - ایک دن چنپاوتی کی ماں (جو مدمالتی کی خالہ ہے) مدمالتی کو باغ میں الگ لے جاتی ہے اور باتوں باتوں میں کہتی ہے کہ ہمیں جو بیٹی کے درشن نصیب ہوے یہ سب تیرے قدموں کی بدولت ہے اور ہم تیرے بہت ہی ممنون احسان ہیں - مدمالتی یہ سن کر اس کا منہ دیکھنے لگی کہ یہ آپ کیا کہتی ہیں، میرا اس سے کیا تعلق ! - اس نے کہا میں قسم کھاتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے - اس پر مدمالتی نے کہا کہ آخر یہ کیا معما ہے فرمائیے تو سہی - تب اس نے کہا اچھا پہلے میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں اس کا سچ سچ جواب دینا اور کوئی بات مجھ سے چھپانا نہیں، اس کے بعد میں یہ معما حل کردوں گی -

مد مالتی نے کہا پوچھیے۔ اس نے پوچھا کہ کچھ دن ہوے کسی رات کو یکایک تمھاری سیج پر ایک حسین جوان آگیا تھا اور پھر تم میں باہم محبت ہوگئی تھی۔ یہ کیا بات تھی، ذرا مجھ سے کھول کے بیان کرو۔ مد مالتی یہ سن کر بہت برہم ہوئی اور کہا آپ میری بڑی ہیں اور ماں کی برابر ہیں۔ آپ کو ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔ اس پر اس نے کہا میں خدانخواستہ تجھے الزام نہیں دیتی، تو بڑی نیک دل نیک صفات ہے۔ مگر تو کیا مجھے دلالہ سمجھی ہے جو اس قدر بگڑ بیٹھی۔ تو نے جو وعدہ اپنے چاہنے والے سے کیا ہے اسے پورا کر وہ ہزاروں مصیبتوں اور آفتوں جھیل کر یہاں آیا ہے۔ اس دکھی کے حال پر رحم کر۔ کیا تم نے ایک دوسرے کو نشانی نہیں دی تھی؟ اب سچی بات سے کیوں مکرتی ہو؟ مد مالتی اور بگڑتی ہے اور کہتی ہے کسی کی کیا مجال ہے مجھ تک پہنچ سکے۔ تمھیں جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ شاید بھاگی لڑکی سمجھ کر یہ جرأت کی ہے۔ اور اُٹھ کر چلنے لگی تو خالہ نے جھٹ اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا اوھوری مکار! مجھے جُل دیتی ہے۔ اچھا بتا تو یہ موتیوں کی مالا کس کی ہے؟ پھر ایک انگوٹھی دکھا کر پوچھتی ہے کہ پہچان تو یہ کس کی ہے؟ پھر وہ سارا قصہ بیان کرتی ہے کہ کنور نے

کس شجاعت اور بہادری سے دیو کو مارا اور چلپاوتی کو چھڑا کر لایا - ہم اس کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اب تو اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے وصل سے اسے شاد کام کر۔ مد مالتی کا دل تو پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا، شرم کو بالاے طاق رکھہ اپنے درد دل کو بیان کرتی ہے - یہاں نصرتی نے بلا شبہہ اپنی شاعری کا کمال دکھایا ہے اور ایسی حالت میں دل پر جو گزرتی ہے اس کیفیت کو اس خوبی اور سچائی کے ساتھہ لکھا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے - کہیں تو اس نے فطرت انسانی کی اس صداقت کو دکھایا ہے جو سحر حسن کی مثنوی میں نظر آتی ہے اور کہیں وہ نسیم کی طرح تصنع اور تکلف سے کام لیتا ہے - گلشن عشق میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ جب اُس پر یہ بات کھل گئی کہ خالہ کو سارا راز معلوم ہے تو اس کی یہ حالت ہو گئی —

شعر - ہلوتے او جب ہت کا پارا چھٹا
سو تن من میں تب سرتے دھڑکا اٹھا

(مطلب) جب دوست کی یاری کا ذکر چھڑا
تو اس کے تن من میں از سر نو آگ بھڑک اٹھی

شعر - نچھل موم باتیاں نمن استخواں
سلگ تن کے فانوس میں رہے نہاں

(مطلب) ہڈیاں خالص موم بتیوں کی طرح سے
تن کے فانوس میں جلنے لگیں

شعر - سو پر تاپ ادک روپ سارا هوا
سرب سرخ تن جو انگارا هوا
(مطلب) اس کا جمال گرمی سے چمکنے لگا
اور اس کا سرخ بدن انگارے جیسا هو گیا

شعر - دھری جوش دھک سوں دروہ نے کی دیگ
سو پکنے لگیا دل کلیجے سوں بھگ
(مطلب) اس آگ سے دل کی دیگ ابلنے لگی
اور کلیجا پکنے لگا

شعر - نکل بھار جلنے اوساساں کی بھاپ
چلیا جل اوبل چک سوں آپس تے آپ
(مطلب) آھوں کی بھاپ باھر نکلنے لگی
اور آنکھوں سے آنسو خود بخود بھنے لگے

شعر - کیتک وقت پر جوش جروا کے سب
کھی کھول پھل پھانک سے نرم لب
(مطلب) تھوڑی دیر تک اس نے اپنے جوش کو ضبط کیا
اور پھر برگ گل سے نرم لبوں سے کہنا شروع کیا

اب اپنا درد دل اس طرح بیان کرتی ھے -

شعر - کہ اے مائی کھاری کری اب توں گھات
جو کاڑی مہرے پاس دشمن کی بات
(مطلب) اے اماں ! تونے مجھے یہ کیا دکھہ دیا ھے
کہ اس دشمن کا ذکر چھیڑ دیا

شعر - نہ کہہ ساؤ اس بل گھلوری اھے
دلاں کی پھبے اس کوں چوری اھے
(مطلب) اسے ساھو نہ کہو وہ تو غارت گر لٹیرا ھے
دلوں کی چوری اسے سزاوار ھے

شعر - چھپے چھند سوں کیتا اچندک پچھاں
ادی رات کوں بھاکے جاتا ھے کہاں
(مطلب) مخفی فریب سے نادر مال کو پہچان کر
آدھی رات کے وقت لوٹ کے لے گیا

شعر - سمجتا ھے ایسی وہ جادو گری
نہتا جس کا شاگرد اچھے سامری
(مطلب) وہ جادوگری کا ایسا ماھر ھے کہ
سامری اس کا ادنی شاگرد ھے

شعر - نجانوں کہ کیا سحر کر کے نظیر
یکا یک دوروا سٹیا مجھ منددھیر
(مطلب) نہ معلوم کیسا عجیب جادو کر کے
اس نے یکایک میرے محل پر دھاوا کیا

شعر - جگا کر اپس مکھ کی مشعل کی تاب
ستم چھین لیتا میٹھی مجکے خواب
(مطلب) اپنے مکھڑ کی مشعل کی روشنی سے
اس نے عمداً میری خواب شیریں چھین لی

شعر - دو جوں تے ہو جب کھول دیکھی نین
ہوا تس اجالے سوں بے تاب من

(مطلب) پریشان ہو کر جب میں نے آنکھ کھولی
تو اس کے اجالے سے میرا من بے تاب ہوگیا

شعر - وہیں عشق کی سوز لا ہار بار
میرے دل کوں کیتا ادک بے قرار

(مطلب) فوراً عشق کا سوز بار بار لگا کر
میرے دل کو نہایت بے قرار کردیا

شعر - پرم چوٗر کی بہا کر میرے بس ملے
بھولا کراہا کھیلنے آپس مکے

(مطلب) میرے دل میں کچھ ایسا محبت کا جادو ڈال دیا
کہ مجھے خود فراموش کر کے اپنی عادت کھیلنے لیا

شعر - یو مجھ دل کا دھن میلنے مجھ ہات سوں
اسے کارذی سوز کے گھات سوں

(مطلب) میرے دل کی دولت میرے ہاتھ
سے سوز کا دکھ دے کر چھین لی

شعر - کھلوری پن اس دھات حالی کیا
سرب لوٹ من تن کوں خالی کیا

(مطلب) فی الحال اس طرح غارت گری کی
کہ سب کچھ لوٹ میرا تن من خالی کردیا

شعر - پڑی نیند یکایک وو جب بھول ذات
سو ویسے مھیں نہاتہیا کلا سکھہ کا کات

(مطلب) جب آنکھہ لگ گئی اور بھول غالب آ گئی
تو ویسے میں میرا سکھہ چین لے کر بھاگ گیا

شعر - صبا ھوے یہ جب کھول دیکھی نین
دسیا نین سو یک تل بہی مجھہ تن مھیں من

(مطلب) صبح ھوئے پر جب آنکھہ کھول کے دیکھا
تو تن میں دل کا نام و نشان نہ تھا

شعر - لوتے جا کے آن من کا کھنڈا سگل
بھٹھی ھو کے مفلس دیوالا نکل

(مطلب) تن من کی ساری درلت لٹ گئی
اور میں مفلس دیوالیا ھو کر رہ گئی

شعر - ولے اُن لگایا سو مشعل کی سوز
ادک ھوے پلپل کوں مجھہ تن مھیں روز

(مطلب) لیکن وہ جس نے یہ آگ لگائی تھی
وہ لحظہ بہ لحظہ میرے دل میں کھپا جاتا تھا

شعر - برہ کی اوبالاں جو ھے تن ملنجھار
ادک جوش سوں جھو کوں ھوے کونتدبار

(مطلب) جدائی کی آگ جو تن بدن میں لگی ھوئی ھے
اس کے بے حد جوش سے دل ملقبض رھتا ھے

شعر - اوساساں نہ کچھہ مک سکی بہاسکوں
نہ چک تھے انجھو بہار تک لہاسکوں
(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھہ سے آنسو باہر لا سکتی ہوں

شعر - یکمت نت رہوں غم سوں کر سر تلار
نہ کوئی بانٹ لیوے میرے دل کا بار
(مطلب) ہمیشہ تنہا اور غم سے سرنگوں رہتی ہوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے دل کے بوجھہ کو بانٹ لے

شعر - تلے دن تو ہر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے ہن بجر سل ہو سیلے پہ رات
(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھہ کٹ جاتا ہے
لیکن رات چھاتی پر پہاڑ ہو جاتی ہے

شعر - زرایس اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھہ انگارے لگیں
(مطلب) لباس وغیرہ بدن پر آگ معلوم ہوتے ہیں
اور سیج کے پھول انگارے

شعر - چندر مجھہ اوپر زہر کا ہوا یاغ
دیوے ہر ستارا میرے دل پہ داغ
(مطلب) چاند میرے لیے زہر کا پیالہ ہے
اور ہر ہر ستارا میرے دل پر داغ دیتا ہے

شعر - ادک سوز اگ مجھہ تلپنا پڑے
أسی گھات کے باج تپ نا پڑے

(مطلب) سوزش دروں سے میں تڑپتی رھتی ھوں
اور اس دکھہ بغیر مجھے قرار بھی نہیں

شعر - نسلگ زور سوں چھٹ أساساں کا باؤ
دیوے جوش سوں دل کے دریا کوں تاؤ

(مطلب) آھوں کا طوفان اس زور سے چلتا ھے
کہ دل کا دریا اس سے سخت جوش میں آجاتا ھے

شعر - تڑیاں نین کی تپ ابلنے لگیں
امنڈ تن کی خشکی پہ چلنے لگیں

(مطلب) تب آنکھوں کی مچھلیاں (آنسو) ابلنے لگتی ھیں
اور امنڈ کر تن کی خشکی پر چلنے لگتی ھیں

شعر - ھوے سیج بھر جل سمندر نمن
پڑے تس گھڑی سخت غوطے میں من

(مطلب) پانی سے بھر کر سیج سمندر ھو جاتی ھے اور
اس وقت دل سخت غوطے کھانے لگتا ھے

شعر - بچاری صبا دیکھتے دوڑ آئے
پکڑ ھات ڈبتے کوں کڑ کے لگائے

(مطلب) یہ دیکھتے ھی بچاری صبح دوڑتی آتی ھے
اور ھاتھہ پکڑ کر ڈوبتے کو کنارے لگا دیتی ھے

شعر - رین کل مکھی سانگ تو بر آئے نا
دیکھن زرد رو دن کوں بھی بھاے نا
(مطلب) سیاہ رو شب سے صحبت گوارا نہیں
اور نہ زرد رو دن کا دیکھنا بھاتا ھے

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ھے
اور دن قیامت کا دن ھے

شعر - مرے سر تلے یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھ دل کا حال
(مطلب) یہ کٹھن زمانہ اس طرح مجھ پر گزرتا ھے
خدا کے سوا اپنے دل کا حال کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے رو ریا کے بدل
سو ھنس کھیل گمدا سکھیاں میں سگل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے
میں سہیلیوں میں ھنس کھیل کے وقت گزار دیتی ھوں

شعر - جو دیکھوں نجھا تو دسے نین میں
جو بولوں بچن تو بسے بین میں
(مطلب) غور سے دیکھتی ھوں تو آنکھوں میں نظر آتا ھے
اور جو بات کرتی ھوں تو بیان میں بسا ھوا ھے

شعر - گرا چھتا تو کچھہ بھی مرے ھاتھہ بس
تو اس وقت یک تل لے نا کر الس

(مطلب) اگر میرے بس میں کچھہ بھی ہوتا
تو میں اسی وقت بلا تامل

شعر - سو ھر کہوں وو دل چور کا کھوج پوچ
پھر اُس لوٹ لیتی محبت سوں ووچ

(مطلب) کسی نہ کسی طرح اس دل کے چور کا سراغ لگاتی
اور محبت کے زور سے اُسے لوٹ لیتی

ایک دوسرے مقام پر بھی اسی کیفیت فراق کو بیان کیا ہے جس کے چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں-

شعر - نہ سکتی تھی رہ جو جلی باج تل
نہ بھاوے سکہاں وو جو بیٹھیں تو مل

(مطلب) وہ جو ماں کے بغیر ایک لحظہ نہ رہ سکتی تھی
اور سہیلیوں کے بغیر جسے چین نہ آتا تھا

شعر - بچن ان کے دل پر اُسے بار ہوے
جو تسکے خلل ذکرِ دلدار ہوے

(مطلب) اب ان کی باتیں اسے ناگوار ہوتی تھیں
کہ اس سے ذکر دلدار میں خلل آتا تھا

شعر - ھو باول ادک جوں پئے پر شراب
پوچھے کوئی اُسے کچھہ تو دے کچھہ جواب

(مطلب) جیسے کوئی شراب پی کر پاگل ہو جاتا ہے
اُس سے پوچھتے کچھہ ہیں اور جواب کچھہ دیتا ہے

شعر - رکھے گر چہ تس تہار نا چار تن
دھرے جھوں کوں پن آپے یار کن
(مطلب) اگرچہ وہ بظاہر یہاں ہے
لیکن جی اس کا یار میں ہے

شعر - دوجا دھیان تس دل انگے پست اچھے
نت اپلچھہ اپس حال میں مست اچھے
(مطلب) کوئی دوسرا خیال اس کے سامنے ہیچ تھا
اور وہ ہمیشہ اپنے حال میں آپ مست تھی

شعر - لبد میں وہی یاد کرتیں بچن
او تے بول یکایک سوتا جوں سپن
(مطلب) لبوں پر اُسی کی باتیں تھیں
جیسے کوئی خواب میں سوتے سے بول اٹھتا ہے

شعر - دھرے بانہہ اپس اپے سینے سوں تنگ
کہ گلہار تھے وصل کے یار سنگ
(مطلب) وہ اپنے بازو اپنے سینے سے لپٹائے رکھتی تھی
کہ وصل کے روز پیا یار کے گلے کے ہار تھے

شعر - چومے لب کا اپلچھہ اپن رنگ رس
شکر ہوے تھے امرت تے شربت سرس
(مطلب) اپنے لبوں کو خود ہی چوم چوم کر مزہ لیتی
کہ وہ آب حیات سے بھی زیادہ شیریں ہو گئے تھے

شعر - زباں سے ہووے اس کوں کر ھمکلام
نکالے نہ چک غیر کا مُکھہ تے نام

(مطلب) وہ اُسی سے ھمکلام رھتی تھی
اور بھول کر بھی زبان سے کسی درسرے کا نام نہ لیتی تھی

شعر - لگیا تھا کر اپنا سوتس تن کو تن
اپس چھاؤں کوں نالگن دے چرن

(مطلب) چونکہ اپنا بدن اس کے بدن کو لگا تھا
اس لیے وہ اپنے سایہ کو بھی اپنا قدم نہیں لگنے دیتی تھی

شعر - رھیا تھا کہ اس روپ اپس چک بھتر
نہ لگنے دیوے آرسی کی نظر

(مطلب) چونکہ اس کا جمال کبھی اپنی آنکھوں میں رھا تھا
اِس لیے آئینے کی نظر بھی اُسے نہ لگنے دیتی تھی

شعر - تس اوکلتی ناکل پڑے چک اُسے
اُسی بھیچ تھا روز سکھہ دکھہ اُسے

(مطلب) اُس بے قرار کو بھولے سے بھی قرار نہ آتا تھا
اُسی میں ھمیشہ اس کا سکھہ دکھہ تھا

شعر - پیا باج سنگار کام آے نا
نہ کچھہ غم کے پیرایہ بن بھاے نا

(مطلب) بغیر محبوب کے سنگار بے کار ھے
اور غم کے پیرایہ بغیر کوئی چیز نہیں بھاتی

شعر - نہ کوئی یک علاج اُس کو صحت کرے
دوگن درد کوں پھر نصیحت کرے

(مطلب) اُسے کوئی علاج کارگر نہ تھا
نصیحت سے اس کا درد اور بڑھتا تھا

شعر - کتی تھی سو اوکچھہ بھی اول بچن
سنے پر سہیلیاں کا بھرتا تھا من

(مطلب) پہلے وہ کچھہ کچھہ باتیں بھی کرلیتی تھی
جن کو سن کر اس کی سہیلیوں کا دل بھر آتا تھا

شعر - وہ سب ھات سے طرح دیکی چلی
چھپی کے چھپی دل تے لیکی چلی

(مطلب) اب وہ بھی مرفوب هوگئیں
اور اب خاموش دل هی دل میں گھٹتی تھی

شادی کی مجلس میں راگ رنگ کا ذکر کیا ھے -
چند شعر اس مقام کے بھی نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - طرب بخش مطرب میٹھے تان اُچائیں
سوگھانی بجا گیان هور گن سے گائیں

(مطلب) سرور بخش مطربوں نے میٹھی تانیں لینی شروع کیں
اور گویوں نے گیان اور گن سے گانا بجانا شروع کیا

شعر - یک کچھہ بلندی دھری خوش سہد
دیکھیں پھار پردے کوں زھرہ لہد

(مطلب) خوش آواز کی بلندی ایسی تھی
کہ زھرہ جیسیوں پردے پھاڑ پھاڑ کر دیکھہ رهی تھیں

شعر - چتر نازنین پاتراں چھند باز
جو تھیاں لاکھ خوبی سوں عاشق نواز

(مطلب) پر ہنر جادو کار نازنین ناچنے والیاں
ہزارہا خوبیوں سے عاشق کا دل چھیننے والی تھیں

شعر - لٹکتیاں چلیں چھب کی جب چاؤ سوں
خمیں قد جو بن بار کے تاؤ سوں

(مطلب) جب وہ ناز و ادا سے مٹکتی چلتی تھیں
تو جوبن کے بار سے ان کے قد خم ہوجاتے تھے

شعر - لبد سحر کا حقہ لبدا نہار
سبد بدکوں افسوں ہو لیجانہار

(مطلب) جادو کار لب فریفتہ کرنے والے تھے
اور آواز کے افسوں سے عقل گم تھی

شعر - ہر یک چھب میں دھرتیاں ہزاراں سو زیب
ہر یک فن میں کرتیاں ہزاراں فریب

(مطلب) ایک ایک ادا میں ہزاروں زیبائشیں
اور ایک فن میں ہزاروں جادو تھے

شعر - وو کس کاس ٹھاریاں رہیاں چھن بلد
دیکھانے ارت بہار سوں چھب کے وہلد

(مطلب) وہ کس لئے آراستہ ہوتی تھیں
اور ارت بہار سے ادا کے طور دکھا رہی تھیں

شعر - لگی ناچنے آجو هر گن بھری
اپس فن میں اُڑتی دسے جوں پری
(مطلب) هر ایک گن بھری جب ناچنے لگی
تو اپنے فن کے زور میں پری کی طرح اڑتی دکھائی دیتی تھی

شعر - کہا یوں میٹھا راگ رنگ رس بھرا
بسر سد سبک سیر چندر هریا
(مطلب) جب میٹھا رسلا راگ گایا
تو سبک سیر چاند کی بھی عقل گم ہو گئی

شعر - فلک چرخ کھانے کی گت بھول گیا
سورج کے جھریاں کا بہتا جل رهیا
(مطلب) آسمان گھومنے کی گت بھول گیا (کھڑا رہ گیا)
اور سورج کے جھرنوں سے بہتا جل رک گیا (بہتا جل سے مراد شعاعیں هیں)

شعر - پون کا ترنگ هو رهیا کھنڈ لنگ
هوا کند تر تیز اگن کا فرنگ
(مطلب) هوا کا گھوڑا لنگڑا هوکے رہ گیا
اور آگ کی تیز تلوار کند هو گئی

شعر - دیا سوز گانے سے ققنوس کوں
رولایاں دیکھا ناچ طاوس کوں
(مطلب) گانے سے ققنوس کے دل میں سوز پیدا کردیا
اور ناچ دکھا کر طاؤس کو رلا دیا

شعر- لجایاں تماشے سوں گھانیاں کے من
بھولایاں نزاکت سوں سب انجمن

(مطلب) اس کے تماشے سے اہل ہنر شرمندہ
اور ان کی نزاکت سے اہل انجمن مبہوت ہو گئے

اس کے بعد دعوت کے کھانوں کا ذکر کیا ہے، شاید ہی کوئی کھانا، ترکاری، پکوان اور پھل بچا ہو۔ یہ بیان طویل ہے اور اس کا نقل کرنا بے مزہ ہوگا۔ کھانوں کے بعد آتش بازی کا نمبر آتا ہے۔ یہاں بھی نصرتی حسب عادت تمام آتش بازیوں کا بیان نام لے لے کر کرتا ہے۔ غرض شادی کے جتنے لوازم اور رسوم ہیں ان سب کا ذکر دل کھول کر کیا ہے۔ اس میں اُس نے ہر موقع کے مناسب اس قدر الفاظ استعمال کئے ہیں کہ اس سے اس کی وسعت معلومات اور قدرت زبان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ بعض بعض حصے نقل کیے جائیں لیکن طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتا ہوں —

قصہ ختم ہونے کے بعد خاتمۂ کتاب ہے جس میں بادشاہ کی مدح اور اپنی مثنوی کی تعریف اور اس کی خصوصیت بیان کی ہے۔ اپنی کتاب کی خوبی اور [illegible] کا دعویٰ [illegible]

[illegible]

کیا ہوں کتاب اب یو تصنیف میں
بھر یا تس میں تہری جو تعریف میں
درونے کا ات فکر سوں کھود کھن
نکالیا ہوں کئی رنگ برنگی رتن
بچے جوہراں میں جو کاڑیاں ہوں آج
سمج لہو نہ پایا ہوں دقت کے باج
جو سب تس فلک کھائے خونی جگر
تو یک بار لاتا ہے روشن گہر
رہلا کر مشقت کی اپنی پچھار
شفق کر دکھاتا ہے لہو کی نشاں
کتا ہوں مشقت مری کھول میں
گہر کیں نہ رکھتا ہوں بے ڈول میں
ہر یک سخت الماس کوں کر تلاش
بنایا ہوں کئی بار پھر پھر تراش
ہر یک نگ پہ جڑنے رتن پر محل
کیا ہوں کتی بار اپس لہو کا جل
ہر یک سطر ہے گرچہ نیلم کی لڑ
معانی کے ہیں لعل ہر یک تے چڑ
مرا لعل ہر یک دیکھت نامدار
کہے ہیں رتن پارکھی سب قرار
اچھا لے تو جھتا پہ جاوے بلند
وتا نقد دیتا بی ہے سود مند

دیکھو مول اس لعل کا کیا چڑیا
اچھا اہا سو طاق فلک پر چڑیا

اتا شاہ بن مول کن لے سکے
جوھر لعل کا یوں بہا دے سکے

شہا کوئی متاع اس کے ناسار اچھے
یو نت جگ میں جگ جگ رھنہار اچھے

اس کے بعد بتاتا ھے کہ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں کیا کیا ھنر اور حکمتیں کی ھیں —

خصوصاً جو میں قصۂ بے مثال
کہ الحق ھے مجھ فہم کا یک خیال

مری طبع کے تیز تازی کے تیں
یون سوں کرنہار بازی کے تیں

اُبلتا سو دیک آپ نے تھان میں
لے آیا سو قصے کے میدان میں

نہ مجھ دل ملگیا تیوں پھرایا اوسے
نہ جوں تھا دکھانا دکھایا اوسے

نہ ھر تھار دیتا ھوں جولان میں
تہیک چپ چلایاں ھوں گردان میں

دھر اس شعر کی اصل خوبی کا بھاؤ
نکالیا ھوں قصہ کی شاخاں تے تاؤ

للبی بات کو کہیں کیا مختصر
کہیں مختصر کوں بڈھایا سلور

کہیں چپ روایت کیا حسب حال
کہیں طمع کے لے چلیا خوش خیال
کہیں بول گت میلچ صافی کیا
کہیں دقت، سوشکافی کیا
بلندیا ارت کیں ہر نسی فہم کا
رکھیا بھاؤ کیں بادشہ وہم کا
بکہت فن ہے آسان شہ نجہ اکل
کہ ہے توں کر نہار مشکل کوں حل

آخر میں کتاب کا نام اور سنہ تالیف کو نظم کیا ہے

محبت کی پا باس ہر ٹھاؤں میں
رکھیا گلشن عشق کرناؤں میں
دھریا اس کی تاریخ یوں ہجرلی
مبارک یو ہے ھدیۂ نصرتی

اس سے سنہ ۱۰۶۸ ہجری نکلتے ہیں —

مجھے یو تو ہے جیوتے پیاری کتاب
کہ ہے عشق سوں پُر یہ ساری کتاب

اور اس کے بعد دعا پر کتاب کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

میرے پاس اس کتاب کے کئی نسخے ہیں لیکن سب سے قدیم سنہ ۱۰۹۳ھ یعنی تالیف سے ۲۵ سال بعد کا ہے۔ اس میں کتاب کے ختم پر ایک رباعی بھی درج ہے جو بلا شبہ نصرتی کی معلوم ہوتی ہے اور اس مثنوی کی تعریف میں ہے —

چہ گل ہے نزاکت کا نول اس بن مہیں
یک رنگ پیالا اہے اپس فن مہیں
ہو طبع معطر دسے رنگین نظر
جن سیر کرے عشق کے اس گلشن مہیں

——:*:——

(۲)

علی نامہ

ماہ ذیحجہ سنہ ۱۰۴۵ ھ (۱۶۳۶ ع) میں جب مغلوں اور سلطان بیجا پور میں مصالحت ہو گئی اور جنگ و پیکار کا خاتمہ ہوگیا تو سلطان محمد عادل شاہ کو اپنی حکومت کی توسیع اور فروغ کا موقع ملا - اس نے بیس سال کے عرصے میں اپنی حکومت کو انتہائے عروج تک پہنچا دیا اور اس کی قلمرو بحیرۂ عرب سے خلیج بنگال تک جا پہنچی - جب محمد عادل شاہ کا انتقال (سنہ ۱۰۶۷ ھ ۱۶۵۶ ع) ہوا تو اس کے ملک کا سالانہ محاصل ۷ کروڑ ۸۶ لاکھ تھا اور اس کے علاوہ باج گزار ریاستوں سے سوا پانچ کروڑ روپیہ سالانہ بطور خراج کے اور وصول ہوتا تھا - فوج میں اسّی ہزار سوار اور اڑھائی لاکھ پیدل اور ۵۳۰ جنگی ہاتھی

ھاتھی تھے - اگر باج گزار ریاستوں کو بھی ملا لیا جائے تو ایک طرف اس کے علاقے میں بمبئی کے اضلاع کنارا اور دھارواڑ تھے اور دوسری طرف مدراس کے اضلاع کرنول اور ریاست میسور کا بہت سا حصہ - اس سے عادل شاہ کی قلمرو کی عظمت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے -

باپ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی کی عمر ۱۸ سال کی تھی - امرا میں حسد و رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی، سرحدی صوبوں پر بغاوتیں نمودار ہو رہی تھیں، اس پر اورنگ زیب کی چڑھائی اور بعض عادل شاہی امرا کی غداری نے طرح طرح کی پیچیدگیاں اور پریشانیاں پیدا کر دی تھیں، تاہم بیجاپور برابر مقابلہ کرتا رہا - اتنے میں اورنگ زیب کو دکن کی مہم چھوڑ کر دہلی جانا پڑا - وہاں تخت و تاج اس کے انتظار میں تھے - اس سے بیجاپور کو دم لینے کا موقع مل گیا - علی عادل شاہ نے بڑی ہمت اور ہوشیاری سے کام لیا اور اپنی حکومت کو سنبھال لیا - وہ خود میدان جنگ میں آیا، شیواجی کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکا کرنول کے حبشی سرداروں کو نیچا دکھایا، راجہ بدنور کی سرکوبی کی اور آخر میں مغلوں کے فوجی سیلاب کو جو جے سنگھ کی سرکردگی میں بڑھتا ہوا چلا آ رہا

تھا، پیچھے ہٹایا —

اِس مثنوی میں جو علی نامہ کے نام سے مشہور ہے اِنھیں مہمات کے کارنامے ہیں —

نصرتی کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے تاریخی واقعات کو صحیح ترتیب، بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حسن بیان اور زور کلام کے تمام اسلوب ہوتے ہوئے کہیں تاریخی صحت سے تجاوز نہیں کیا۔ تاریخ سے واقعات کو ملائیے کہیں فرق نہ پائیے گا۔ بلکہ بعض باتیں شاید اس میں ایسی ملیں گی جن کے بیان سے تاریخ قاصر ہے۔ باوجود اس کے واقعات کی تفصیل، مناظر قدرت کی کیفیت، رزم و بزم کی داستان اور جنگ کا نقشہ کمال فصاحت و بلاغت اور صناعی سے کھینچا ہے۔ اردو زبان یوں ہی رزمیہ نظموں سے خالی ہے اور ایک آدھ رزمیہ نظم جو اس سے قبل لکھی گئی ہے وہ ہرگز اس کو نہیں پہنچتی۔ یہ رزمیہ مثنوی ہر لحاظ سے ہماری زبان میں بے نظیر ہے۔

اس نظم کے تفصیلی بیان سے قبل ایک بات اور لکھ دینی چاہتا ہوں جس کا جاننا ضروری ہے:

یہ کہ مغلوں اور بیجاپوریوں کی اس جنگ میں شیواجی کو بہت بڑا دخل ہے۔ جب بیجاپوری سلطنت نے اس کا ناطقہ تنگ کیا تو مغلوں کی سلطنت سے جنگ کرکے ان سے جا ملا اور بیجاپور کی ملک کا سب ...

دکھایا اور جب کسی قدر آزادی ملی اور پھر لوٹ مار شروع کی اور مغلوں نے دبایا تو بیجاپوریوں سے ساز باز کرلیا۔ بعد میں اگرچہ حکومت بیجاپور اور مغلوں میں اتحاد تو ہوگیا مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے سے بدگمان رہے۔ حکومت بیجاپور کو یہ بدگمانی تھی کہ مغل شیواجی سے در پردہ سازرکھتے ہیں اور مغل یہ سمجھتے تھے کہ حکومت بیجاپور خلاف معاہدہ پوشیدہ طور سے شیواجی کی امداد کرتی ہے۔ ان دونوں کی بدگمانیاں کچھ بےجا نہ تھیں اور اس کی وجہ سے انہوں نے بہت کچھ نقصان اٹھایا۔ ان تاریخی الجھیڑوں کو چھوڑ کر اب ہم اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں —

اس مثنوی میں بھی نصرتی نے وہی اہتمام کیا ہے جو گلشن عشق میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر باب کا عنوان ایک شعر ہے جس میں اس باب کے اصل واقعے کا خلاصہ یا اشارہ اس شعر میں آجاتا ہے۔ عنوان کے یہ تمام شعر ایک بحر اور قافیے میں ہیں۔ ان تمام اشعار کو یک جا جمع کرلیا جاے تو ایک قصیدہ ہوجاے گا جس میں مثنوی کا سارا مضمون آجاے گا۔ کتاب کا عنوان یہ دو شعر ہیں —

حمد اول ہے خدا کا کہ جلے روز ازل
دیا ہے ہمت مرداں کو جو توفیق سوں بل

رکھا اس نامۂ نامی کا علی نامہ نانوں
تا جلم جگ یو زمانے کے گلے ہوے ھیکل *

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ حسب معمول اول حمد ہے - نصرتی کے حقیقی شاعر ہونے میں کلام نہیں، اس نے یہ التزام رکھا ہے کہ جس رنگ کی مثنوی ہے اسی رنگ کی حمد بھی ہو یعنے عشقیہ مثنوی کی حمد عاشقانہ ہے جیسا کہ گلشن عشق کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے اور رزمیہ مثنوی کی حمد شان رزم رکھتی ہے - چند ابتدائی شعر ملاحظہ ہوں —

شعر - سرانا سرے اس سکت دار کوں
کہ آدھار ہے جن نرا دھار کوں

(مطلب) تعریف اس قوی قدر کو زیبا ہے
کہ جو بے آسراؤں کا آسرا ہے

....

شعر - سکندر کوں دارا پہ جن جس دیا
ادک گنج تھے شیرزے کے ہت کس دیا

(مطلب) جس نے سکندر کو دارا پہ غلبہ دیا
اور شیر کے پنجے کو ہاتھی سے زیادہ قوت بخشی

شعر - دیا یوں توں رستم کے پلنچے میں زور
پڑیا تو تھے جس دل میں دیواں کے شور

(مطلب) تونے رستم کے دست و بازو میں وہ زور دیا،
کہ اس سے دیووں کے دلوں میں دھشت بیٹھ گئی

---

* ایک دوسرے نسخے میں یہ مصرع یوں ہے
" جس کی ہو رزمیہ رستم کے گلے کا ہو ھیکل "

شعر - نهنا ساچ هیرا نہا کہن ملے
بڑا بل دیا پیسلے کہن سنے
(مطلب) ننھا سا هیرا کان میں پیدا کیا
اور کہن کو اس کے پیسنے کی کتنی بڑی قوت دی

شعر - دھت سرکش آتش میں باد غرور
چھلے هت نہ پانی کے تس مکہہ تے نور
(مطلب) سرکش آگ میں کس قدر باد غرور نظر آتی هے
آخر اس کے منہ کا نور پانی کے هاتھوں چھینا گیا

شعر - کرنہار غالب کوں مغلوب وے
طلب کی هے طالب کا مطلوب وے
(مطلب) وهی غالب کو مغلوب کرنے والا هے
اور وهی طالب کی طلب کا مطلوب هے

شعر - الہی قوی توں سرے تجھ سکت
نہ دیتا توں بھاتا رتی کس کے هت
(مطلب) الہی تو قوی هے اور قوت تجھی کو سزاوار هے
تو اگر نہ دیتا تو کسی کے هاتھہ کچھہ نہ آتا

شعر - ننھے اور بڑے میں توهیں حد بلند یا
دونو میں توں شمشیر کا سد بلند یا
(مطلب) چھوٹے اور بڑے میں تونے حد باندھی
اور دونوں میں تلوار کی دیوار کھڑی کردی

شعر - کہ کوی کس اوپر دات آنا سکے
گر آوے اچھوتا وو جا نا سکے

(مطلب) تاکہ ایک دوسرے کو دبا نہ سکے
اور جو دبائے تو اچھوتا نہ بچ نکلے

شعر - سکت پاے کوی دیس موذی اگر
وبال اس پہ دے جیو نکہ چنٹی کوں پر

(مطلب) اگر کچھہ دن کسی موذی کو زور حاصل ہو بھی گیا
تو چیونٹی کی طرح اسے پر دے کر وبال نازل کرتا ھے

اس کے بعد خدا کے عدل کی تعریف کرتا ھے کہ کس طرح موذیوں کو قابو میں رکھتا ھے اور موقع موقع سے غضب اور کرم کرتا ھے - چونکہ یہ رزمیہ نظم ھے اس میں تلوار کی تعریف کرتا ھے کہ خدا نے اس میں کیا کیا جوھر رکھے ھیں اور اسے وہ قوت دی ھے کہ ایک ایک کونے سے لاکھوں خزانے باھر نکال لاتی ھے - اور آخر میں کہتا ھے -

کیا توں لوھا نامۂ صلح کل

یعنے تلوار ھی صلح کا نامہ ھے' اس کے بغیر امن نہیں ھوتا -

لوھے کوں کیا توں سفر کا رفیق
لوھا نیں تو زر دشمن ھر طریق
لوھے بن نکوی یار جانی ھے ھور
لوھے تھیچ ھے یار جانی کوں زور

پھر بڑی خوبی سے لکھتا ھے کہ ھر شے جسے خدا نے بڑائی دی ھے اسے اس کی حفاظت کے لیے ھتھیار بھی دیے ھیں —

شعر - توں سرجا ھے جے شے بزرگی کے کاج
کیا نیں بوا اُس کر ھتیار باج

(مطلب) تونے جس کسی کو بڑائی کے لیے پیدا کیا ھے
اُسے بغیر ھتیار کے نہیں رکھا

شعر - فلک کوں جو تاریاں کی جوشن دیا
سلمع سے چاندنی کے روشن کیا

(مطلب) آسماں کو تونے تاروں کا جوشن دیا
اور اُسے چاندنی کی جگمگاھٹ سے روشن کیا

شعر - دیا تس کھڑک سور سا تابدار
سورج کوں دیا خنجر آبدار

(مطلب) اور اُسے سورج سی چمکتی ھوی تلوار دی
اور سورج کو خنجر آبدار عطا کیا

شعر - سمندر میں موجاں ھتیاراں کی فوج
جو اھر کے ھتیار پانی کی موج

(مطلب) سمندر کی موجیں گویا ھتیاروں کی فوج ھے
اور جواھر کے ھتیار پانی کی موج ھے (آب)

شعر - دیا آگ کے ھت توں خنجر ھزار
کرے باؤ پر دمبدم تیز دھار

(مطلب) تونے آگ کو ھزاروں خنجر دیے ھیں
جو ھر دم ھوا پر اپنی دھار تیز کرتی رھتی ھے

شعر - نہ کرنے برس ابر عالم کو غرق
دیا رعد کے ہات توں تیغ برق

(مطلب) مبادا بادل برس برس کر دنیا کو غرق کردے
تونے رعد کو برق کی تلوار دی

شعر - سورج کی تہیں روز کھڑ سان کاڑ
دیوے نور کی مہ کے خنجر کو باڑ

(مطلب) تو ہر روز سورج کی سان (فسان) کو باھر نکالتا ھے
تاکہ چاند کے خنجر کو نور کی باڑ دے

شعر - سپر کی تو صورت دیا پھول میں
نشاں بھال کا غنچہ مقبول میں

(مطلب) پھول کو تونے سپر کی صورت دی
اور غنچہ میں بھال کا نشان رکھا ھے

شعر - توں باگاں کوں خنجر سوں چڑنکہ دیا
دسن گج کوں کر گرز بیشک دیا

(مطلب) تونے شیروں کو خنجر سے بڑھ کر ناخن دیے
اور ھاتھی کو دانت سا گرز دیا

شعر - کیا خنجر مار پر زھر توں
بچھو ھت دیا نیزۂ قہر کوں

(مطلب) سانپ کو زھر بھرا خنجر دیا
اور بچھو کو نیزۂ قہر عطا کیا

شعر - نظر میں توں خوباں کوں تیزی دیا
توں چوب کی کھوگ میں سکھڑی دیا

(مطلب) تونے معشوقوں کی نظر میں تیزی رکھی ھے
اور چوب کی تلوار کو جنگ کی قوت دی

شعر - صباحت میں دے توں ملاحت کا آب
رکھیا حسن کی تیغ کا جگ پہ داب

(مطلب) صباحت میں ملاحت کی رونق ملا کر
تونے دنیا میں حسن کی تلوار کو شوکت بخشی

شعر - لیئے ملک جاں خوبرویاں کی نین
دیا ھے توں تیر و کماں ان کوں عین

(مطلب) اقلیم جان کی تسخیر کے لیے تونے خوبرویوں
کی آنکھوں کو تیر و کمان عنایت کیے

شعر - جنوں کا پلک مارنا بھوں چڑا
خدنگ ناز کا دل میں چھوڑیں گڑا

(مطلب) جن کا بھویں تان کر پلک مارنا
گویا ناز کے تیر کا دلوں میں گڑونا ھے

غرض شاعر نے ھر شے میں اس کی اپنی حفاظت یا دوسروں کے بچاؤ یا تسخیر کے لیے طرح طرح کے ھتھیار پیدا کیے ھیں - حمد کے دو چار شعر اور لکھتا ھوں جس سے نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ھوگا -

شعر - سکت تجھہ ہے دریا کوں ماتی میں داب
پون پر نہانا گگن کا حباب

(مطالب) یہ تیری ہی قدرت ہے کہ سمندر کو مٹی میں دبا کر
ہوا میں آسماں کا حباب بنایا

شعر - سبھوں کا سمجھہ تھک رہا ہے یہاں
کہ یک بڑ بڑے سوں بسایا جہاں

(مطالب) سب کی عقل حیران ہے کہ ایک
بلبلے میں یہ سارا جہان کیونکر بسا دیا

شعر - لکھن ہار ہر نقش توں بے قلم
سفیدی سوں کے رنگ نپجاے جم

(مطالب) تو بغیر قلم کے نقش و نگار کرنے والا ہے
اور سفیدی سے بیسیوں رنگ پیدا کرتا ہے

شعر - ہمن عقل تجھہ حکمتاں پاس یوں
سوا لاک پربت پہ چمٹی ہے جوں

(مطالب) ہماری عقل تیری حکمت کے سامنے ایسی ہے
جیسے سوا لاکھہ پہاڑوں پر ایک چیونٹی

شعر - ترے یک پلے پر دھریں اتفاق
موحد و ملحد میں نہیں یہاں نفاق

(مطالب) تیری وحدت پر سب کو اتفاق ہے
اس میں ملحد و موحد کا اختلاف نہیں

شعر - دھنی تونچ ھے مسجد و دیر کا
تہیں سب سبب صلح ھور بیر کا
(مطلب) مسجد و دیر کا مالک توھی ھے
اور توھی صلح وعداوت کا سبب ھے

یہ آخری شعر کس قدر بلیغ ھے - یعنی مسجد و دیر سب ترے ھی ھیں اور یہ جو آپس میں صلح یا عناد ھے وہ تیری ھی وجہ سے تو ھے - یعنی تیری ھی ذات و صفات کی بحث اور جھگڑے کی وجہ سے اختلافات پیدا ھوے اور ملکوں میں تفرقہ ھوا - غرض اتفاق ھو یا نفاق وہ تیری ھی تلاش میں ھے اور اس لیے تیرا ھی ان سب میں ظہور ھے - اس کے آگے کہتا ھے —

شعر - ترا انت پانے میں سب جگ ھے غرق
ولے پن پچھانت میں فرقہاں میں فرق
(مطلب) تیری انتہا پانے میں سارا زمانہ منہمک ھے
البتہ تیری علامت کے پہچاننے میں بہت کچھ فرق ھے

شعر - نہ پاے تیری ذات کوی جز صفات
ھر ایک گھٹ میں گھٹ ھویو یک دھات بات
(مطلب) سوائے صفات کے تیری ذات کو کوئی نہ پاسکا
اصل یہ ھے کہ تو ھر جگہ ساری ھے

شعر - نظر کر نہ میں دیکھتا ہوں جسے
تو ہر گھٹ کے گھر میں دِوا توں دسے

(مطلب) جب میں غور سے دیکھتا ہوں
تو ہر جسم کے گھر میں تو ہی ایک چراغ نظر آتا ہے

شعر - اگر دین حق کے نہ قابل اہیں
ولے تیری وحدت کے قائل اہیں

(مطلب) جو دین حق کی صلاحیت نہیں رکھتے
وہ بھی تیری وحدت کے قائل ہیں -

اب مناجات میں سے چند شعر نقل کرتا ہوں،
چونکہ یہ شعر آسان ہیں اس لیے ہر شعر کے معانی
یا مطلب لکھنے کی ضرورت نہیں —

پلا مجھ محبت کا ایسا شراب
کہ ہو مست بِسروں دو جگ کا حساب

مرے مکھ تے کاڑ اس اثر کا کلام
کہ ہر بول ہوے مے پرستاں کوں جام

دھرنہار اثر حال کا قال دے
دلاں کوں جم اس قال تھے حال دے

بھر یا رکھ مرے دم میں افسوں سدا
کہ جگ ہوے مسخر یو سن کر ندا

مرے شعر سوں زندہ کر ہر شعور
سبھی مجھ بچن تھے نوں کر جگ میں پور

مری بات انگیں بحث کر سب کی رد
سخن کر مرا عارفاں میں سند

سیاھی کوں کر میری ظلمات دھات
قلم میں مرے خضر کی دے صفات

کہ ظلمات میں اِس جو یو خضر جاے
برسنے کوں امرت ابھال ھو کہ آے

(یعنی جب یہ خضر (قلم) ظلمات (دوات کی روشنائی)
میں جاے تو امرت برسنے کے لیے ابر ھو کر آے —

مرے فن کے بن کوں عطا کر او آب
کہ ھر پھول ھوے چشمۂ پر گلاب

ھر ایک پھول کوں دے توں اس دھات رنگ
کہ ھوے ھر صبح دیکھہ خورشید دنگ

خیالاں کوں مجھہ باؤ کی اوج دے
طبیعت کوں دریا کی نت موج دے

(یعنی میرے خیالات کو ھوا کی سی بلندی عطا کر
اور میری طبیعت کو دریا کی سی موج دے)

مری جیب کوں سیف کر آبدار
عنایت کی رکھہ دم سوں نت تیز دھار

(میری زبان کو شمشیر آبدار بنادے اور اپنی عنایت
کے دم (سان) سے اس کی دھار ھمیشہ تیز رکھہ)

کہ تک جس طرف آبھے وو زباں گزر جاے کر موشگافی وھاں
(تاکہ جس طرف وہ (زبان) ذرا پھر جاے تو وھاں

سے موشگافی کرتی ہوی نکل جاے)

ذکر معراج کی تمہید شب معراج کے وصف سے اس طرح شروع کی ہے —

شعر - مرصع کی کسوت سوں یک نس مدواڑ
رکھی آرسی چاند کی بر مدجھ،ر

(مطلب راتـ نے زرق برق مرصع لباس پہنا
اور چاند کا آئینہ بغل میں لیا

شعر - چگا جوت نا دیکھہ تس ابرھن
اندھارے لیا موچ سورج نیَن

(مطلب اُس زرق برق لباس کو دیکھہ کر سورج چکا چوند
میں آگیا اور اپنی آنکھیں میچ لیں

تیسرا شعر کیا اچھا لکھا ھے —

جو خوش مکھہ پہ زلفاں پریشاں کرے
ھر یک سیام بادل کو گریاں کرے

یعنے اگر وہ رخ زیبا پر زلفیں پریشاں کردے تو کالے بادل اُسے دیکھہ کر پانی پانی ھو جائیں —

جب صاحب لولاک عرش کے مقام خاص پر پہنچے ھیں تو لکھتا ھے —

دسیا روپ پردے میں وو بے حجاب
کہ جس نور کے ذرہ کئی آفتاب

سمجھنے کی ھے بات کر دل کوں جمع
کہ فانوس میں کئیں بھی چھپتی ھے شمع

اسی بیان کے آخر میں اس نے چاروں اصحاب کا ذکر ضمناً اس طرح کر دیا ہے کہ جب آنحضرت معراج سے واپس آئے تو اپنے چاروں اصحاب سے اس کا ذکر کیا اور ہر ایک صحابی کے ساتھ صرف ایک ایک لفظ تعریف کا لکھ دیا ہے - لیکن حضرت علی کی منقبت اس نے الگ لکھی ہے —۱

اس منقبت کے ضمن میں حضرت بندہ نواز کی مدح بھی لکھ گیا ہے - وہ شعر یہ ہیں -

مجھے اپنے کرم ساتھ کر شاد کام
کہ ہوں تجھ کمینہ خلف کا غلام

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسینی ہے گیسو دراز

محبت سوں اپنے تو فرزند کی
توں دلجوئی کارن یو دلبند کی

بنچانے کو اِس تشنگی تے جلا
محبت کا یک جام ایسا پلا

جو سب تن میں حق عشق کا چڑا اثر
قیامت کی رہوں ہول تے بے خبر

اب سلطان علی عادل شاہ ثانی کی مدح شروع کرتا ہے

شعر - بکھانوں اِتا مدح شاہ زماں
کہ ثانی سکندر ہے صاحب قراں

(مطلب) اب میں شاہ زماں کی مدح بیان کرتا ہوں جو صاحب قران اور سکندر ثانی ہے

شعر - قلم آج جو مجھہ جہانگیر ھے
صفت شہ کے لکھنے کی تاثیر ھے

(مطلب) یہ بادشاہ کی صفت لکھنے کی تاثیر ھے
کہ میرا قلم آج جہان پر چھایا ہوا ھے

شعر - زھے شاہ عادل سمی ولی
علی ابن سلطان محمد بلی

شعر - جو میں ورد تجہ اسم اعظم کیا
بچن سوں مسخر یو عالم کیا

(مطلب) جب سے میں نے تیرے اسم اعظم کا ورد کیا ھے
میرے کلام نے سارے عالم کو مسخر کر لیا ھے

شعر - دکھن نت ھے اُس فخر تھے باغ باغ
کہ تس گھر ھے تجھہ سا گھر شبچراغ

مطالب) دکھن اس فخر سے پھولا نہیں سماتا
کہ اس کے گھر میں تجھہ سا لعل شبچراغ ھے

شعر - ہر ایک دیپ تجھہ دیپ آن ضرور
کہ سب ملک اندھارا دکھن پر ھے نور

ہر چراغ کا تیرے چراغ کے پاس آنا لازم ھے
کیونکہ سارے ملک میں اندھیرا ھے اور صرف دکن روشن ھے

شعر - تیرا چتر خورشید کا سایہ باں
ملگے تجھہ علم کا پناہ آسماں

(مطلب) تیرا چتر آفتاب کا سایہ باں ھے
اور آسماں تک تیرے جھنڈے کی پناہ مانگتا ھے

شعر - تری ذات تھے یو شجاعت دو ناوں
کہ پالیا ھے کر تیغ کی جس پہ چھاوں

(مطلب) شجاعت کا نام تیری ذات سے ھے
کیونکہ تو نے اسے تلوار کی چھاوں تلے پالا ھے

شعر - صفت تجھہ کھرگ نعت میں کرتیں بیاں
پڑے موں میں چھٹی کے آڑی زباں

(مطلب) اپنی صفوں میں تیری تلوار کی صفت کرتے کرتے
چدو نٹیوں کی زبان لال ھے

شعر - ترے ھت تھے نت ابرو پاے تیغ
کہ جوں فیض پاتا ھے دریا تھے میغ

(مطلب) تیرے ھاتھہ سے تلوار ھمیشہ اس طرح آبرو پاتی ھے
جیسے بادل دریا سے فیض پاتا ھے

شعر - شرارے تری تیغ کے بے شمار
کرین دل کے بادل میں بجلیاں ھزار

(مطلب) تیری تلوار کے بے شمار شرارے
لشکر کے بادل میں ھزاروں بجلیاں پیدا کرتے ھیں

شعر - سورج کانپتا نت ترے بیم میں
فلک سر نگوں تیری تعظیم میں

(مطلب) سورج همیشه تیرے خوف سے کانپتا هے اور
فلک تیری تعظیم میں همیشه سر نگوں هے

شعر - ترے قہر کے بحر کا تیغ موج
ترے خنگ تل گرد دشمن کی فوج

(مطلب) تیرے قہر کے بحر کی موج تلوار هے
تیرے گھوڑے کے نیچے دشمن کی فوج گرد هے

شعر - پون تھے سبک سیر تیرا ترنگ
چندر جس کی جلدی انگیں کھنہ لنگ

(مطلب) تیرا گھوڑا هوا سے زیادہ تیز هے
اور اس کی تیزی کے آگے چاند لنگڑا هے

شعر - دِس آوے جدھر فتح کا تجھ نشاں
کہے الاماں تب زمین آسماں

(مطلب) تیرا فتح کا نشان جہاں کہیں نظر آتا هے
تو زمیں آسماں اس سے امان مانگتے هیں

شعر - دندی دیکھ تجھ مکھ انکھیاں موچتا
که توں مار اوّل پچھیں پوچھتا

(مطلب) دشمن تیرا چہرہ دیکھ آنکھیں میچ لیتا هے
کہ تو پہلے مارتا اور بعد میں پوچھتا هے

شعر - کھڑگ جب توں جھلکا ے صف میں نکال
دس آوے ھو ٹکڑے گگن جیوں ابھال

(مطلب) جب تو صف فوج میں اپنی تلوار نکال کر چمکاتا ھے
تو آسماں بادل کی طرح ٹکڑے نظر آتا ھے

اسی نہج سے بادشاہ کی شجاعت اور دلیری کی تعریف کرتا چلا جاتا ھے - اس کے بعد اس کی سخن سنجی اور علم بروری کا ذکر کرتا ھے - نمونے کے طور پر چلد شعر نقل کیے جاتے ھیں ---

شعر - ترے بات تھے نیشکر رس بھرے
تجھ انکھیاں تھے مے مست ھو سُد ھرے

(مطلب) تیری باتوں سے نیشکر رس حاصل کرتا ھے
اور تیری آنکھیں دیکھ شراب مست ھوکر ھوش حواس کھو بیٹھتی ھے

شعر - ترا ذھن نرمل ترا طبع صاف
سخن سنج باریک بیں مرشگاف

(مطلب) تیرا ذھن پاک اور تیری طبع صاف ھے
تو سخن سنج ' باریک بیں اور مرشگاف ھے

شعر - ترے دل کے دریا کا ' شعر ایک ھے موج
فلک پست جاں تجھ خیالاں کی فوج

مطلب) شعر تیرے دل کے دریا کی ایک موج ھے
جہاں تیرے خیالات کا لشکر پہنچتا ھے وہاں فلک پست ھے

شعر - ترا شعر ہر مردہ دل کو جلم
کرے خضر بھر خوش مسیحا کا دم
(مطلب) تیرا شعر ہر مردہ دل کو زندہ کرتا ھے
اور خود خضر ایسے مسیحا کا دم بھر کر خوش ھوتا ھے

شعر - سکے شاعراں شعر ہے تجھہ شعور
دھریا طبع موزوں تھے تجھہ نظم نور
(مطلب) شاعروں نے تیرے شعر سے شعور سیکھا ھے
اور نظم نے تیری طبع موزوں سے نور حاصل کیا ھے

مدح شاہ کے بعد سبب نظم کتاب کی باری آتی ھے - اسے بھی نصرتی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ھے - چاندنی رات کا سماں ھے ' بادشاہ کا دربار لگا ھوا ھے ' فضلا و شعرا جمع ھیں جن میں خاص کر یہ صاحب حال قابل ذکر ھیں —

قاضی کریم اللہ ' جنہوں نے سب سے پہلے نصرتی سے اس مثنوی کے لکھنے کی فرمائش کی - چنانچہ وہ لکھتا ھے —

زہے حاکم شرع والا نژاد
سو قاضی کریم اللہ فرخ نہاد

خلاصے سوں رکھہ مجھہ رخن ان نظر
دیا ریز یوں خوش سخن کے گہر

کہ نپچیا ھے جد تھے جہاں میں کھرگ
مغل کی پتی فوج کو آج لگ

علی نرپتی شاہ عادل کے بن
کھوگ جل میں یوں نہن ڈوبایا ہے کن

دسیا سو تماشا نظر دی حضور
ہوا نصرتی پر تو لکھنا ضرور

دوسرے صاحب شاہ نور اللہ ہیں جنھوں نے فارسی نثر میں اس عہد کی تاریخ لکھی ہے - نصرتی نے ان کی بہت تعریف کی ہے' چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

مدبر بڑا رائے زن دوربیں
قوی رکن ہے سلطنت کا یقیں

مقرب بڑا شہ کی درگاہ کا
ہوا معتبر معتمد شاہ کا

زہے شاہ نوراللہ فرخندہ نام
منور ہے جس فضل تھے جگ تمام

کہ جب شاہ عادل علی نامدار
جو بے مثل کرنیاں کیا نامدار

وہ سب لکھنے کے تاریخ میں خوب بھات
دیا نت حوالے زمانے کے ہات

کیا جیوں وہ تاریخ لکھنی شروع
ہوا بعض حق تس کی جانب رجوع

مسودہ جو تاریخ کا لکھ کے پاس
دسے یوں جو دیکھیں تو اہل قیاس

مضامین کی ایک سطر ان کی موج
عبارت کے دریا نے پکڑیا ہے اوج

سلاست میں پانی کی صافی دھرے
فصاحت میں امرت کی شیری دھرے

نظر میں اگر سنبلستاں دسے
حقیقت میں رنگیں گلستاں دسے

تیسرے صاحب شاہ ابوالمعالی ہیں —

نسب میں سیادت سوں عالی اہے
تو تس ناؤں شا بوالمعالی اہے

اس باب کی تمہید بہت خوب ہے وہ چلد شعر یہاں نقل کرتا ہوں —

شعر - جو یک نِس ستا ریاں کی مجلس ہو جمع
اتہی بیچ روشن سپورن کی شمع

(مطلب) ایک رات ستاروں کی مجلس جمع تھی
اور ان کے بیچ میں ماہ کامل کی شمع روشن تھی

شعر - اجالے سوں تس خانۂ آسماں
رہیا تھا ہو پر نور خوش تابداں

شعر - ہوا کی تھی سالو کی کسوت یقیں
نکت اوڑھ بیٹھی تھی ساری زمیں

(مطلب) ہوانے سالو کا لباس پہن رکھا تھا
اور ساری زمین بادلے میں ملبوس تھی

شعر - دیا چاند گاراں کو ہیریاں کی تاب
کیا سنگریزیاں کو بلور ناب

(مطلب) چاند نے (گار) پتھروں میں ہیروں کی سی چمک پیدا کردی تھی
اور سنگریزے خالص بلور معلوم ہوتے تھے

شعر - نظر میں جو بھانا لگے آب کوں
بسرنا پڑے صاف سیماب کوں

(مطلب) پانی کی یہ حالت تھی کہ اسے دیکھ کر
آدمی سیماب کو بھول جائے

شعر - نظارے میں نظراں دھرے گلشنی
صفائی سوں پکڑے دلاں روشنی

(مطلب) اس نظارے سے نظروں میں گلشن کا سا سماں تھا
اور اس کی صفائی سے دلوں میں روشنی آتی تھی

اس تمہید کے بعد دربار کی خوبی اور اُن چلد صاحبوں کی تعریف کی ہے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے - رات کا جلسہ برخاست ہوتا ہے، مگر نصرتی کو رات بھر یہ چنتا رہتی ہے کہ کتاب لکھنے کی کیسی کر لگی اور یہ مشکل کیونکر حل ہوگی —

مرے پر تو اے فکر مشکل پڑی
طبیعت چلانے کو اوکھل کھڑی

رہیا تھا اسی آکہ حیرت میں ہوں
کون مشکل آساں ملکیا حق لے یوں

صبح ہوتے ہی بارگاہ شاہی میں پہنچتا ہے اور وہی رات کا تذکرہ پھر آتا ہے —

تلی رات بعد از ہوا صبح وہں
اتہا تب تلک شہ کی درگاہ میں
دکھت مجھ رخن شاہ عالم نواز
کرن لیکے خدمت بڑے سرفراز
معنے سے ظاہر اشارت کیے
ولے دل کوں دل سوں بشارت دیے
کہا میں کہ بندے میں یو کاں ہے حد
کہوں اب جو استاد کا ہوے مدد

(یعنے مجھ میں اتنی سکت کہاں ہے البتہ استان (یعنے بادشاہ) کی مدد ہو تو یہ کام سرانجام ہوسکتا ہے) —

اس کے بعد اپنے کلام کی تعریف اور کچھ تعلی کرتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ میں نے اس حقیر زبان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے - ان باتوں کا ذکر کسی دوسرے مقام پر آئے گا —

اب کتاب کا اصل مضمون شروع ہوتا ہے - پہلے بادشاہ کی تخت نشینی کے جشن، شہر کی آرائش اور رعایا کی خوشی کا ذکر کرتا ہے —

کھرے گھر نوی شادمانی ہوئی
زمانے کو پھر نو جوانی ہوئی

اور اس جشن کے بیان کو دعا پر ختم کرتا ہے —

جشن کے بعد نئے باب کا آغاز ہوتا ہے - اس میں اول وہ دکن کی بادشاہت پر نظر ڈالتا ہے اور لکھتا ہے کہ جب اس ملک میں کوئی نیا بادشاہ تخت پر جلوہ گر ہوتا ہے تو سلطنت کی حالت بھی دگرگوں ہوجاتی ہے - دوست دشمن، مخالف موافق تاک میں رہتے ہیں اور بادشاہ کو اپنی سلطنت سنبھالنے کے لیے بڑی ہوشیاری، مصلحت اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے - بادشاہت بھی شطرنج کی سی بازی ہے - ہر شاطر کی چال جدا جدا ہے - جب کوئی کھیلتے کھیلتے بازی چھوڑ کے چل دیتا ہے تو دوسرے کو وہی بازی کھیلنی پڑتی ہے اور جب تک وہ اُسے پورے طور سے نہیں سمجھ لیتا اس کا کھیلنا سخت دشوار ہوتا ہے - (یعنے جب ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ آتا ہے تو جب تک وہ امور سلطنت کے اسرار سے کماحقہ واقفیت حاصل نہیں کرلیتا اُسے سخت مشکل پیش آتی ہے) - اس میں بڑی دور اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے - جو کبھی مخالف کو ہٹانا ہو تو اپنا ایک آدھ مہرہ کھونا پڑتا ہے ہر طرف نظر رکھنی پڑتی ہے کہ دشمن دغا نہ دے جائے - جو کوئی اس طرح کھیل پر قابو حاصل کرلے تو وہ "پیادہ مات" (پیدل مات) دے سکتا ہے - اس عام

حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد وہ بتاتا ہے کہ محمد عادل شاہ کے مرنے اور علی عادل شاہ ثانی کی تخت نشینی پر ملک کی کیا حالت تھی۔ اب میں اسی کیفیت کو نصرتی کے الفاظ میں دکھانا چاہتا ہوں۔ نصرتی نے جو کچھ لکھا ہے تاریخوں سے اس کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔

شعر۔ کہ القصد یو پادشاہی کے کام
درست ہوئیں لگ او غلیماں تمام

(مطلب) غرض امور سلطنت کی اصلاح ہونے تک تمام بد نہاد مخالفوں نے

شعر۔ نہلے ہور بڑے تھے سو سب بدنہاد
اُچاے وہ چارو طرف تھے فساد

(مطلب) بد نہاد مخالفوں نے (خواہ چھوٹے خواہ بڑے) چاروں طرف سے فساد برپا کر دیا

شعر۔ مخالف تو اکثر منافق ہوے
موافق بی کے ناموافق ہوے

(مطلب) جو منافق تھے وہ تو خیر مخالف ہو ہی گئے لیکن بعض موافق بھی مخالف بن گئے

شعر۔ بڑی رج کی شہ اپے کم سن ملے
نوی بادشاہی نوے دن ملے

(مطلب) اس کم سنی پر بھی بادشاہ نے بڑی ہمت کی (حالانکہ) اس کی نئی نئی بادشاہی اور نیا زمانہ تھا

شعر۔ کُھل سخت بازیانچ پڑنے لگیاں
بڑیاں شدّتاں روز گھرنے لگیاں

(مطلب، بیڈھب اور سخت بازیاں پڑنے لگیں
اور ہر روز شدید سانحے پیش آنے لگے

شعر۔ ولے شاہ ہمت سوں رکھہ دل قوی
نوے کام پر نِت تردد نوی

(مطلب) لیکن بادشاہ نے ہمت کرکے دل قوی رکھا
اور ان نئی مشکلات کی فکر کرنے لگا

شعر۔ یک یک کام لگ بل سوں سادن لگیا
یک یک ند تردد سوں بادن لگیا

(مطلب) ایک ایک کام کو وہ اپنی قوت سے سدھارنے لگا
اور ایک ایک پیچیدگی کو سلجھانا شروع کیا

... ...

شعر۔ اگن پن وہ فتنے کی چوندھیر سوں
اٹھی تھی وو شمشیر کے نیر سوں

(مطلب) لیکن فتنے کی وہ اگ جو تلوار کی آب
سے ہر طرف بھڑکی ہوئی تھی

شعر اجے یک طرف تھے بجاویں تلگ
اٹھے بھی وہ دُسرے رخن تھے سلگ

(مطلب) ابھی ایک طرف سے بجھنے نہ پاتی تھی
کہ دوسری طرف سے سلگ اٹھتی تھی

شعر - بزرگی جسے ات خداداد ہے
دل اُس کا نیز پن میں پولاد ہے

(مطلب) لیکن خدا جسے بزرگی دیتا ہے
لڑکپن میں بھی اس کا دل فولاد ہوتا ہے -

جب شیواجی کی فتنہ انگیزی حد سے بڑھی تو علی عادل شاہ نے افضل خاں کو اس کی سرکوبی کے لیے متعین کیا - افضل خاں نے جب اپنے دلیرانہ حملوں سے اس کا قافیہ تنگ کیا تو عاجز ہوکر اس نے صلح و عفو کی خواہش کی - افضل خاں نے صاف دلی سے اسے منظور کرلیا اور پھر جس طرح شیواجی نے دغا سے افضل خاں کو قتل کیا ہے وہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں - اس واقعہ سے علی عادل شاہ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا اور اس نے اپنے ایک امیر سیدی جوہر کو صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے اس مہم پر روانہ کیا —

ان واقعات کو نصرتی کی زبان سے سننا بہتر ہوگا - یہ واقعات نصرتی کی آنکھوں کے سامنے پیش آئے ہیں وہ بیجاپوری ہے اور بادشاہ کا ملازم خاص - اس لیے وہ اپنے مخالفوں کی شان میں جو کچھ کہتا ہے اُسے تحمل سے سننا چاہیے —

شیواجی کی فتنہ انگیزی اور اس کی عام سرکشی کے متعلق اس کا بیان سنیے :—

شعر - جو کوئی کار بد کا جو پاپی ہے بد
هوا ناؤں تس لعنتی تا ابد

(مطلب) جو پاپی برے کام کا بانی ہوتا ہے
اُس کے نام پر قیامت تک لعنت پڑتی رہتی ہے

شعر - خدا پاس نا اس کوں بہبود ہے
خلائق کنے تو وہ مردود ہے

(مطلب) خلقت میں وہ مردود ہے اور خدا
کے ہاں بھی اس کی بخشائش نہیں

شعر - اتا بات کوں کار مردی کا نام
کہ قائم ہوا فتنہ جس تے تمام

(مطلب) اب اس مردی کا نام تو
جس سے یہ تمام فتنہ برپا ہوا

شعر - سیوا کر جو ایک فتنہ انگیز تھا
بڑا چور مردی و خونریز تھا

(مطلب) سیوا نامی جو ایک فتنہ انگیز تھا
وہ بڑا چور مردی اور خونریز تھا

شعر - دکن کی زمیں بیچ تخم فساد
جو بھریا سو اول ہوی بد نہاد

(مطلب) دکن کی سرزمین میں اول اول جس نے
فساد کا بیج بویا وہ بڑی بد نہاد تھا

شعر - رعیت جتا خوار اوس شوم تھے
ہوا ملک ویرانہ تس بوم تھے

(مطلب) رعیت اس شقی سے پریشان و خوار تھی
اور مُلک اُس بوم سے ویرانہ ہو گیا تھا

شعر - جو بد اصل تھا سو بڑا ہور نہنا
سِکھیا اِس تھے صاحب سے باغی پنا

(مطلب) جتنے چھوٹے بڑے کم اصل تھے
اُن سب نے اپنے آقا سے بغاوت اِسی سے سیکھی۔

ذیل کے پہلے شعر میں وہ اس کے مقام سکونت کو بتاتا ہے —

شعر - دکھن ہور مغلائی کے درمیان
وطن دھر کُہستان میں تھا نہان

(مطلب) دکھن اور سلطنت مغلیہ کے درمیانی
کوہستان میں اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا

شعر - بھریا تھا سب اُس ذات میں مکر و ریو
دسے آدمی روپ پر نسل دیو

(مطلب) اس کی ذات مکر و دغا سے بھری ہوئی تھی
دیکھنے میں انسان شکل تھا مگر اصل میں نسل دیو تھا

شعر - دکھاوے جو تک اپنی تلبیس کوں
لگے ورد لاحول ابلیس کوں

(مطلب) اگر ذرا اپنی شیطنت دکھائے
تو ابلیس بھی لاحول پڑھنے لگے

شعر - فرنگی تھے تھا کفر میں ات اشد
کرے دین سوں دشمنی سخت بد

(مطلب) کفر میں فرنگی سے بھی اشد تھا
اور دین سے سخت دشمنی رکھتا تھا

شعر - نہ اس قتل حج تھی عبادت بھلی
حرم میں بی سلپڑے تو تھا کشتنی

(مطلب) قتل اس کے نزدیک حج سے بھی بڑی عبادت تھی
یہ حرم میں بھی ہاتھ لگے تو گردن زدنی ہے۔

آخری شعر کے دوسرے مصرع کی حیثیت تاریخی ہو گئی ہے۔ روایت یہ ہے کہ سکندر عادل شاہ کے عہد میں جب اورنگ زیب کی فوج نے اہل بیجاپور کو بالکل تنگ اور عاجز کر دیا تو وہاں کے چند علما لشکر عالم گیری میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جہاں پناہ عالم باعمل، زاہد و متقی، متشرع و متدین ہیں اور پیشگاہ خلافت سے کوئی امر خلاف قانون و شرع صادر نہیں ہوتا۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ اس شہر و ملک کا حاکم اور یہاں والے کلمہ گو مسلمان ہیں، بادشاہی لشکر کا قہر ان پر نازل کیا گیا ہے جس سے بے قصور رعایا سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ اورنگ زیب نے اس کے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا کہنا درست ہے، لیکن ہمیں تم سے اور تمہارے شہر اور

ملک سے سروکار نہیں اور نہ تم سے ہم جنگ و قتال کا قصد رکھتے ہیں - مگر بات یہ ہے کہ ایک کافر فاجر حربی شقی کہ جس پر یہ قول صادق آتا ہے —

حرم میں اچھے تو بھی ہے کشتنی

تمہاری بغل میں پناہ لیے ہوے ہے اور فساد برپا کر رکھا ہے جس سے اسلامی بلاد اور اہل اسلام سخت ایذا میں ہیں - اس فساد کا استیصال ہم پر واجب ہے *-

اورنگ زیب کے جواب میں اس مصرع کا منقول ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نصرتی کا یہ مصرع عام و خاص میں بطور ضرب المثل کے مشہور ہوگیا تھا -

غرض شیواجی کی سرکوبی کے لیے علی عادل شاہ نے افضل خاں کو بھیجا ، مگر جب شیواجی نے اُسے دغا سے قتل کرڈالا تو بادشاہ بہت متفکر اور پریشان ہوا - اس اثنا میں سیدی جوہر نے جو کچھ عرصے سے سرکش ہوکر محمد نگر کرنول میں خود مختار بن بیٹھا تھا ، عذر خواہی اور معافی کی عرض داشت بھیجی - بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا - بھیجا پوری فوج کی روانگی کو نصرتی اس شان سے بیان کرتا ہے —

* بساتین السلاطین صفحہ ۵۴۲ - ۵۴۳ -

چلیا دُھم یہ دُھم ات ت نگ ھور حشم
ھوے آسماں ھور زمیں بھی کم
لگا نیر دسنے گھلسی جا زمیں
ھوا کوں ھوا جسم پیدا یقیں

(لشکر خیل و حشم کے ساتھہ اس دھوم دھام اور زور شور سے چلا کہ زمین کم اور آسمان زیادہ ھوگیا، یعنے اس قدر گرد و غبار اُڑا کہ زمین کا کچھہ حصہ آسمان سے جا ملا - زمین دھسی جاتی تھی اور پانی نظر آرھا تھا اور گرد کی کثرت کی وجہ سے ھوا جو پہلے بے جسم تھی اب مجسم نظر آتی تھی) --

شیواجی صلابت خاں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا - صلابت خاں نے اسے اس قدر رگیدا اور پریشان کیا کہ جب کچھہ اور بن نہ پڑا تو تنگ آکر قلعۂ پنالا میں محصور ھوگیا - صلابت خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا - اب اس نے مجبور اور عاجز ھوکر خان موصوف سے خفیہ خط و کتابت شروع کی - یہ اس کی پرانی چال تھی - اور خوشامد اور چاپلوسی سے صلابت خاں کو اپنی وفاداری اور عقیدتمندی کا ایسا یقین دلایا کہ وہ بالکل اس کا ھوگیا - چنانچہ آدھی رات کو ملاقات کے لیے آیا - صلابت خاں بہت عزت و تکریم سے پیش آیا - دونوں میں اتحاد باھمی کا پختہ عہد ھوگیا - جب علی عادل شاہ کو اس کی

اطلاع پہنچی تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً فوج لے کر موقع پر جا پہنچا - اس موقع پر نصرتی صلابت خاں کی اس بد عہدی کو صاف اڑا گیا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ جب پنالہ کے محاصرے میں دیر لگی تو بادشاہ نے بہ نفس نفیس چڑھائی کی - شیواجی نے جب یہ دیکھا تو ایک روز رات کے وقت اپنے اہل و عیال اور کچھہ فوج سمیت چپکے سے نکل بھاگا اور قلعہ علی عادل شاہ کے ہاتھہ آ گیا —

نصرتی نے اس فتح کی خوشی میں ایک قطعۂ تاریخ اور ایک زبردست اور پرزور قصیدہ لکھا ہے - تاریخ اس مصرع سے نکالی ہے

علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں

اس مصرعے سے سنہ ۱۰۷۰ ھ نکلتا ہے - قصیدے کا مطلع یہ ہے

جب تے فلک دیکھیا ادک سورج تری تروار کا
تب تھے لگیا تھر کاپنے ہو پر عرق یکبار کا

(یعنے جب سے فلک نے تیری تلوار کے چمکتے ہوے سورج کو دیکھا ہے تب سے وہ پسینے پسینے ہو رہا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے) مطلع ثانی ہے :

اے شاہ عادل توں علی صاحب ہے اپ سنسار کا
کفار بھنجن جگ تھمن نہیں سور کوی تجھہ سار کا

(یعنے اے شاہ علی عادل اس وقت دنیا کا مالک

توھی ھے اور توھی کفار شکن اور عالم پناہ ھے اور تجھہ سا بہادر اب کوئی نہیں ھے)

الفاظ کی شوکت اور قوت قابل ملاحظہ ھے ۔

قلعہ پنالہ کی تعریف میں لکھتا ھے :

تھا یکہ یک جو جگ ملے اوکر پنالے کا بلند
تھملے دھرت لنگر ھے ھور انبر کو تھام آدھار کا

(دنیا میں پنالے کا قلعہ اپنی بلندی و رفعت میں ایک ھی ھے ' وہ دھرتی کا لنگر ھے اور آسمان کو سہارنے کا تھم ھے)

پونچے بون پیری میں جاکر کر جوانی میں چڑے
انپڑے نہ دوجی عمر لگ تس پر قیاس یک بار کا

(ھوا اگر جوانی میں اس پر چڑھے تو پیری میں جاکر پہنچے اور دوسری عمر تک بھی آخر تک نہ پہنچ سکے ' اس سے قلعہ کی بلندی کا قیاس ھو سکتا ھے)

نیں بات کئی لگ مکھہ ملے کے تھار پر پھسلے زباں
گر ناؤں کوی لینے منگے تس راہ نا ھموار کا

(اگر اس کی ناھموار راہ کا نام لینا چاھیں تو بات کہنے سے پہلے اس کا نام لیے لیے تک زبان کئی بار پھسل پھسل جاے گی)

گڑ پر بھٹے پانی تھے ات گھر گھر تو ماء اللہر ھے
کرتا ھے رد کشمیر کوں انگن بی ھر گلذار کا

(قلعہ پر پانی کی یہ افراط ھے کہ گویا گھر گھر

ماوا للہر ہے اور اس کے ہر گلزار کا آنگن روکش کشمیر ہے)

اس قلعے کی بلندی ' ناہمواری اور دشواری کی تعریف میں بہت سے شعر ہیں - یہ تین چار شعر صرف نمونے کے طور پر لکھے گئے ہیں —

اس قصیدے میں اس نے بڑا کمال یہ کیا ہے کہ ابتدا سے جو جو واقعات پیش آئے ہیں سب کو بیان کر گیا ہے - مثلاً سیواجی کی سرکشی ' اس کی دغابازی ' قلعۂ پنالہ کی رفعت و بلندی اور دشوار گزاری ' اس کا قلعے میں سامان اور ذخیرے اور فوج کے ساتھہ مضبوط ہوکر بیٹھہ رہنا ' صلابت خاں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ' خطاب سے سرافراز کرکے سر لشکر بنانا اور شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجنا ' جنگ کا خونخوار نقشہ ' شیواجی کا قلعہ چھوڑ کر بھاگنا ' بہادروں کی بہادری ' علی عادل شاہ کی ہمت و دلیری ' نمایاں فتح ' جنگ سے بادشاہ کا مرتضیٰ آباد آنا ' وہاں سے دارالخلافت کو پہنچنا ' فتح کی خوشی میں رعایا کے جشن اور شہر کی آراستگی کا تفصیلی بیان ' بادشاہ کی مدح و ثنا اور دعا —

یہ تمام واقعات اور حالات خاص شاعرانہ انداز میں بڑے شکوہ و وقار کے ساتھہ بیان کیے ہیں - چونکہ میں نصرتی کے قصائد پر آگے چل کر الگ تبصرہ کرنے والا ہوں اس لیے اس مثنوی کے ضمن میں اس کے

قصائد کے حسن و قبح سے بحث نہیں کروں گا۔ اس قصیدے میں ڈیڑھ سو سے زائد شعر ہیں۔ آخر میں تعلی بھی کی ہے اور "شوقی" پر طنز کی ہے کہ اس رنگ میں دس پانچ شعر کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے، اتنا بڑا قصیدہ لکھتا تو حقیقت معلوم ہوتی —

دس پانچ بیت اس دھات میں کہیں تو شوقی کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتے تو اس بستار کا

اس جنگ میں صلابت خاں کے علاوہ ایک سردار مسعود خاں * کی بہادری کا بڑی ذکر کیا ہے۔ لیکن شیواجی سے صلابت خاں کے خفیہ عہد و پیمان کا کہیں اشارہ نہیں کیا۔ اس کا ذکر وہ آگے کرے گا —

دارالخلافت میں واپس آنے کے بعد علی عادل شاہ نے ملناڑ کے زمیندار کی تنبیہ کا ارادہ کیا، کیونکہ ایک مدت سے اس نے خراج ادا نہیں کیا تھا اور طرح طرح کے فساد اور شرارتیں کر رہا تھا۔ اس لشکر کشی کے لیے سامان تیار ہو رہا تھا کہ اتنے میں خبر آئی کہ صلابت خاں نے پھر غداری شروع کر دی ہے۔ بادشاہ نے اسے ایک نصیحت آموز خط لکھا اور اپنے امرائے دولت ابراہیم خاں، شاہ ابوالحسن اور ملا احمد کے ساتھ اس کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے اسے بہت کچھ سمجھایا

* اس سے مراد سیدی مسعود ہے جو صلابت خاں کا داماد تھا۔

اور نشیب و فراز سمجھا کر اطاعت کی ترغیب دی اور اس بات پر راضی کر لیا کہ بادشاہ دارالخلافت سے چملگی میں جو دریاے کرشنا کے کنارے واقع ہے رونق افزا ہونے والے ہیں، تم اس وقت تک اپنی جگہ سے کہیں نہ جانا - بادشاہ کی یہ تکلیف فرمائی محض تمھاری تسکین خاطر کے لیے ہے - بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی، اس نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اس طرف روانہ ہوے - پہنچنے پر سیدی مسعود داماد صلابت خاں اور شرزہ خاں نے حضور میں حاضر ہوکر صلابت خاں کی معافی اور امان کی درخواست کی - علی عادل شاہ نے درخواست منظور کی اور ایک فرمان صلابت خاں کی معافی کا لکھ دیا --

نصرتی نے خط کے لکھنے اور امرا کے بھیجنے کا ذکر نہیں کیا - صرف اتنا لکھا ہے کہ بادشاہ نے ملناز کی طرف کوچ کیا اور جب کشنا (کرشنا) پہ پہنچا تو صلابت خاں (جو سرکشی پر تلا ہوا تھا) یہ سن کر خوف زدہ ہوا اور حاضر ہوکر معافی کا طلب گار ہوا - بادشاہ نے اُسے معاف کر دیا --

فرمان معافی پانے کے بعد صلابت خاں چملگی میں حاضر ہوا اور منصب اور علاقہ کی بحالی سے سرفرازی پائی - بادشاہ نے اسے نواب عبدالرحیم بہلول خاں کے ہمراہ کرناٹک کی مہم پر جانے کا حکم دیا --

شعر - ادکہ کرہ تاپاں تے دھرتی ھتور
تپکنے لگے ڈونگراں جھوں کنکر

(مطالب) گھوڑوں کے ٹاپوں سے زمین میں ایسا تھلکا مچا کہ چٹانیں کنکروں کی طرح تپکنے لگیں

شعر - دمامے کریں بادلاں کو ندا
جواباں میں اُترے فلک دھر صدا

(مطلب) دمامے بادلوں کو آوازیں دے رہے تھے جن کے جواب میں آسمان سے صدائیں آرہی تھیں

شعر - گگن دھمدھمیاں کن دسے بے شکوہ
بچے ہو دسیں اُن کے گوداں میں کوہ

(مطلب) آسمان دمدموں کے آگے بے شکوہ نظر آتا تھا پہاڑ اُن کی گودوں میں بچے معلوم ہوتے تھے

اس جنگ کی فتح پر بھی قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے —

علی عادل شہ غازی پو شاہ بوالمظفر کوں
دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

آخر میں ایک مصرعے سے تاریخ بھی نکالی ہے -

ملکیاں تاریخ کہنے میں یہ جب نصرت کی ' ھاتف رنوں
کہیا دل سوں ' کھلنڈل مارے علی یک پل میں دوھر کوں''

ملابت خاں شکست کھا کر جو بھاگا تو رائچور میں جا کر پناہ لی - وہاں سخت بیمار ہو کر کرنول جا پہنچا - عادل شاہ نے رائچور کی طرف کوچ کیا -

قلعہ دار سیدی جوہر، صلابت خاں کے متوسلوں میں سے تھا، غداری کرنا چاہتا تھا لیکن جماعت احتشام کے سرداروں نے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور قلعہ کی کنجیاں بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیں —

شاہی فوج حسب فرمان بادشاہ دریاے تنگ بھدرا سے عبور کر کے اس طرف پہنچ گئی - سیدی مسعود (داماد صلابت خاں) نے اس پر شبخون مارا - لیکن شاہی لشکر کو پہلے سے اطلاع ہو گئی تھی، خوب لڑائی ہوئی - سیدی مسعود کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا - صلابت خاں کو اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا —

نصرتی نے اس کی موت پر ایک تاریخی قطعہ لکھا ہے - آخری شعر یہ ہے —

تس مرگ کے سبب کی جو تاریخ کوئی پوچھے
اے نصرتی توں بول کہ باغی ہوا موا

آخری مصرع سے سنہ وفات نکلتا ہے جو سنہ ۱۰۷۲ ھ ہے - صلابت کے بھتیجے (عبدالعزیز) اور داماد (سیدی مسعود) نے جب رنگ بدلا ہوا دیکھا تو معافی اور جان بخشی کے لیے حاضر ہوے - بادشاہ نے عبدالمحمد بہلول خاں کی سفارش پر ان دونوں کو معاف کر کے خلعت و منصب عطا فرمایا —

اب بادشاہ نے دارالخلافے کی طرف مراجعت کی - اس مراجعت پر نصرتی نے ایک زبردست اور پر شکوہ قصیدہ (ذو مطلعین) لکھا ہے - جس کا پہلا مطلع یہ ہے -

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تھری سروری
دلدل فلک کا رام تجھ کرتا زمانہ قلمری

اسی قصیدے کے ضمن میں موسم زمستان کے حال میں ایک پر زور قصیدہ لکھا ہے - بحر وہی ہے مگر ردیف و قافیہ دوسرا ہے - اس کے ختم ہوتے ہی وہ پہلا قصیدہ مطلع ثانی لکھ کر پھر شروع کرتا ہے اور فتح کی خوشی اور بادشاہ کی واپسی پہ شہر میں جو چہل پہل اور جشن ہوئے تھے اُن کا ذکر کیا ہے - اس میں شہر کے ضابطہ حوالہ دار (کوتوال) منجھلے شاہ کے انتظام و بیدار مغزی کی بھی تعریف کی ہے —

بادشاہ نے کچھ روز سیر و شکار کیا اور پھر دریا سے عبور کر کے قلعۂ تور گل کا رخ کیا - یہ سلطنت کے مستحکم قلعوں میں سے تھا - وہاں کے قلعدار کی کجروی اور سرکشی کی خبریں پہنچ چکی تھیں اُس لیے اس کی تنبیہ ضروری تھی —

نصرتی اس قلعہ کی مضبوطی اور استحکام کے متعلق لکھتا ہے —

کُبل تور گل تھا ندی کے کنار
اتھا شہ کے کوٹاں میں نامی حصار

اتھی کوٹ کے ڈونگراں پر زمیں
بلندی میں افلاک سوں ہم نشیں

قوی کوٹ و محل و بروج استوار
ندی یک طرف جس کے خندق منجھار

قدم در قدم یوں کر اڑے کُبل
فلک نادسے گر پڑے پگ پھسل

فرشتیاں کا ہونا سکے جاں گزر
شیاطین کوں چھپ رہنے وہاں نظر

اس قلعدار کا نام سیدی یاقوت تھا - اُسے جب بادشاہ کے آنے کی خبر ہوی تو مقابلے کے لیے تیار ہوگیا - بادشاہ نے محاصرے کا حکم دیا - اس اثنا میں یہ اطلاع ملی کہ صلابت خاں نے قلعدار سے ساز باز رکھا ہے اور گولے بارود وغیرہ سے اُسے مدد پہنچا رہا ہے - یہ سنتے ہی محاصرے کے اٹھالینے کا حکم دیا اور صلابت خاں کی سر کوبی کے لیے کوچ کیا - جب قلعۂ پھلود کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ صلابت مقابلے کے عزم سے قریب ہی میں آپہنچا ہے - غرض لڑائی ہوئی اور صلابت کو شکست ہوی - فوج کی بھگدڑ میں وہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہوگیا —

نصرتی نے اس لڑائی کا بیان یوں ہی لکھا ہے - توکل کے محاصرے کے لیے جب فوج چلتی ہے تو لکھتا ہے

شعر - ہوی یوں کہستاں میں گھوڑیاں کی چل
دیکھو ڑی ھُتاں میں تے نکلے ابل

(مطلب) کوہستان میں گھوڑوں کی ایسی ہل چل ہوی کہ بلوں میں سے مکوڑے ابل پڑے

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دن بادشاہ نے دارالخلافت میں عیش و آرام سے گزارے، اتنے میں محرم آگیا۔ اس موقع پر شاعر نے "قصیدۂ ذوالمطلعین در وصف مجلس آرائی عاشور" لکھا ہے۔ پہلے حصے میں شہادت کا کچھ ذکر ہے اور دوسرے حصے میں بیجاپور کے محرم کا حال ہے، جس میں شہر کی آراستگی، حسینی محل کی شان و شوکت، مجالس ماتم اور بادشاہ کی مدح بیان کی ہے۔ اس قصیدے کا پہلا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں ازل حمد میں عالم کے سر جنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

یہ بڑی شان کا قصیدہ ہے اور (۱۵۰) اشعار پر مشتمل ہے —

اس کے بعد ملناڑ کی فتح کی داستاں یوں شروع ہوتی ہے

اماماں کا کر عرس شہ پا کے جس
رکھے ملک گیری کی دل میں ہوس

شجاعت کی جب داد اپس داد آی
مہم ملک ملناڑ کی یاد آی

کہ ملناڑ کا راج دھر عقل کچ
بھرو سے سوں جھاڑی کے تھا مست کچ

یعنے ملناڑ کا کج عقل راجا گھنے جنگل کے بھروسے پر مست ہاتھی بنا ہوا تھا۔ اس مست ہاتھی کے فتح کرنے

کو شرزہ خاں بھیجے گئے جنھوں نے اس کی ساری مستی نکال دی۔ (پہلے بادشاہ نے ملا خرم کو بھیج کر راجہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ سرکشی سے باز نہ آیا تب یہ لشکر شرزہ خاں کی سرکردگی میں بھیجا گیا اور اس کے بعد بادشاہ خود بھی لشکر لے کر اس طرف پہنچے) —

اب نصرتی کے زبانی اس کا ذکر سنیے —

بسر جا و شرزے کے اودھان کوں
ضروری سوں چھوڑیا نہیں مان کوں

تلک شرزہ ابھریا چھ سو کر کے لاگ
لگایا جلالت سوں جنگل کوں آگ

وھیں شہ کیتک دن پچھیں ساز چیت
چلے گئے دھر اپنے بزرگاں کی ریت

گئے وھاں کہ نہ جا سکے جاں خیال
کیے کام جو تھا سو امر محال

سکندر ھو صاحب قرانی کیے
سکندر کی سیوت نشانی کیے

لیے تخت لگ ملک اس کا تمام
پھیرا ملک دے بھی رکھے کر غلام

اس کے بعد اس لڑائی کے حال اور فتح کی مبارک باد میں ایک زبردست قصیدہ لکھا ہے جس مطلع یہ ہے

ھوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا توں نانوں کاری ہے وصیئی شاہ مرسل کا

یہ قصیدہ (۲۲۰) شعر کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس شان اور کمال کا قصیدہ ہماری زبان میں مشکل سے ملے گا - قصیدہ کیا ہے جنگنامہ ہے - اس میں بیشک بادشاہ کی مدح ہے لیکن مدح سے کہیں زیادہ اس جنگ کے تفصیلی حالات موجود ہیں - مثلاً راجۂ ملناڑ کی سرکشی' سرکشی کے اسباب' شرزے خاں کا فوج لے کر سرکوبی کے لیے روانہ ہونا' بادشاہ کا بھی خود لشکر لے کر کوچ کرنا' برسات آجانے سے کچھ دن قیام کر کے انتظام کرنا' برسات کی بدولت جل تھل ہو جانا' جنگل کی بہار' درختوں کی رونق' آسمان و زمین کا نیا رنگ روپ' فوج کا دھاوا' لڑائی کا ڈھنگ' شرزے خاں اور عبدالمحمد کی شجاعت و دلیری' مظفر خاں' سید محمد علی' مولوی احمد کے کارنمایاں' رستے میں قلعۂ سوندہ کا فتح کرنا' پھر راجۂ ملناڑ کی راجدھانی بدنور کی تسخیر' راجا کا مغلوب اور عاجز ہو کر جان کی امان مانگنا اور شفاعت کے لیے حاجیوں کو بھیجنا اور بادشاہ کا فرط رحم و کرم سے معاف کرنا - نصرتی نے بدنور میں مسجد کی تعمیر کا بھی ذکر کیا ہے جس کا حوالہ تاریخ میں نہیں ملتا —

یہ ایسا بے مثل قصیدہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ پورا نقل کر دوں - لیکن ڈرتا ہوں کہ پرانی زبان ہونے

کی وجہ سے پڑھنے والوں کو لطف نہ آے گا اور وہ بیزار ہو جائیں گے - شرح کرتا ہوں تو وہ لطف بیان اور زور کلام کہاں سے آئے - حقیقت یہ ہے کہ ایسے معرکۃ الآرا قصیدے ہماری زبان میں سوائے سودا کے کہیں نظر نہیں آتے —

جب علی عادل شاہ نے شیواجی کو مار بھگایا تھا اور قلعۂ پنالہ پر قبضہ کر لیا تھا، اُسی زمانے میں شمال کی طرف اورنگ آباد کے صوبہ دار اور افواج مغلیہ کے سپہ سالار شایستہ خاں نے اس کو شکست پر شکست دی اور پونا اور دوسرے قلعے اس سے چھین لیے - شیواجی نے ایک شب کو محل میں گھس کر شایستہ خاں کو مجروح کیا - اورنگ زیب کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا اور اس نے اس مہم پر جسونت کو مقرر کیا - شیواجی نے اتنے میں سورت پر دھاوا کیا اور کئی روز تک اس متمول شہر کو دل کھول کے لوٹا - اورنگ زیب نے اس پر سخت پیچ و تاب کھایا اور جے سنگھہ کو اس کام پر متعین کیا —

نصرتی نے شایستہ خاں کے مجروح ہونے اور سورت کے قتل و غارت کے واقعات کو تفصیل سے نظم کیا ہے - لکھتا ہے —

نظر باز ہنگامۂ راز کا
لکھے کھول یوں چرخ کجباز کا

که جس وقت عادل علی بادشاہ
کیے تھے بنگا پور کوں تخت گاہ

... ...
... ...

سہویا دیکھ سہدان خالی بچار
کُہستاں سے بیشک نکل آئے بہار

کہیا یوں آپس دل منیں ہو بے شکیب
نکامی ہے شیطاں ستے پر فریب

... ...
... ...

ہوا جس کوں شاہ مغل مانتا
قوی بازوے سلطنت جانتا

ہوا رائے زن دور اندیش اچھے
بڑے کام پر تس قدم پیش اچھے

بلند شان کا جس کی دھلی پہ داب
اتھا اُس کوں شایستہ خاں کر خطاب

نہوی جے مہم جنگ و شر شور سوں
کرنہار اونے عقل کے زور سوں

سہویا کھیل اُس سات کرنے لگا
سہیانے کوں فن سوں سلنترنے لگا

ملایا مکھندت چور خونخوار کئی
آپس سار کے رند و عیار کئی

اس کے بعد رات کا سماں اس واقعہ کی مناسبت سے کھینچتا ہے اور شایستہ پر حملے کا حال لکھتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچالی میں موں

اوتر تخت وہ جب گیا گھر ملنجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چندر اُس کی ٹھار

کیا عیش میں کر سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اس کے چوراں کا کھیل

(یعنے وہ سورج کہ جس کے سامنے چور بچالی میں منہ چھپا لیتے ہیں جب وہ تخت سے اُتر کر اپنے گھر میں چلا گیا تو چاند اس کی جگہ حاکم بن کر بیٹھا اور اپنے ہمجولیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگا اس کے راج میں چور کُھل کھیلے) —

جب رات زیادہ ہوئی تو شیواجی کو دغا بازی کی سوجھی اور اپنی جماعت کو لے کر شایستہ خاں کے محل کی طرف چلا —

جو شایستہ خاں تب سہیلیاں میں تھا
کرنہار سُکھ حرش رنگیلیاں میں تھا

کہ تھے گھر کے چوندھر نگھباں کھڑے
ہر یک تھار انگے پلنگ و دریاں کھڑے

نہ اُس تھار ابلیس کوں تھا مجال
کیا وہاں تلک بھس لہو کا کھلال

سوتا تھا سو تس نہلد جانے اُچت
اوچایا کھڑک آب ات موں پہ ست

نہ اوس کوں مقابل پہ آنے دیا
نہ ھتھیار پر ھات بھانے دیا

کھیا کھمپ نیٔے جلد داراں پہ وار
کہ گھاواں پہ گھاواں لگے تن ملنجھار

سرنگ سہج ھوئی لھو سوں سب بے درنگ
رنگیلیاں کھا سب سہیلیاں کوں رنگ

اتھیاں کئی سہیلیاں جو رجھو تلیاں
پس ست بلنچانے کوں اودھو تلیاں

دھلی پر بھڑکتے دیکھت آگ یتی
یک یک دھن لگی آگ پڑنے سنتی

بلنچانے کو جیہہ اپنے پیو کا
سپر تن کریں آپ تس جیو کا

کٹا لٹی سو ہر سروقد گلعذار
رواں جوئے خونی ھوی موج مار

بھوت گرچہ گھائل ھو بانچیا جیا
جیے لگ ولے جیو کوں زخمی کیا

کہ تس سامنے تس کے پیاریاں کو کاٹ
چلیا لوٹ سب شرم پھر اپنی راٹ

لیا دے کے یوں داغ شرمندگی
کہ جیتا ہے لگ موت ھوئی زندگی

کیا پل میں ایسے کا لے ننگ و نام
کیا سب بچارِیا جو تھا دل میں کام

وہیں شرق تے غرب لگ دم منیں
یو ہوئی بات مشہور عالم منیں

(شایستہ خاں اُس وقت تک اپنی نازنینوں کے ساتھہ لطف عیش اُڑا رہا تھا - گھر کی چاروں طرف نگہبان اور دربان تھے - جہاں شیطان کو بھی رسائی کا یارا نہ تھا وہاں اس (شیوا) نے خون خرابا کیا. سوئے ہوئے کی نیند جب اُچاٹ ہوئی تو اُس نے جھٹ منہ پر پانی کے چھینٹے دیے اور تلوار اُٹھائی - لیکن نہ اُسے مقابلے پر آنے کا موقع دیا نہ ہتھیار پر ہاتھہ ڈالنے کی مہلت دی . کھپا کھپ وار پہ وار کیے اور گھاؤ پہ گھاؤ لگائے - تمام سیج خون آلودہ ہوگئی اور نازنینیں خون سے رنگین ہوگئیں - اُن میں جو راجپوتنیاں تھیں انھوں نے جب آقا پر آگ بھڑکتی دیکھی تو آگ میں گر کر ستی ہونے پر آمادہ ہوگئیں اور بڑی بہادری سے اپنے آقا کو بچانے کے لیے سپر بن گئیں - وہ سروقد نازنینیں بھی اس قدر زخمی یا ہلاک ہوئیں کہ خون کی ندی بہنے لگی - اگرچہ (شایستہ خاں) بہت کچھہ گھائل ہوکر بچ نکلا مگر جب تک زندہ رہا اُس کا دل زخمی رہا - وہ اپنے پیاروں کو اپنے سامنے کٹتے دیکھہ کر مارے شرم کے وہاں

سے چلا گیا - اُسے ایسا داغ شرمندگی نصیب ہوا کہ جیتے جی موت آگئی - وہ (شیوا) پل بھر میں ننگ و نام لوٹ لے گیا اور جو وہ سوچ کر آیا تھا وہ کرگیا - آناً فاناً شرق سے غرب تک یہ بات مشہور ہوگئی) -

جب یہ خبر دہلی پہنچی تو بادشاہ کا خون خشک ہوگیا اور کہا کہ " آل تیمور کی ایسی بدنامی کبھی نہیں ہوئی - جب تک اس کا انتقام نہ لوں کا بادشاہی مجھ پر حرام ہے" -

اب جسونت سنگھ اس مہم پر متعین ہوتا ہے —

کہ جسونت سنگھ کر کے رجپوت تھا
جکے رج کے بوتاں میں 'ودھوت تھا

ابھی جسونت سنگھ آنے بھی نہ پایا تھا کہ شیوا جی نے جھٹ سورت پر دھاوا کر کے اُسے لوٹ لیا -

سورت بندر کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے —

کہ سورت ککو ملک گجرات میں
بندر یک اتھا خوب سب بات میں
رہویں بحر و خشکی کے تجار وہاں
ملے بست جے نہیں سو عالم میں وہاں

یک یک کو نچھ یک شہر معمور اچھے
ہر یک گھر میں گنج گنج بھر پور اچھے
لوے بلد نت فیض اس تھے نول
کہ جوں ابر کوں آب دریا تے بل

اوپچ چک ہوئی جب تے وو بوستاں
نہ دیکھی تھی چک تب تے باد خزاں

(سورت نامی جو گجرات میں ایک بندر ہے وہ ہر بات میں خوب ہے - بحری اور بری ہر قسم کے تاجر وہاں رہتے ہیں اور جو چیز دنیا میں کہیں نہ ملے وہ وہاں مل جاتی ہے - ہندوستان ہمیشہ اس سے نیا فیض حاصل کرتا ہے جیسے ابر کو آب دریا سے قوت پہنچتی رہتی ہے - جب سے یہ بوستاں دنیا میں پھولا پھلا اس نے کبھی باد خزاں کا جھوکا نہ دیکھا تھا)

سورت کی غارت گری کے حال میں لکھتا ہے —

کیا لوٹ یوں پل میں بندر کوں پاک
کہ جوں آگ لگتیں نرہے باج راک

پھری خوب صورت کی صورت نے یوں
جوانی تھے محبوب پیری میں جیوں

(یعنی لوٹ لاٹ کر بندر کا پل بھر میں اس طرح صفایا کر دیا جیسے اگ لگنے پر سوائے راکھ کے کچھ نہیں رہتا - سورت کی پیاری صورت ایسی بدل گئی تھی جیسے جوانی کے محبوب کی صورت بڑھاپے میں بدل جاتی ہے) —

اس واقعہ کے بعد چے سلگھہ دکھن کی مہم پر آتا ہے —

نصرتی آخر علی عادل شاہ کا ملازم اور درباری شاعر ہے - وہ یہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنے بادشاہ کی شان بڑھائے اور اس کے مقابل میں دوسروں کو

گھٹاے ' اس لیے وہ کہیں کہیں واقعات کو نمک مرچ لگا کر بیان کرتا ہے - چنانچہ لکھتا ہے کہ جب سورت بندر کے لٹنے کی خبر اورنگ زیب کو پہنچی تو وہ سخت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ جب تک علی عادل شاہ کی مدد نہ ہوگی یہ مہم سر نہیں ہوسکتی - اس کا بیان دیکھیے —

پکڑ اپنے دانتوں میں حیرت سوں بونت
کھیا چابتا سخت غصے سوں ہونت
مگر کچھہ ہے یہ آسمانی بلا
کہ ہو لادوا یوں کرے مبتلا
دس آتا ہے نا ہوے ہمن تے علاج
علی کی طرف سے مدد پاے باج

(یعنی اورنگ زیب نے (واقعۂ سورت پر) حیرت سے انگلی دانتوں میں دبالی اور غصے سے ہونٹ چابنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ آسمانی بلا ہے جس کا کوئی علاج نہیں- معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب تک علی (علی عادل شاہ) کی مدد نہ ہوگی اس کا علاج نہ ہوسکے گا) —

یہ سوچ کر اس نے اپنے وکیل بیجاپور بھیجے اور انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے باہمی صلح اور امداد کا پیغام دیا - اس کا جواب جو علی عادل شاہ نے دیا ہے وہ نصرتی کی زبانی سنیے ' کیا شان بے رسکتی ہے - گویا اورنگ زیب اس کے سامنے ایک معمولی

بادشاہ تھا "کہیا نرپتی تب کھڑگ لیکہ ہات" —

کہ ہوں میں سمیٔ نبی کا خلف
دو جا تس پہ ہمنام شاہ نجف

لقب کفر بھلجن ہے مجھہ بے گماں
صفت دست گہو فرو ماند گاں

میرے کام پر میں ہوں حاضر سدا
تماری بی کرنی کرو ابتدا

مدد میں ہوں موذی پہ چل بیگ آؤ
لڑو مت تماشا ولے دیکھہ جاؤ

کہ مجھہ فوج دشمن سوں لڑتی ہے کیوں
ستی جاکے آتش پہ پڑتی ہے کیوں

جو ساواں سوں کیوں دزد گم نام نے
لڑے صف بہ صف آملے سامنے

نبھانا اپس عہد پر آپ جم
کہ مرداں ہیں وعدے پہ ثابت قدم

سنیا شاہ عادل تے جب یو جواب
وہیں خوش ہو شاہ مغل بے حساب

کہیا مجھہ ہوا اب تے ہادی فلک
کہ وو نرپتی نے قبولیا کومک

اب جو عادل شاہ کی امداد کا اطمینان ہو گیا تو اورنگ زیب نے بڑا دربار کیا اور دکھن کی مہم کے لیے جے سنگھہ کا انتخاب کیا۔ نصرتی نے اس موقع پر

چے سنگھہ کی تعریف تو کی ہے مگر اس کی مکاری اور حیلہ بازی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے - یہ گویا آنے والے واقعات کی پیش بندی ہے —

ادھر علی عادل شاہ اپنا دربار کرتا ہے - اس دربار کی شان و شوکت ہی اور ہے - سب سے پہلے چاندنی رات کا سماں کھینچا ہے - یہ سماں بالکل فرضی ہے، شروع سے آخر تک تشبیہات و استعارات سے کام لیا ہے - یہ فارسی شاعری کی پوری نقالی ہے - یہ چودھویں شب ہے - ماہ کامل جلوہ گر ہوتا ہے - شفق، ہوا، ثوابت، جوزا، میزان، سنبلہ سب اپنی اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں - قاضیء آسماں کا اجلاس عدالت ہے اور عطارد کار فرمائی کے لیے حاضر ہے - اس تمام شان و شوکت کے ساتھہ علی عادل شاہ کا دربار ہوتا ہے - زہرا گانا گاتی ہے جس سے فلکی اور خاکی دونوں وجد میں آجاتے ہیں - وغیرہ وغیرہ —

چاندنی کی تعریف میں ایک شعر اچھا کہا ہے -

صفای انگے مہ کی شرمندہ سور
دسے روئے خوباں تے تس نرم نور

(یعنے چاند کی صفائی کے سامنے سورج بھی شرمندہ تھا اور وہ صفای روئے خوباں سے بھی زیادہ نرم معلوم ہوتی تھی) —

یہاں نرم کا لفظ کیا خوب استعمال کیا ہے —

اسی دربار میں بادشاہ اپنے امیر خواص خاں کو شیواجی کے مقابلے اور مغلوں کی امداد کے لیے انتخاب کرتا ہے —

شہنشہ سوں ہمراز خاصاں میں خاص
جسے نام نامی ہے خان خواص

نصرتی نے خواص خاں کی خوب تعریف کی ہے - اس کے بعد سرافرازی کا حال سنیے —

سرافراز خلعت سوں کر بے درنگ
عنایت کیے ہت تے اپنے فرنگ
مگر فتح کی وے بشارت دیے
مہم بیگ کرنے اشارت دیے

(خلعت سے سرافراز کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار عنایت فرمائی - گویا یہ فتح کی بشارت اور جلد مہم کرنے کا اشارہ تھا)

بشارت یو پایا چہ سو مہبلی
اوتھیا لے فرنگ کہہ مدد یا علی

(اُس بہادر نے جو بشارت پائی تو تلوار اٹھا کر "یا علی مدد" کی آواز لگائی)
اور کہا کہتا ہے

کہ میں کہا بڈیا ہوں علی کا نمک
مغل آئے لگ وہاں مجھے کیا اٹک

کرے آسرے پاے کے ٹوکی کار
ولے باگ ابنگ مارتا ہے شکار

پکھلاچ انپڑ یوں دھیلکانا کروں
پھلی پھوڑ ایسا بھلکانا کروں

میں نے علی (عادل شاہ) کا نمک کھایا ہے میں مغلوں کے آئے تک کیوں رکا رہوں - چڑی مار آسرا پا کے شکار کرنے میں لیکن شیر علانیہ شکار مارتا ہے - میں اکیلا پھلاچ کر حملہ کروں گا اور اس کی فوج کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر دوں گا --

اس کے بعد کیا اچھا شعر لکھا ہے جس میں رزم کے ساتھ بزم کا مزہ آجاتا ہے -

کہ باغی کی مجلس رو ساقی نہ رہے
مغل آئے لگ دور باقی نہ رہے

غرض یہ بہادر افواج کا انتظار کیے بغیر چل پڑا اور کوچ بر کوچ کرتا ہوا اور گنجان اور خطرناک جنگلوں کو طے کرتا ہوا ایک گھاٹ پر پہنچا جو بہت دشوار گذار تھا اور شیواجی کے سرحد کے قرب ہی میں تھا - لیکن اس سے بے خبر تھا کہ شیواجی کہاں اور کس طرف ہے - رات کے وقت فوج نے اس جنگل میں جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، پڑاؤ کیا - شیواجی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہ یہ فوج قلیل ہے اور مغلوں کے آنے میں ابھی دیر ہے، رات کو شبخون

مارا - بیجا پوریوں کے اوسان جاتے رہے لیکن خواص خان نے بڑی ہمت و دلیری سے کام لیا - فوج کی ہمت افزائی کی اور خود تلوار لے کر آگے بڑھا' سپاہیوں نے یہ دیکھا تو ہمت کر کے ٹوٹ پڑے اور شیواجی کو مار بھگایا —

نصرتی نے اس لڑائی کا حال بڑی خوبی سے لکھا ہے اور ہیبت ناک کوہستان 'ور جنگل کی عظمت' اندھیرے اور چاندنی کا سماں دکھانے میں بڑا کمال ظاہر کیا ہے - لکھتا ہے

شعر - کو بل تھا کہستان کے مکھہ پہ گھاٹ
معمے سے موہوم تھی جس پہ باٹ

(مطلب) کوہستان کے منہ پر نہایت دشوار گزار گھاٹ تھا جس کا تنگ رستہ معمے سے بھی زیادہ موہوم تھا

شعر - نہ جس باٹ مشکل کا لیتے میں ناؤں
زباں کا پھسلتا ہے جم مکھہ میں پاؤں

(مطلب) اس دشوار رستے کا نام لیتے ہوے زبان کا پاؤں ہمیشہ منہ میں پھسل پھسل جاتا ہے

شعر - ہور اس گھاٹ کے تل جو ہے کوہ کن
رہوے روز روشن ہو وہاں جو رین

(مطلب) اور اس گھاٹ کے نیچے جو کوکن کا علاقہ ہے وہاں روز روشن رات کی طرح نظر آتا ہے

شعر - اندھارا ماھا یوں دسے نور سوں
کہ دن جنت ھے شام دیجور سوں
(مطلب) اندھیرا نور سے یوں ملا ہوا نظر آتا ھے
گویا دن شام دیجور کا جفت ھے

شعر - اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھ کر نت وھاں رصد بلند کام
(مطلب) اندھیرا اس شب کا تھا کہ دن کو تارے
نظر آتے تھے اور رصد والے وھاں بیٹھ کر کام کرسکتے تھے

شعر - وو روئے زمیں گرچہ محجوب ھے
نظر میں سورج کے بھی محجوب ھے
(مطلب) اگرچہ وہ روئے زمیں محبوب ھے لیکن
سورج کی نظروں سے بھی حجاب میں ھے

شعر - زمیں استری ھے سو صاحب جمال
کہے تے یو قطع اپس مکھ کا خال
(مطلب) زمیں ایک صاحب جمال عورت ھے اور یہ
قطعۂ زمیں گویا اس کے چہرے کا خال ھے

شعر - اندھارا تو عالم کا ھے وھانچہ جمع
ولے یک اندھارے میں کئی لکھ ھیں شمع
(مطلب) اگرچہ سارے عالم کا اندھیرا وھاں جمع ھے
لیکن ایک اندھیرے میں (پھولوں کی) کئی لاکھ شمعیں روشن ھیں

شعر - هزاراں نچند نکلے ہیں یک نس پہ سور
کہ چھا یا ہے یعنے گلستاں کا نور

(مطلب) گویا ایک رات میں ہزاروں سورج نکلے ہوے ہیں
اور گلستاں کا نور چھایا ہوا ہے

شعر - بچھا وے ہو فراش نت نو بہار
رنگا رنگ پھولاں تے صد راں ہزار

(مطلب) نو بہار فراش بنی ہوی ہے اور رنگ برنگ
پھولوں کی ہزاروں مسندیں بچھا رکھی ہیں

شعر - پنکھیرو ہر یک بہات کے دلفریب
دکھا ویں سدا رقص و نغماں سوں زیب

(مطلب) طرح طرح کے حسین پرندے اپنے رقص
اور نغموں سے عجب بہار دکھا رہے ہیں

شعر - جوڑے جھاڑ سب مل کے چھاے فلک
ستاریاں کی پکڑی ہے جگ نے جھلک

(مطلب) درخت آپس میں اس طرح جڑے ہوے ہیں کہ آسماں کو
چھپالیا ہےاور زمیں پر ستاروں کی صرف جھلک نظر آتی ہے

شعر - یک یک بانس میں توڑ سٹنے کا خیال
بلند سقف گردوں تے مکڑیاں کے جال

(مطلب) ایک ایک بانس کا یہ حوصلہ ہے کہ وہ آسماں کی چھت
پر سے مکڑیوں کے جالے اتارنے کا خیال رکھتا ہے

شعر - فلک سوں دسیں بانس بھر یوں ابار
کہ منصور یک ہور ہزاراں ہیں دار
(مطلب) بانس آسماں سے یوں بھرے ہوے نظر آتے ہیں
گویا منصور تو ایک ہے اورداریں ہزاروں ہیں

شعر - گویاں بھوئیں چھپے خاص ناگاں کے گھر
بندے بانس جالیاں سوں موں پر چھتر
(مطلب) اس کی زمیں میں شیروں کے خاص گھر ہیں جن کے منہ
پر بانسوں نے گھنی جالیاں بنا رکھی ہیں

شعر - دسیں جا بجا غار و خونریز خار
قدم در قدم طشت و نشتر ہزار
(مطلب) جا بجا غار اور خونریز کانٹے نظر آتے ہیں
اور ہر قدم پر ہزاروں طشت اور نشتر موجود ہیں

جنگ کا بھاں بھی بڑی تفصیل اور بڑے جوش و خروش سے لکھا ہے مثلاً —

شعر - کھنڈا کوں تے کھڑ کاں کے یوں شور اُتھیا
جو تن موں پہاڑاں کے لرزا چھوتیا
(مطلب) تلواروں کی کھنڈا کہن سے وہ شور اٹھا
کہ پہاڑوں کے تن بدن میں لرزا پیدا ہو گیا

شعر - بلا نیند میں تھی سو ہوشیار ہوئی
اجل خواب غفلت تے بیدار ہوئی
(مطلب) گویا بلا نیند سے ہوشیار ہو گئی
اور اجل خواب غفلت سے بیدار ہو گئی

شعر - سلاحاں میں کھڑکاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رگت مل برسنے لگے

(مطلب) تلواریں جو اسلحہ میں گھسنے لگیں
تو آگ اور خون مل کے برسنے لگے

شعر - ہویاں لہوکھاں چھٹکاں ہوا پر بخار
سٹیں تیغ جبہاں تے شعلے ہزار

(مطلب) لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے
تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے

شعر - بھریانس کا کھڑکاں کی چنگیاں تے روپ
ہوا نرم چاند نا سو سب گرم دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چنگاریوں سے رات کا روپ ہی کچھ اور ہوگیا
اور نرم نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی

شعر - ہوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(مطلب) ہوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا
اور لہو جو اُڑرہا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا -

شعر - فرنگاں پہ لہو کے کھلالے دسیں
انہاں پر تے دھاراں پنالے دسیں

(مطلب) تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے
اور انیوں پر سے خون کی دھاریں پر نالوں کی طرح بہہ رہی تھیں

شعر - پون کوں سرنگ رنگ پیدا ہوا
شفق ابر پر سب ہویدا ہوا

(مطلب) ہوا کا رنگ سرخ ہو گیا تھا
اور ابر پر شفق نمودار تھی

یہ چند شعر رزمیہ بیان کی کیفیت دکھانے کے لیے کافی ہیں - اس سے نصرتی کا کمال شاعری معلوم ہوتا ہے ۔

جنگل میں بھاگتوں کی حالت کو کیا خوب بیان کیا ہے - صرف تین شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - لیا نہا تتیاں کا ہو ہر جھاڑ کال
موتڈا سا چ کوی کوی سو جھونتے کے بال

(مطلب) بھاگتوں کا درختوں نے برا حال کیا
کسی درخت نے ملتا سا اتار لیا اور کسی نے سر کے بال

شعر - ستیا آنگ پر جس کے کانٹے نے ہات
لیا کاڑ کپڑیاں کوں چمڑی سنگات

(مطلب) جس کسی کے بدن پر کانٹے نے ہات مارا
تو چمڑی سمیت کپڑے اتار لیے

شعر - جتا جھاڑ بیلا دسیا اُس گھڑی
رنگا رنگ تکڑیاں کی یک گودڑی

(مطلب) اُس دم درخت رنگ برنگ کے
چیتھڑوں کی گودڑیاں بنے نظر آتے تھے

ان اشعار میں درختوں سے الجھنے کی کیا اچھی اور صحیح تصویر کھینچی ہے - اس میں تھوڑا سا ظرافت کا پہلو بھی ہے —

اس لڑائی میں نصرتی نے شاہ حضرت، سیدی سرور اور شیخ میراں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

اتنے میں جے سنگھ کی سرکردگی میں مغلیہ فوج بھی آجاتی ہے اور قلعۂ پورندہ کو فتح کرلیتی ہے۔ نصرتی اس فتح کا ذکر بڑی حقارت سے کرتا ہے یعنے اصل جان جوکھوں کا کام تو بیجاپوری فوج نے کیا تھا اس میں مغل فوج کی کیا بہادری ہے۔ کہتا ہے —

تو فرصت مغل پا کیا گڑ کوں زیر
کہ اندلے نے جوں چانپ بکڑیا بٹیر

(یعنے مغلوں نے موقع دیکھ کر قلعہ فتح کر لیا۔ گویا اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ گئی) —

جب شیواجی نے یہ رنگ دیکھا اور کوئی مفر نظر نہ آیا تو اس نے پھر دام تزویر بچھایا اور جے سنگھ سے سازباز شروع کیا۔ شیواجی آدھی رات کو جے سنگھ سے جاکر ملا اور بعض شرائط پر جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں باہم صلح ہوگئی۔ نصرتی نے اس غداری پر بہت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس شکست کے بعد شیواجی کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اور مغلوں سے مل جانے کا جو منصوبہ سوچتا ہے اُسے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

شعر - اتا گھر تے ہمت دھو بلا ٹالنا
نہ چپ گھر برابر اپس جالنا

(مطلب) (شیواجی اپنے دل میں سوچتا ہے) کہ اب گھر سے ہاتھہ دھو کر (یعنے ملک دے کر) اس بلا کو ٹالنا چاہئے - گھر کو جلتے دیکھہ کر خود بھی جلنا مناسب نہیں -

---

شعر - * ملنڈا سا گنوانا بھلا سر کی تھار
کہ بانچیا تو یک سر ملنڈا ہے ہزار

(مطلب) سر کے بجاے منڈا سے کا کہو دینا بہتر ہے کہ اگر سر بچ رہا تو منڈا سے ہزاروں -

---

شعر - مغل سوں تو مدین سخت کہتا ہوں کہوڑ
وولے گھر مجے چپ نہ دیویں گے چھوڑ

مطلب) میں نے مغلوں سے سخت دغا کی ہے وہ بغیر گھر (ملک) لیے مجھے یونہیں نہ چھوڑ دیں گے -

---

* محمد ابراہیم زبیری نے اپنی تاریخ بساتین السلاطین میں اس موقع پر بالکل اسی شعر کا ترجمہ لکھہ دیا ہے - در اصل یہ پرانی کہاوت ہے - وہ لکھتا ہے " مثل مشہور است درمیان مردم کہ چوں سر سلامت باشد دستار کم نیست " (صفحہ ۳۰۳)

شعر - طمع جھو بلچانے کوں ایسا دیکھا نوں
پڑیں شرم ست پھر وو مھر یچھ پانوں
(مطلب) اپنی جان بچانے کو ایسا لالچ دوں گا کہ
وہ بے حیائی سے الٹے میرے ھی پاؤں پڑیں گے

شعر - نہ نامرد کے دل پہ ارکار آے
گنوا لاکھہ عزت کوں یک جیو بچاے
(مطلب) نامرد کو کچھہ بھی غیرت نہیں آتی
وہ لاکھہ عزت کھوکر اپنی جان بچا لیتا ھے -

شعر - نہ چھے قدر کچھ مال کی چور پاس
پھوکٹ لے گنواوے پھوکٹ اور پاس
(مطلب) چور کے نزدیک مال کی کیا قدر'
مفت میں ھاتھہ آتا ھے اور مفت میں دوسرے کودے دیتا ھے -

اس کے بعد لکھتا ھے کہ شیوا جی نے جے سنگھہ کو کیا پٹی پڑھائی —

شعر - کہ تم آج اگر مجھہ پکڑتے ھوں عات
تو کرتا ھوں یک کام اس دھات سات
(مطلب) اگر تم میری دستگیری کرو تو میں ایک
ایسا کام کرتا ھوں

شعر - نکوی آج لگ کر سکیا ھے وو کام
تمارے نے ھو ابدی جگ میں نام
(مطلب) کہ آج تک کسی سے نہ ھوسکا اور تمھارا نام دنیا
میں ابدالآباد تک رھے گا

شعر - کدھیں فوج دھلی کی اس شان سوں
چلی ہی نہ یوں ساز و سامان سوں

(مطلب) دھلی کی فوج نے کبھی اس شان اور ساز و سامان سے کوچ نہیں کیا تھا -

شعر - رکھوں یوٹ مجری تو کبنا کو کہ فن
پلاں ایکہ دیتا ہوں ملک دکن

(مطلب) اگر تم میری پشتی بانی کرو تو ایک چال چل کر ملک دکن تمہیں دلا دیتا ہوں

شیواجی نے جب یہ سبز باغ دکھایا تو جے سنگھہ پر کیا اثر ہوا ---

شعر - سنیا جب سیویا نے یو جہسلگ لاف
اپس شہ کے وعدیاں کوں کیتا خلاف

(مطلب) جے سنگھہ نے جب سیواجی کی یہ لاف سنی تو بادشاہ سے جو وعدے کیے تھے ان سب کو بھول گیا

شعر - قوی رابطہ مرد صادق سوں توڑ
ملیا کئے میں مفسد کے اخلاص جوڑ

(مطلب) مرد صادق سے قوی رشتے کو توڑ کر مفسد کے کہنے میں آگیا اور اُس سے رابطہ قائم کر لیا

شعر - کہ تہا اصل میں اس سے ہم جنس نیت
ملگیا رکھلے کافر نے کافر کی پیت

(مطلب) کلا وہ دونوں اصل میں ایک ھی جنس کے تھے کافر نے کافر کی حمایت کی -

شعر ۔ طمع ات منافق پہ غالب ہوئی
ڈوبانے کوں تس نائوں طالب ہوئی
(مطلب) طمع اس منافق پر اس ندر غالب
ہوی کہ ننگ و نام ڈبونے پر آمادہ ہوگیا

شعر ۔ سچے مرد سوں راست بازی کوں چھوڑ
ملگیا کھیلنے ملکہ جھوٹے سوں ہوڑ
(مطلب) مرد صادق سے راست بازی چھوڑ دی اور جھوٹے سے مل کر
فن فریب کھیلنے لگا

شعر ۔ طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار
وغیرہ وغیرہ ۔

اب نیا دور شروع ہوتا ہے ۔ مغلوں اور شیواجی کی باہم صلح ہوجاتی ہے اور علی عادل شاہ کا مغلوں سے مقابلہ ہوتا ہے ۔

علی عادل شاہ کو جب اس غداری کی خبر ملی تو سخت پریشان ہوا ۔ ملا خرم اور ملا احمد کو بھیجا کہ وہ جے سنگھ سے گفتگو کرکے اُسے راہ پر لائیں لیکن اس گفت و شنید کا کچھ اثر نہ ہوا ۔ مندرجہ جنگ کی تیاری ہوی ۔ آس پاس کے زمیندار اور باج گزار سرداروں کو فوج و حشم لے کر حاضر ہونے حکم ہوا ۔

شعر - سواس و منیوار عالی مقام
لے آے اتھے پاے دال جو تمام

(مطلب) عالی مرتبہ سواس اور منیوار
اپنی پیدل فوجوں کو لے کر جانے ہوے

شعر - سلامت رکھنا در سوا شہ کا گھر
اوتھے تو سو سب جیو پہ کرنے کہتر

مطلب) تا کہ بادشاہ کا گھر سلامت رہے وہ
جان جوکھوں کے نیچے امداد تھے -

شعر - خوش اس دعات فوجوں پہ موجاں چلیاں
کہے توں کہ دریا پہ موجاں چلیاں

(مطلب) فوجوں پہ فوجیں اس ڈھنگ سے چلیں
گویا دریا پہ موجیں چل رہی ہیں

بادشاہ نے ایک دور اندیشی یہ کی کہ شہر کے گرد جس قدر باغ، نہریں، حوض، تالاب اور پورے تھے اُن سب کو مسمار کردینے اور توڑ دینے کا حکم دیا - اور باولیوں اور کنوؤں میں زہر ملا دینے کا انتظام کیا گیا - تاکہ غنیم کو نہ کوئی جاے پناہ ملے اور نہ پینے کو پانی نصیب ہو —

حوضوں اور تالابوں کے توڑنے سے پانی جو ایک دم زور شور سے بہا ہے تو اُس کی کیفیت یوں لکھی ہے

دسے دور تے یوں وہ پانی جلنجال
زمیں حوض ہوی ہور فلک تس کلنجال

باغوں کی بربادی کے متعلق لکھتا ہے —

تلف یوں یتے تازہ باغاں ہوے
فلک پر گلاں جن کے داغاں ہوے
پرندیاں کوں کہیں باغ و بن نہیں رہیا
چراگاہ ہور کہیں وطن نہیں رہیا

نہ تھی دھوپ جہاں وہاں کھڑا آفتاب
لگیا آب کی تھار بہنے سراب
(یعنی جہاں کبھی دھوپ کا گذر نہ تھا وہاں آفتاب کھڑا تھا اور پانی کی جگہ سراب بہ رہا تھا) —

رہیا سب ہو بربادیوں بے قصور
اوڑایا ہے گویا قیامت کا صور
کف دست بھوئیں یوں ہوئی سربسر
دیکھیں کوت پرتے نظر کر اگر
ڈھلے جس رخن گولہ بیضے کی تھار
نہ تھارے لگے لگ فلک کے کنار

(یعنی قلعہ پر سے اگر نظر دوڑائی جاے تو ساری زمین کف دست کی طرح صاف نظر آتی تھی - اگر قلعہ سے گولہ مارا جاے تو انڈے کی طرح لڑھکتا چلا جاے اور جب تک آسمان کے کنارے نہ لگ جاے اس وقت تک نہ ٹھہرے) —

یہ سارا انتظام میرزا یوسف کے سپرد تھا - اس کی نصرتی نے بہت تعریف لکھی ہے —

اس باب کی ابتدا نصرتی نے قلعۂ بیجاپور کی تعریف سے کی ہے اور اس کی شان و شوکت، اس کی سرسبزی و خوشحالی اور ثروت و عظمت کا بیان کرنے کے بعد بادشاہ کے حکم سے اس کے باغوں اور کھیتوں کے برباد کرنے، اُس کے پوروں اور آبادیوں کے مسمار کرنے اور اس کے نہروں اور حوضوں کے توڑ ڈالنے کا افسوس ناک ذکر کرتا ہے - اسے پڑھ کر افسوس ہونے لگتا ہے اور اہل بیجاپور اور اس کے سلطان سے ہمدردی ہوجاتی ہے - قلعہ کی تعریف کے صرف چند شعر نقل کرتا ہوں —

فلک پو جو دھرتا ہے دیدے ہزار
ندیکھا ہے اتنا بڑا کہیں حصار

زہے کوٹ عالی بیجاپور کا
کہ ہے برج بیت الشرف سور کا

کرے تت بلندی میں کیواں سوں بات
کلنگورے چھپلے بام ہفتم کوں ہات

(اس کی فصیل اتنی بلند ہے کہ زحل سے باتیں کرتی ہے اور اس کے کُنگرے فلک ہفتم کو ہاتھ سے چھولیتے ہیں) —

فلک دھوپ لگ کر پریشان ہوے
کلنگورا ہر یک تس سوریا بان ہوے

(فلک اگر دھوپ سے پریشان ہوجائے تو اس کا

کنگرہ چھتری کا کام دے گا) —

پون چڑ سکیا نہیں کد ہیں تس بلند
دھویں کا بی ست کنگرے پر کمند

(دھئویں کی کمند ڈال کر بھی ہوا آج تک اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکی) —

اگر آسرے تس کے نکلے تو چاند
صبا ہوے چڑ آے لگ ویچھ کاند

(اگر چاند اس کی فصیل کے قریب نکلے تو صبح ہوے تک اُسی ایک دیوار تک رہے) —

بدل کاچ تکڑا کنگورا دسے
کڑ کتی جو بجلی زنبورا دسے

(اس کی فصیل کا کنگرا بادل کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے اور کڑکتی بجلی اس کنگرے پر کی بندوق ہے) —

نہیں کوی کنگورا بی ڈونگرتے کم
رنبورا ہر ایک افعیء تیز دم

(ہر کنگرا پہاڑ سے کم نہیں اور اس کی ہر ہر بندوق تیز دم افعی ہے) —

زحل دیکھ جس کے عرابے کا پھیر
دسیا لنگ ہو سیر کرنے تے سیر

(زحل اس کی توپوں کا زنجیرہ دیکھ کر سیر کرنے سے تھک کر لنگڑا ہوگیا) —

بزرگی میں جس پھیر کے آسماں
دسے فقط جھوں دائرے کے میاں

(آسماں اس کے گھیرے کی ہوائی کے سامنے ایسا ہے جیسے دائرے کے بیچ میں نقطہ) —

یہ کیفیت تو قلعہ اور اس کے بیرونی حصے کی تھی'
اب اندرونی یعنی شہر کی حالت دیکھیے : —

بھتر جلوہ گر باغ دھرتی سو نور
قصوراں ہے جہاں قصر خوباں سو حور

بھرے حوض کوثر سے جل سلسبیل
قدم در قدم دجلہ و رودِ نیل

چمن خاص جہازاں سوں یوں بے عدد
دسیں جیوں قلم کار بوٹیاں کے قد

دیکھت پھولیں بولیے دور بیں
مگر اور بیٹھی ہے نیلک زمیں

ہوا دیکھ ہر قطعہ خوش رنگ کا
خجل تختہ مانی کے ارژنگ کا

ٹھنڈا باؤ بیمار دل کی دوا
کرے روح کا روح تازہ ہوا

دھرے سبزہ خاصیت مشک اپن
چریں بے خطا جہاں ختن کے ہرن

صبا کر کنگی باؤ کی بالے بال
پرو جائے شبنم کے موتیاں کوں ڈھال

بھلے کالوے پھول مالے دسیں
طرے سرو کے روپ آلے دسیں

نسیم صبا آکے خوشبوی لگائے
گگن تس کی مہکار تے مکمکائے
ہر یک خانہ کشمیر کا شہر ھے
ہر یک کونچہ یک ماوراللہر ھے
بڑا شہر و خوش چوک ہر تھار کئی
یکیک چوک میں چار بازار کئی

. . . .

. . . .

زھے مطلع نور لامع اھے
بزرگی میں مسجد یہ جامع اھے
ہوویں معتکف عرش کے جہاں ملک
مسیحا کو جس حجرہ چو تھا فلک
قیامت کوں بیت المقدس کی تھار
کریں انبیا یہاں نماز اختیار
گگن پر پڑے سایہ جس فرش کا
نمونہ ھے تس سقف میں عرش کا

. . . .

. . . .

مسافر جو ہوے بحر و بر کا نوا
دیکھلہار ہر ملک کا پھر نوا
جب اس معدنِ کامرانی میں آئے
وطن بھانچ کر سب جہاں بھول جائے

غرض سب بیرونی انتظام کرنے کے بعد قلعہ کی شکست ریخت ' حصار کی درستی ' سامان رسد کی فراہمی وغیرہ کے تمام انتظام اندرون قلعہ کیے جاتے ہیں اور جنگ کے لیے تیاریاں مکمل کرلی جاتی ہیں - اس کا بھی کسی قدر تفصیل سے ذکر ہے —

جب قلعہ کے اندر تمام انتظامات مکمل ہوگئے اور فوج کیل کانٹے سے لیس ہوگئی تو سلطان علی عادل شاہ نے اپنے خاص خاص امرا و وزرا اور فوجی سرداروں سے مشورے کے لیے مجلس منعقد کی - جن میں (بقول نصرتی) عبدالمحمد ' میں اخلاص خاں ' خان شرزا ' عبدالکریم ابن عبدالرحیم ' یکوجی فرزند شاہ جی شریک تھے ۔ ان سب کی حسب لیاقت و درجہ تعریف کی ہے - ان سب سے مخاطب ہوکر سلطان نے فرمایا —

رہنا گھر دکن کا تمارے تے تھانب
کہ ہیں سلطنت کے تمیں آج کھانب

(دکن کا گھر اب تمہارے ہی سنبھالے سنبھلے گا کیونکہ تمہیں اس سلطنت کے سہارا (کھم) ہو) —

ہوا ہے مغل آج بد عہد کل
اوچانے پہ ہے یہاں تلک آکہ غل

اگر پیش رو اہل تلبیس ہے
اسے رہنما نسل ابلیس ہے

دکھایا ہے دریا کوں کر یک سراب
رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب

اگیٹی کوں سمجیا دیا لالہ‌زار
اناراں کے دانے دسے تس انگار

(مغل ہم سے بد عہد ہو گیا ہے - اُسے ابلیس نے ایسا بہکایا ہے کہ اُسے سراب دریا اور گلاب زہر ہلاہل نظر آتا ہے - گلخن لالہ زار اور انگارے انار دانے دکھائی دیتے ہیں) -

کیا سو مہم پا ہمن تے مدد
ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد

ہمیں سے مدد پا کے تو مہم سر کی اور اب ہمیں سے بد گمان ہو گیا ہے) -

اگر متفق بد سوں بد جنس ہے
ولے مجھ مدد خالق انس ہے

اوسے گر چہ بل بت پرستی اچھے
ہمن قرب ربی کی مستی اچھے

(اگر بد اور بد جنس متفق ہو گئے ہیں (مغلوں اور شیواجی کے اتفاق کی طرف اشارہ ہے) تو ہمیں اپنے خالق سے مدد کی امید ہے - اگر اُسے بت پرستی کا بھروسا ہے تو ہمیں قرب رب کی مستی کافی ہے) -

غرض اس قسم کی تقریر سے اصل حقیقت بیان کر کے اپنے امرا اور بہادروں کو جوش دلاتا ہے - تقریر کا

آخری شعر یہ ہے —

رکھو آج مردی سوں ہو مرد نام
تمن نام ہوے ہور ہمارا سو کام

(اے جواں مردو ! آج مردی کی لاج رکھ لو ' تمہارا نام ہو اور ہمارا کام) -

یہ لوگ اس کے جواب میں سلطان کی تعریف ' مغلوں کی بیوفائی کی مذمت کرتے ہیں اور اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا اپنے آقا کو اطمینان دلاتے ہیں - اور اپنی اور مغلوں کی لڑائی کے ڈھنگ کا مقابلہ کرکے اپنی شجاعت اور ان کی بزدلی کا خاکہ کھینچتے ہیں - اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

زمانے میں شاہ یگانہ تُہیں
حقیقت میں شاہ زمانہ تُہیں

غریباں نوازی ہے تجھ بندگی
تری بندگی مایۂ زندگی

تری نعمتاں کھا سکے ہم تمیز
نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز

مغل اصل نامرد ہور حیلہ گر
شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتھیار تیر و تفنگ
ہمیں تیغ جمدھار و گردا فرنگ

لڑیں چھپ مغل لے عرابے کا اوٹ
ہمیں بھی دل میں کریں لوٹ پوٹ

کماں رہے یہ اوسان او چھوڑتے
ہمیں کوتہ ہتھیار سوں جھوڑتے

مغل آکہ اول جو لت کھاے ہیں
دکھن کی لڑائی سے کندراے ہیں

اپس موت کے وقت فرزند کوں
کہے یاد رکھہ پوت اس پند کوں

دکھن کی مہم پر تجھو روز گار
کہ زنہار نیں او پھر آنے کی تھار

یہ آتے سو اکثر ہیں وو پوت عاق
جو نیچے ہیں ماواں لوے پر طلاق

آخر کے تین شعر قطعہ بند ہیں - جن کے معنے یہ ہیں کہ "مغلوں کا ہر سپاہی مرتے وقت اپنے بیٹے کو یہ وصیت کرتا ہے کہ یاد رکھو کہ جب کبھی دکھن کی مہم در پیش آے تو نوکری سے دست بردار ہو جا کہ وہاں جانے کے بعد واپس آنے کی ہرگز کوئی نہیں رہتی - (اس کے بعد کہتا ہے) کہ یہ نوجوان جو مغ کی فوج میں ہیں یہ وہ ہیں جنہیں ان کے با ... کر دیا ہے اور مطلقہ ماؤں کی اولاد ہیں

اگلے بیان میں اس نے تمام قوموں اور ملکو خیلوں اور قبیلوں کے نام گنواے ہیں جن کے بہادر افراد

میں شریک ہیں - ان میں ہندو اور مسلمان دونوں ہیں - کوچ سے پہلے پھر تمام فوج سے خطاب کرتا ہے اور اہل فوج اپنی جاں نثاری کی تجدید کرتے ہیں —

اُدھر سے چھترسنگھ کی فوج نے عادل شاہی علاقے پر یورش کی اور قلعہ ملکل بھوپر قبضہ کر کے سرافراز خاں کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ وہاں متعین کر دیا - جب اس کی خبر شرزہ خاں کو پہنچی تو اس نے فوراً ادھر کا رخ کیا - بیجا پوری فوج کے پہنچنے پر سرافراز خاں نے (خلاف احکام چھترسنگھ) قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا - تھوڑی دیر خوب لڑائی ہوئی اور سرافراز خاں عین کارزار میں مارا گیا - مغلوں کی باقی فوج قلعے میں جا کر محصور ہو گئی - اور جب بیجا پوری بندوقوں کی زد میں آ گئے تو گولیاں مار مار کر بھگا دیا - لیکن نصرتی اور عادل شاہی مورخ یہ لکھتے ہیں کہ شرزہ خاں نے قلعے پر تسلط کر لیا مگر اتنے میں عبدالمحمد اور محمد اخلاص خاں کا خط پہنچا کہ غنیم سے ان کا دو تین دن میں بڑا معرکہ ہونے والا ہے فوراً چلے آؤ - شرزہ خاں نے اسی وقت ملکل بھوڑہ سے یلغار کی اور عادل شاہی لشکر سے جا ملا —

اصل لڑائی اب شروع ہوتی ہے - چھترسنگھ اپنا لشکر لے کر بیجا پور کے قرب و جوار میں آ پہنچتا ہے اور بیجا پوری قلعے میں محصور ہو کر مقابلے کے لیے

تیار ہو جاتے ہیں اور کچھہ فوج میدان میں لڑنے مرنے
کے لیے جاتی ہے ' اور جو علاقہ مغلوں کے تصرف میں
تھا اس پر حملہ شروع کرتی ہے —

ان لڑائیوں میں کبھی پسپائی ہوئی اور کبھی
کامیابی - لیکن نصرتی ہر بار اپنی ہی فتح بتاتا ہے -
ان کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے مگر ہر موقع پر
اس نے جو رزمیہ بیان لکھے ہیں وہ بلا شبہ قابل تعریف
ہیں - مثلاً جنگ کی طیاری ' بہادروں کی نبرد آزمائی '
ہتھیاروں کا چلنا ' گھوڑوں کی باد پیمائی '
ہاتھیوں کا جوش و خروش ' غرض پورا جنگ کا سماں
دکھایا ہے - رزمیہ شاعری کا یہ کمال قدیم اردو زبان
میں کہیں نہیں پایا جاتا اور ضمیر اور انیس سے
قبل کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی - یہ سچ ہے
کہ نصرتی میر انیس یا زمانۂ حال کے بعض رزمیہ نگار
مرثیہ نویسوں کو نہیں پہنچتا لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے
کہ اس نے میر انیس وغیرہ سے سوا دو سو برس پہلے
ان مضامین پر طبع آزمائی کی ہے —

یہاں بعض مقامات سے کچھہ کچھہ شعر نقل کیے جاتے
ہیں - مثلاً وہ اپنی فوج کے ہتھیاروں کا ذکر یوں کرتا ہے -

شعر - جو ہے تیر ہر یک اجل کی چھٹی
لگے پر لیے جیو بن نہیں چھوٹی

(مطلب) ہر تیر اجل کا پروانہ ہے جو لگنے پر
بغیر جان لیے نہیں چھوڑتا

شعر - بھوکا اژدھا رن پو بھالا دسے
دندی کاچ جھو تس نوالا دسے
(مطلب) بھالا رن میں بھوکے اژدھے کی طرح ہے
دشمن کی جان اس کا نوالا معلوم ہوتی ہے

شعر - جو برچی چھوٹتی جا پر نہار ہے
وو ہو ناگای اُز لو نہار ہے
(مطلب) برچھی چلنے میں جان کی لیوا ہے
وہ ایک ناگن ہے جو اُڑ کے ڈستی ہے۔

شعر - کمند ہار ہو جا پڑے جس گلے
انکھیاں میں نہ جیو اٹھاے دن چپ تلے
(مطلب) کمند جس گلے کا ہار ہو کر جا پڑے تو وہ
بغیر آنکھوں میں دم لاے نہیں ٹلتی

شعر - فرنگ ہر اجل کی ندی کا ہے پات
ڈوباتا ہے جیو جس کے پانی کا کات
(مطلب) تلوار اجل کی ندی کا پاٹ ہے
جس کی آب کا کاٹ جانوں کو ڈبو دیتا ہے

یہ دو شعر خاص طور پر قابل ملاحظہ ہیں
شعر - پتا رن کے دریا کا دستا نہنگ
کرے دم کی جھڑپوں دو دھڑ بے درنگ
(مطلب) پٹا رن کے دریا کا نہنگ معلوم ہوتا ہے
جو اپنی دم کی جھڑپوں سے دھڑ دو ٹکڑے کر دیتا ہے

شعر - دسے جیب اژدر کی سیف آبدار
اوریں وار کرنے میں چنگھاں ہزا

(مطلب) سیف آبدار اژدھے کی زبان معلوم ہوتی ہے
جس سے وار کرتے وقت ہزاروں چنگاریاں اڑتی ہیں

قسم قسم کے گھوڑوں کی کیفیت ' ان کے رنگوں اور ان کی سرعت کا بھی ذکر آتا ہے —

شعر - اچنبک کئی بھانت اچپل ترنگ
پون پیچ کھاوے اتھیں پر نسنگ

(مطلب) سیکڑوں قسم کے تیز طرار گھوڑے کہ جن
کے چلنے پر ہوا پیچ و تاب کھاتی ہے

شعر - دریائی جو دریا پر سٹکے ہیں دھانوں
نہ دیتے ہیں لگنے کوں پانی پہ پانوں

(مطلب) دریائی (گھوڑے) جب وہ دریا پہ دھاوا
کرتے ہیں تو پانو کو پانی نہیں لگنے دیتے

شعر - کنچی ' روپ ونتی ' چنچل من ہرن
بھولے سدا تھکاں اُن کی دیکھت پون

(مطلب) ایسے دل موہنے والے ' چنچل ' حسین ' طرار
کہ جن کے ناز و انداز دیکھ کر ہوا کے بھی ہوش جاتے رہتے ہیں -

شعر - سبک سیر ترکی دسیں گرد باد
گزر جائیں گلشن پہ بارے کے ناد

(مطلب) سبک سیر ترکی بگولے معلوم ہوتے ہیں
وہ گلشن پر سے ہوا کی طرح گزر جاتے ہیں

ہاتھی کے بیان میں بہت سے شعر لکھے ہیں، یہاں صرف چند لکھے جاتے ہیں —

شعر - چلیں پردیں پاکھراں سوں سنور
فرشتے چہ اُوڑتے ہیں جیوں کھول پر

(مطلب) جب پاکھروں سے سنورے سنوارے چلتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے پر کھولے اُڑ رہے ہیں

شعر - سبھی کوہ البرز سے مست گج
ہکیک آہنی برج قامت سوں سج

(مطلب) ایک ایک آہنی برج سے سجے ہوئے مست ہاتھی کوہ البرز معلوم ہوتے ہیں

شعر - لٹکتے چلیں پر لگیں گرد باد
دسیں ہال اتھلیں غلولے کی باد

(مطلب) اگرچہ ناز سے چلتے ہیں تو بڑی بگولا معلوم ہوتے ہیں دوڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے توپ کے گولے ہیں

شعر - مخالف کے دل پر تو دریا کا لوٹ
اپس فوج اگے ہن وو چلتا سو کوٹ

(مطلب) مخالف کے لشکر پر دریا کا سا سیلاب ہیں اور اپنی فوج کے آگے چلتے ہوئے قلعے ہیں

شعر - دھریں ملک کی فتح یابی کا آز
کلیداں سوں داتاں کی کھولیں کھواز

(مطلب) ملک کے فتح باب کا سہارا ہیں اپنے دانتوں کی کنجیوں سے کواڑ کھولتے ہیں

شعر - کریں پائیں سنکہ تو یک دم میں دور
دھریں سونٹ گویا قیامت کا صور

(مطلب) ان کی سونٹیں قیامت کا صور ہیں
جو سامنے آیا اسے فوراً اٹھا پھینکتے ہیں

شعر - نکوی باغ بن رکھہ دسے دل فریب
نہ کچ باج کوی دل پکڑتا ہے زیب

(مطلب) جیسے کوئی باغ درختوں کے بغیر بھلا نہیں معلوم ہوتا
اسی طرح کوئی لشکر ہاتھی بغیر اچھا نہیں لگتا
فوج کے کوچ کو کس خوبی سے بیان کیا ہے

شعر - ہوئی فوج جیوں مستعد جس گھڑی
دماماں پہ چوندھر تے لکڑی پڑی

(مطلب) جس گھڑی فوج مستعد ہوی تو دماموں
پر چاروں طرف سے ضربیں پڑنے لگیں

شعر - گگن پر ستارے ہوے حال میں
ہدرتا ہے سیماب جوں تھال میں

(مطلب) آسماں پر ستارے یوں ہلنے لگے
جیسے پارہ تھال میں ہلتا ہے -

شعر - جتنے بھور و برغم جو بجنے لگے
سوا لاکھہ پربت گرجنے لگے

(مطلب) جتنے قرنا اور نقارے تھے سب بجنے لگے
گویا سوا لاکھہ پربت گرج رہے تھے -

شعر - دسے فوج دریا نمن ہر طرف
لگیں رست چھتریاں کی موجاں پہ کف
(مطلب) فوج ہر طرف دریا کی طرح نظر آتی تھی
اور چھتریوں کی قطار ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے موجوں پر کف

اسی طرح بیان کرتے کرتے کہتا ہے کہ زمین فوج کی رگڑ سے اس قدر پیسی گئی اور پائمال ہوئی کہ اس کی گرد کا ایک کرہ آسمان کے طبق میں جا جما - یا یوں کہو زمین کے بستر خاک کو اونچا کر دیا ہے اور اس کا پردہ افلاک پر جا باندھا ہے - آخر میں کہتا ہے -

کہیں کیا ابہال آکہ اوتریا ہے وہاں
بڑی ہے زمیں یا نویا آسماں

گویا وہاں ایک بادل اُبر آیا ہے؛ یا تو زمین اونچی ہو گئی ہے یا آسمان نیچا ہو گیا ہے —

اس باب میں اُس نے دہلی کی فوج کا بیان بڑے لطف سے کیا ہے - لشکر کی بہتات ' اس کی عظمت ' ہندوستان و ایران و ترکستان کے مختلف اقوام اور قبائل کے لوگوں کی شرکت ' ہاتھیوں کے پرے ' اسلحہ کی کثرت وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہے مگر ساتھ ساتھ چٹکیاں بھی لیتا جاتا ہے اور یہ سارا بیان اچھی خاصی ہجو ملیح ہو گیا ہے - یہاں میں اس کا اکثر حصہ نقل کیے دیتا ہوں —

شعر۔ کتا ہوں اتا فوج دھلی کی بات
چلے تھے دکن دل پہ کس دھات سات

(مطلب) اب میں دھلی کی فوج کا حال سناتا ہوں
کہ وہ کس ڈھنگ سے دکن کے لشکر پر چڑھی تھی

شعر۔ کہ جس فوج کو دیکھنے میں سمج
دسے نا کسے انتہا ہور اوپج

(مطلب) ایسی فوج کہ جس کی انتہا اور
ابتدا سمجھہ میں نہیں اتی تھی

شعر۔ ھتیاں کا عرابہ چلے میل میل
نہڈا جس میں سردار اصحاب فیل

(مطلب) ھاتھی گاڑیوں کا پرا آھستہ آھستہ چلتا تھا
جر میں کا سب سے چھوٹا اصحاب‌فیل کےھاتھیوں کاسردار تھا

شعر۔ سراسر اگر بھار سارا دسے
تو یک فوجدار اُس میں دارا دسے

(مطلب) اگر ساری فوج کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا
جاے تو ایک ایک فوجدار دارا کے رتبے کا معلوم ھوتا تھا

شعر۔ سبک منصبی ہور بھاری کتے
اتھے کئی صدی ہور ھزاری کتے

(مطلب) کچھہ ان میں چھوٹے منصب دار تھے اور کچھہ بڑے
بڑے منصب دار؛ کچھہ صدی تھے کچھہ ھزاری

شعر۔ یک یک ملک کے نام آور جواں
دو اسپہ سہ اسپہ سپہ بے گماں
(مطلب) ان میں ملک ملک کے نام آور جوان تھے
اور اُس میں دو اسپہ سہ اسپہ سب قسم کے سپاہی تھے

اس کے بعد وہ ہر قوم اور قبیلے اور ہر ملک اور شہر کے لوگوں کو جو مغلوں کی فوج میں بھرتی ہوکر آے تھے، گنواتا ھے اور نہیں کہیں ان کے عادات و خصائل کو ھجو یہ رنگ میں بیان کرتا ھے۔

مغولاں کہتے ملک و کے شہر کے
کہتے ھندو کوئی ماوراالنہر کے

چغتے ترل باش اذبک بلی
قندھاری کتے بلخی و کابلی

مروت کے مفلس نحوست کے شوم
فراست کوں طوطی نحوست میں بوم

فریب ان کے تن میں بڑا برد ھے
جنم جن کا ابلیس شاگرد ھے

نچھے جن میں اصلا مروت کی بوے
کریں اُس سوں بد جس سے نیک اُن پہ ہوے

تھگا نیچہ دنیا کو مادر کہیں
چھپا لوز ظاھر کوں خواھر کہیں

(تھگنے کے لیے دنیا کو مادر کہتے ھیں اور نفسانی خواھشات کو چھپا کر ظاھر میں خواھر کہتے ھیں یعنے

بڑے ابن الوقت ہیں ا —

بدی باپ سوں اپنی میراث جان
براد رکا خوں شیر مادر پچھان

دیکھیں کچھ ہے جہاں فائدہ آپ کوں
نچھوڑیں سگے بھائی اور باپ کوں

اتھے میرزا اُن میں کشمیر کے
غرائب سپاہی بی چوندھیر کے

خراسانی اور اصفہانی کھٹے
دماوندی و دامغانی کھٹے

کھٹک سبزواری بخاری کھٹے
ہراتی و طوسی و لاری کھٹے

ہویزای و ہروی و ہمگری
سجستانیاں اصل نسل آذری

کتک ترک گرجی کتک رومیاں
سمرقندی شیرازی جہرومیاں

کمندا ز کوئی گرز بازی میں چست
تیر انداز کوئی نیزہ بازاں درست

بھوکے ہر کہ جھگڑے کوں پھرتے دلیر
لوہے چابتیں دل نہوئیں ان کے سیر

خلال ان کے دانتاں کا بھالا دسے
گراں گرز مکھ کا نوالا دسے

کیتک ذات کے تھے روھیلے ادت
زبردست پلنجا بہاں دل کے گھٹ

بھوت راو وانے اتھے رج کے پوت
غروری مہں شہطان جھگڑے پہ بھوت

سسودی و کچھوی و کابی جدوار
سورج و نس و سرسات و گوہل پلوار

امت دیوڑی چندراوت چندیل
سھلدھل سوم بنسی و کھوچی پونچھیل

موری جیٹھوی ھور جہالے کیتے
سوللکی و پرمار و ھالے کتے

کدم کور و کوڑی و کاڑی کیتے
کنک جاوڑی ھور ھاڑی کیتے

بنُیس اور کھیلوت کے دھاندلاں
چوھاناں و سورھا کیتے باچھلاں

کیتے بھرئی واجہی واکھیلے
بھٹے تانک و بھائی کیتے وازلے

تھرانا و کسمونہاں بڑ گجر
کھروار و بوندیل و جادھو تنور

اھیران و کھاچر و آسیل تھے
دھوری ھور راٹھور و تومول تھے

براڑی کیتے خاندیسی کیتے
بلکالے کے کوول بھوستی کیتے

غرض اس طرح وہ فوج کی ہر ذات اور قبیلے اور ملک و دیار کے باشندوں کا شمار کرتا چلا جاتا ہے —

ان کے لباس کے متعلق لکھتا ہے —

کدی کسوتاں تنگی کوئی آھڈی
سلاحاں بلندی یعنے رونیں تغی

تیلونی دمے جامہ کوئی کیسری
کیے کسوتاں صاف کوئی زرزری

جرت کے طرے سر پہ کلگیاں لگاے
مہن مال کوئی گل مکٹ مال بھاے

لیکن آخر تان اس پر توڑتا ہے —

مغل ہر ھنر میں بڑا کار ساز
لڑائی کے فن پر تو ات حیلہ ساز

اس کے بعد شاعر مغلیہ فوج کی حالت اور شان کا نقشہ کھینچتا ہے —

شعر - چلے سات لے دل کا چلتاچ کوٹ
سرپ فوج دارو سوں آتش کی موٹ

(مطلب) فوج کا چلتا ہوا کوٹ (قلعہ) ساتھہ لےکر چلے اور تمام فوج گولے بارود کی وجہ سے آگ کا خزانہ بنی ہوئی تھی -

---

شعر - زنجیرے کا حلقے سوں باندے حصار
رچیں جوڑ کُج مست برجاں کی تھار

(مطلب) زنجیروں کے حلقے سے حصار باندھا ہوا تھا اور اس حصار کے برج مست ھاتھی تھے -

---

شعر - فرنگ نال اوتم چھن کے بوم کے
فرنگی فرنگ داز کوئی روم کے
(مطلب) اعلیٰ درجے کی بندوقیں چین کے ملک کی
اور ان کے چلانے والے روم کے تھے

شعر - کریں یک رنجکہ کر جو گولیاں کی ریز
ہوا ہوے اگیٹی انگاریاں کی تیز
(مطلب) جب یک بارگی گولیاں چلائیں تو ہوا
جلتے ہوے انگاروں کی انگیٹھی بن جاتی ہے -

شعر - قطاراں قطاراں شتر نال اچھے
سب اوس کوٹ کوں ہو کہ مہکال اچھے
(مطلب) شتر نالوں (یعنے وہ بندوقیں جو اونٹوں پر رکھہ کر
چلائی جاتی ہیں) کی سینکڑوں قطاریں تھیں
اور وہ سب اس کوٹ (فوج) کی زینت تھیں

شعر - چھوٹے مست ہاتھی تو ڈونگر تے چڑ
فرنگیاں زنبوریچ چو ڈل سو گڑ
(مطلب) مست ہاتھی جو پہاڑوں سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے چھٹے
ہوے تھے اور چھوٹی بڑی توپوں سے قلعہ آراستہ تھا

شعر - یکیک بستہ دارو کا یک کوہ جان
صندوقانچ گولیاں کی ششیاں کی کھان
(مطلب) گولے بارود کا ایک ایک ڈھیر ایک ایک پہاڑ
تھا اور صندوق گولیوں اور شیشوں کی کان تھے

شعر - بڑا توپ خانہ یکیک جس کی توپ
ڈھلوائے سوں دھرتی کا ھوے سینہ کوپ

(مطلب) بڑا توپ خانہ تھا جس کی ایک ایک توپ
ایسی تھی کہ اس کے گولے سے زمین کا سینہ شق تھا

شعر - دیکھت گولہ بسرے کرہ بھوین کا ناز
تھکے دیکھہ بھانتے فلک حقہ باز

(مطلب) ان گولوں کو دیکھہ کر کرۂ ارض اپنا ناز بھول جاتا ھے
اور فلک حقہ باز دیکھہ کر ششدر رہ جاتا ھے

شعر - ھر یک توپ بادل ھے بن برق بار
برستی اگن جل میں گولیاں کے گار

(مطلب) ھر ایک توپ برق بار بادل تھی جس کے گولے
آگ کی بارش کے اولے تھے

شعر - جو یکہ توپ دھرتی پہ جب کڑ کڑے
سمندر کا دھشت سوں پانی پڑے

(مطلب) اگر ایک توپ بھی اس زمین پر کڑ کڑاے
تو دھشت سے سمندر کا پانی اُڑ جاے -

شعر - شتر بار باناں ھزاراں قطار
دسے بانس پھکیا سو جھوں کوھسار

(مطلب) اونٹوں کی ھزاروں قطاریں تیروں سے لدی ھوی ایسی
معلوم ھوتی تھیں گویا کوھسار پر بانسوں کے کھیت اُگے ھوے ھیں -

شعر - دکھی لگی مکوڑیاں تے چیتیاں تے تار
پیاداں کے بہاراں ملخ تے اپار

(مطلب) ہاتھی ' مکوڑوں اور چیونٹیوں کی قطار سے
بھی زیادہ تھے اور پیادہ فوج ٹڈی دل سے بھی بڑھ کر تھی

غلیم کی فوج کا یہ ذکر بڑے زور شور سے کیا ہے -
اپنی اس فوج کو دیکھ کر چے سنگھ کیا کہتا ہے —

شعر - یو جب فوج چے سنگھ دیکھیا سنور
کہیا لاف ایسی خدا کوں بسر

(مطلب) چے سنگھ نے جب یہ آراستہ فوج دیکھی تو
وہ خدا کو بھول گیا اور ایسی لاف مارنے لگا

شعر - مسلمان تکرار کرتے ڈرے
فرنگی سونے بی تو توبہ کرے

(مطلب) کلا جسے مسلمان کہتے ڈرتا ہے اور فرنگی
سن پائے تو توبہ توبہ کرے -

دوسری طرف سے بیجاپوری فوج کوچ کرتی ہے
اور ایک دوسرے کا آمنا سامنا ہوتا ہے - ان دونوں
میں شیواجی کی حالت کو پاسنگ سے بڑی اچھی تشبیہ
دی ہے ' جو موقع پاکر کبھی اِدھر ہوجاتا ہے
کبھی اُدھر —

شعر - دونو بہار هم تول تھے یوں اگر
سیویا ان میں پاسنگ کا تھا پتھر
(مطلب) دونوں فوجیں برابر کی هم پلہ تھیں
اور شیواجی اُن میں پاسنگ کا پتھر تھا

شعر - جو یک دل کھڑا رھے یہ یک تک چلے
توے یک طرف یک طرف ڈھلے
(مطلب) اگر ایک لشکر کھڑا رھے یا ایک چلے
تو پلہ کبھی ایک طرف کو جھک جاتا ھے اور کبھی دوسری طرف کو -

شعر - تو سنجیدہ لوگ اس کوں پاسنگ جان
ملگے ترت کرنے وو پلے کوں کان
(مطلب) تو سنجیدہ لوگ اُسے پاسنگ سمجھ کر
فوراً اپنے پلے کو کان دیدیتے یعنے جھکا دیتے ھیں -

اب لڑائی کا سماں شروع ھوتا ھے اور خان شرزا بہادری کے جوش میں آگے بڑھتا ھے - کیا دیکھتا ھے کہ مغلیہ فوج توپوں کا حصار اپنے گرد کیے کھڑی ھے - یہ رنگ دیکھ کر خان شرزا کہتا ھے —

کہ بیٹھا ھے اگ کنڈل مار سانپ
سٹیگا بے فکر چھوڑے تو چھانپ
ھمیں ھو کہ نا چپکہ چچکارنا
لنہا کرکے اس مار کو مارنا

یعنے یہ سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ھے ، اگر ذرا بھی چھوڑا تو ڈس لے گا - تو هم کیوں خواہ مخواہ اسے

چھوڑیں ' مناسب یہ ہے کہ اُسے لمبا کرکے ماریں - یعنے ایسی ترکیب کریں کہ وہ کنڈلی کھول کر آگے بڑھے اور اس وقت ہمارا دانو چل جائے گا - توپوں کے زنجیرے سے محصور ہونے کو سانپ کی کنڈلی مارنے سے کیا اچھی تشبیہ دی ہے —

غرض بیجاپوری فوج اپنا دانو کرتی ہے اور پیچھے ہٹتے ہٹتے غنیم کو دور کھینچ لاتی ہے اور پھر مقابلہ کرتی ہے —

اب جنگ کا میدان گرم ہوتا ہے -

شعر - ہوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن ہور دھوئیں کا ابھال
(مطلب) ہوا نے ایک پل میں آگ کا آسماں
اور دھوئیں کا عجیب و غریب بادل پیدا کردیا

شعر - غنیماں کے بھیجیاں کوں کھانے شتاب
خوش آنے لگیا موں میں کھڑگاں کے آب
(مطلب) دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے
منہ میں پانی بھر بھر آتا تھا -

شعر - کماناں رکھیاں دل کشاکش منیں
اوبلنے لگے تیر ترکش منیں
(مطلب) کمانوں نے دلوں کو کشمکش میں ڈال رکھا تھا
اور تیر ترکش سے اُبلے پڑتے تھے -

شعر - پھوکیا تھز یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھکتا ھے جھوں باؤ لے کر بھوجنگ

(مطلب) سخت بھالوں کا جسم اس طرح پھنک رہا تھا
جیسے اژدھا ھوا کھا کر پھنکارے مارتا ھے

شعر - بھڑکتے ترنگان ھو آگاں دسے
سواراں بھوکے رن کے باگاں دسے

(مطلب) بھڑکتے گھوڑے آگ بگولا نظر آتے تھے
اور بھوکے سوار شیر معلوم ھوتے تھے

شعر - نشانی ھے جیوں مینھلوں لانے کوں باؤ
دیویں یوں مھراتے لڑائی کوں تاؤ

(مطلب) جس طرح ھوا بارش لانے کی نشانی ھوتی ھے
مرھٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رھے تھے

شعر - نکلتے ھیں جیوں باگ نخچیر کوں
نکل یوں مھراتے دونو دھیر سوں

(مطلب) جس طرح شیر شکار پر لپکتا ھے اسی طرح
دونوں طرف سے مرھٹے لڑنے کو نکلتے تھے -

آگے چل کر لکھتا ھے —

شعر - ھر یک مکھہ تے آواز سن مار مار
کیا جیو نے دشمن کے ھونٹاں میں تھار

(مطلب) ھر ایک کے منہ سے مار مار کی آواز سن کر
دشمنوں کے دل ھونٹوں پر آکر ٹھیر گئے تھے

شعر - دیکھیا جب بڈی آکہ بازی بگی
مغل وتھیں عرابے کو دیتا بگی

(مطلب) جب مغلوں نے دیکھا کہ بات یہاں تک بڑھ گئی ہے
تو اس نے توپوں کے زنجیرے کو آگ دکھای

شعر - جو یک دم چھوٹی توپ ہر فرد فرد
اوچایا دھواں باز ہو اگ کی گرد

(مطلب) جب ایک دم توپیں چھٹیں تو ہوا نے آگ
کی گرد بن کر دھنواں بلند کیا

شعر - دسے اس میں تروار جھلکے چکی
مگر گرد میں اوڑ رہی ہے پتی

(مطلب) تلوار اس میں جھلکتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی تھی
جیسے گرد میں اُڑتی ہوی پتی

شعر - ہوا آسماں گرم جھوں لگ کے تاب
سو کا اوٹ جا چشمۂ آفتاب

(مطلب) اس کی حرارت سے آسماں گرم ہو گیا
اور چشمۂ آفتاب اوٹ کر خشک ہو گیا

شعر - ہوا پر فرنگیاں کے گولیاں کا تھات
نظر کی گزر کا ستھا باند بات

(مطلب) بندوقوں کی گولیاں کا ہوا پر یہ ہجوم تھا
کہ نظر کا رستہ بندھو گیا تھا (یعنے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا)

شعر - کہے دیکھ حیران ہو اہل عرش
معلق ہوا پر بندیا کون فرش
(مطلب) اہل عرش یہ دیکھ کر حیران ہوکے کہتے تھے
کہ ہوا پر کس نے یہ فرش معلق کر دیا ہے

شعر - دلیراں کریں نعرہ یوں ہو کے آگ
نیستان موں جیوں گرجتے ہوں باگ
(مطلب) دلیر آگ ہوکر یوں نعرہ کرتے تھے
جیسے نیستان میں شیر ڈکارتے ہیں

شعر - جھلکنے لگی کھڑگ بھالیاں مہں یوں
لگے ہے نیستان کوں آگ جوں
(مطلب) تلوار بھالوں میں یوں جھلکتی تھی
جیسے نیستان میں آگ لگی ہو

شعر - پڑے تت کہ واراں تلیں ہر رخن
ہتی دانت گانڈے کی پیریاں نمن
(مطلب) ہاتھی دانت گنے کی پوریوں کی
طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے

اس طرح لکھتے لکھتے ایک شعر لکھتا ہے -
رکت کت تے بھالیاں کے نکلیا اپار
لراں جیوں نکلتیاں ہیں جالیاں کے بہار
یعنی خون بھالوں کے کناروں سے اس طرح بہ نکلا
تھا جیسے پانی کی لہریں جالیوں میں سے ہو کر بہہ

نکلتی هیں —

شعر - یک یک نیچ تے سوالتیاں چھوٹیاں ہوں ہزار
کہ برسیاں ہیں بجلیاں نیچ بونداں کی تھار

(مطلب) ایک ایک هاتهی پر سے جو هزاروں برچهیاں چلیں تو یه
معلوم هوتاتهاکه بجائے جون کی بوندوں کے بجلیاں برس رهی هیں

شعر - نکوی کس مدد کو سکے تس گهڑی
هر یک سر په اپلوپچه اپسهن پڑی

(مطلب) اُس گهڑی کوئی کسی کی مدد نهیں کر سکتا تها هر ایک
اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا تها

شعر - اوٹھیا جیوں کهنا کهن کا آواز زور
فلک کان مونچیا نه سن سک که شور

(مطلب) کهنا کهن کی آواز اس زور سے اٹهی که فلک
اُس شور کی تاب نه لا سکا اور اپنے کان بند کرلیے

شعر - کهڑگ کڑکڑاتی سورج ٹهانوں ٹهانوں
سپر بن نه تهی کچهه بی کس سر په چهانوں

(مطلب) چمکتی تلوار جگه جگه سورج بنی هوئی تهی اور
کسی کے سر پر سوائے سپر کے کوی چهانو نه تهی

شعر - وورّا وورّ میں آگ کهڑگاں تے جهڑ
سپر چر موتی جیوں بهونے سو پهڑ

(مطلب) تلواروں سے مسلسل آگ برس رهی تهی
اور ڈهالیں اس کی حرارت سے ایسی هوگئی تهیں جیسے بهنے پاپڑ

شعر - جسیا کوی کھڑے راگ ھلکار کا
رھیا سر کھنا کھن کے جھنکار کا
(مطلب) کوئی کھڑا آہ و فریاد کا راگ الاپ رہا تھا
اور اُدھر کھنا کھن سی جھنکار کا سُر جاری تھا

شعر - زمیں ھور فلک ھو کہ یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں
(مطلب) زمیں اور فلک ایک حال میں ھو کر
تیغ کی تال پر ناچنے لگے

شعر - ھوا رند جن ٹک کھڑا پانوں گاڑ
دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ
(مطلب) جو ذرا قدم جما کے کھڑا ھوا وہ ایسا رند منڈ
ھو گیا جیسے درخت کا ٹھنٹھ

جنگ کا یہ بیان بہت طویل ھے - میں نے کہیں کہیں سے چند چند شعر لکھہ دیے ھیں کہ شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ھو سکے - چند شعر اسی بیان سے متعلق اور نقل کرتا ھوں —

شعر - سلح کوٹ گڑ مرد اوپرال ھے
اجل آے پر و یچھ بھونچال ھے
(مطلب) اسلحہ، فصیل، قلعہ مرد کی حفاظت کے لیے ھیں
لیکن جب اجل آتی ھے تو یہی بھونچال ھو جاتے ھیں

شعر - اجل کا جو جس مرد پر ذرق ہے
زرہ کی کڑی موبمو طوق ہے
(مطلب) جس شخص پر اجل کی نظر ہوتی ہے
تو زرہ کی کڑیاں اس کے لیے طوق بن جاتی ہیں

شعر - ہوا بار سفرہ یگا مرگ کا
پھریا موں نوالیاں تلیں کھوگ کا
(مطلب) موت کا خوان اس قدر بھرپور تھا کلا
تلوار کا شفلہ کھاتے کھاتے بھر گیا -

اس کے ساتھہ وہ مغلوں کی شکستہ حالی اور درماندگی کا بھی ذکر کرتا ہے - اس میں مبالغہ کے ساتھہ تکلف اور تصلع پایا جاتا ہے - مثلاً وہ لکھتا ہے کہ مغل ہمارے گھر مہمان آے ہیں، ہم نے اُن کی خاطر مدارات کا سامان یہ کیا ہے :- زمین ان کی مسند رنگین ہے (یعنی خون سے) اور اجل کی شراب ان کی تفریح کے لیے ہے - نُقل کے لیے دانت بجاے مغز بادام اور لب بجاے انگور ہیں - سر کے کاسوں میں بھیجے ان کے کھانے کے لیے اور غم پینے کے لیے ہے وغیرہ وغیرہ - اس کے بعد لکھتا ہے —

شعر - اجل کی کھٹے خواب میں خُرخُرائیں
کھٹے ہوئیں آسودہ کوئی لڑ پھڑائیں
(مطلب) بہت سے خواب اجل میں فرق خراٹے لے رہے تھے
بہت سے ٹھٹے ہو گئے تھے اور بہت سے تڑپ رہے تھے

شعر - هوے ہو سلح گرم سینے تنور
اگن دھک کے جلتی تھی بھڈسلیا ہو چور

(مطلب) اسلحہ کی گرمی سے سینے تنور ہو رہے تھے اور پسلیوں
کے ایندھن سے آگ دھک دھک جل رہی تھی

شعر - تنوراں تے سینیاں کے اُڑ لہو کی دھار
ہوے رن میں طوفاں ادک تھار تھار

(مطلب) سینوں کے تنوروں سے لہو کی دھاریں اُڑ رہی
تھیں اور اُس سے میدان جنگ میں جگہہ جگہہ طوفان بپا تھا

شعر - زمیں پر رگت کا اکھنڈ حوض بھر
یکا یک جو چڑیا چلیا پور بھر

(مطلب) زمین پر خون کا مسلسل حوض بھرا ہوا تھا
اس سے جو یکا یک سیلاب چڑھتا چلا تو

شعر - سورج سخت طوفان کا دیکھ اوبال
منگیا چڑنے چندر کی کشتی نکال

(مطلب) سورج نے اس شدید طوفان کا اُبال دیکھہ
کر سواری کے لیے چاند کی کشتی کو نکالنے کا حکم دیا -

شعر - ہلاوے جو پر زور آنے لگے
ہتی تول میں ڈلملانے لگے

(مطلب) اب جو پر زور ریلے آنے لگے تو
ہاتھی بے قابو ہو کر ڈگمگانے لگے

شعر - نقارے رگت پر جو اولٹھے پڑے
دسے بڑ بوڑے باو اوندے کھڑے

(مطلب) نقارے جو خون کے اس سیلاب پر اُلٹے پڑے تھے
وہ ایسے نظر آتے تھے جیسے حباب۔

شعر - دسیں یوں زرہ پوش لھو میں جلنجال
مچھی جھوں توڑا لیکہ نھاتی ہے جال

(مطلب) زرہ پوش لہو میں لتھڑے اس طرح نظر آتے تھے
جیسے مچھلی جال توڑا کر بھاگ جاتی ہے

شعر - رگت جل میں تکڑے زرہ کے کنجال
گونگے خود و دستانہ سیپیاں مثال

(مطلب) خون کے سیلاب میں زرہ کے ٹکڑے مثل کائی کے تھے
خود مثل گھونگے کے تھے اور دستانے مثل سیپیوں کے

شعر - کماناں پڑیاں تت کہ چلّے انوپ
کہ جھوں دھامنیاں بھار لیتیاں ہیں دھوپ

(مطلب) کمانوں کے چلّے اس طرح ٹوٹے پڑے تھے جیسے دھامنیں
دھوپ کھانے کے لیے باھر آ پڑتی ہیں

شعر - ملے یوں وو چلّے رگت بھیچ میں
ھزاراں ھیں جھوں کیچوے کیچ میں

(مطلب) خوں میں وہ چلّے اس طرح لتھڑے پڑے تھے
جیسے کیچڑ میں کیچوے۔

موت کا وہ بازار گرم ہوا کہ

شعر- ملایک کے ہت تے گیا کام بھار
کہ آتے تھے جیو یک کے بانٹے ہزار

(مطلب) فرشتوں کی قدرت سے یہ کام باھر ہوگیا اس لیے
کہ ایک ایک کی تقسیم میں ہزار ہزار جانیں آتی تھیں

شعر- ہوا سب یہ ارواح سوں بھر رہی
پون پر اڈک مارتے پر رہی

(مطلب) تمام ہوا ارواح سے پور گئی تھی اور ہوا
میں زور زور سے پر مار رہی تھیں

شعر- چھوٹا زور ارواح کا باو جب
فلک کی یو فانوس گرداں مہں تب

(مطلب) ارواح کی آندھی جب زور سے چلی تو
اس قدر سے کہ فلک کے فانوس گرداں میں سورج کی

شعر- یو شمع سورج نا کہ ہوے کر بڑی
لیا پردۂ ابر اوتار اس گھڑی

(مطلب) شمع تاریک نہو جاے فوراً
ابر کا پردہ ڈال دیا گیا-

مخالفین کی حالت ملاحظہ ہو—

شعر- مخالف نے دیکھیا کہ یوں رن پڑیا
اپس کا تو لوک اس مہں اوگن پڑیا

(مطلب) غنیم نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو
اس کی حالت بہت زبوں اور بری ہو گئی

شعر۔ دسے نہمہ فوج آئی تھی جو عظیم
رہی سو بی زخموں سے ہوے نیمہ نیم
(مطلب) وہ فوج عظیم جو آئی تھی اب آدھی رہ گئی
اور اس آدھی میں سے بھی آدھے زخمی پڑے تھے

شعر۔ ہوے تھے سو آدیاں تے سب جان اوریا
جو سارے اتھے اُن تے اوسان اوریا
(مطلب) آدھے تو ایسے تھے جو جان کھو چکے تھے
اور باقی جو سالم تھے اُن کے اوسان جاچکے تھے

شعر۔ کھڑے تھے جو ہمت سوں جہاں پانوں گاڑ
نا طاقت رہی پانوں لینے اُکھاڑ
(مطلب) جو ہمت کر کے پانو گاڑے کھڑے تھے اُن میں
اتنی سکت نہ رہی کہ وہاں سے پانو اٹھا لیں

شعر۔ سب اعضا نے قوت کوں ساری سٹے
ہتھیاراں بی ہر ہت تے یاری سٹے
(مطلب) سب اعضا نے ہمت ہار دی اور ہتیاروں نے
بھی ہتیار بندوں کی دستگیری چھوڑ دی ۔

شعر۔ نوایاں کماناں نے سرمان ہار
تھکے تیر سوفار کے موں پسار
(مطلب) کمانوں نے ہار مان کر اپنے سر جھکا دیے
تیروں کے سوفاروں نے تھک کر منہ پسار دیے

شعر - اوزیاں بانک داراں جھڑے هت تے سانگ
سلے ڈهل پڑے ڈر سوں پگلے هو آنگ

(مطلب) خنجر اور نیزے هاتھوں سے گر کر پڑے
سپاهی ڈر سے ایسے دبلے هو گئے تھے کہ هتیار
خود بخود بدن پر سے گرے پڑتے تھے

شعر - هوے تمت علی بلند آوارہ ڈهال
توٹی بھل پر پات هوئیں جوں نڈهال

(مطلب) علی بلند اور ڈهالیں ٹوٹ کر اس طرح
رہ گئیں جیسے ٹوٹی بیل کے پتے نڈهال هوجاتے هیں

شعر - بسر ریج کوں رجپوت دانتوں مجھار
دهروں آے برچھیاں کوں کاڑی کے ٹھار

(مطلب) راجپوت بے غیرتی سے دانتوں میں تنکوں
کی بجاے برچھیاں رکھے هوے تھے

شعر - گئے بھول قانون اپنا قدیم
نہ کچھ کام آیا عرابہ عظیم

(مطلب) اپنا پرانا قاعدہ سب بھول گئے اور
ان کے بڑے توپ خانے کچھ بھی کام نہ آے

مغل فوج کو شکست هوئی اور جب وہ میدان
چھوڑ بھاگ نکلی تو شاعر نے ایک نیا سماں دکھایا ہے۔
میدان جنگ میں ایک بڑا جشن هوتا هے یعنی بڑی

شباہت درندوں اور جانوروں کی ہوتی ہے۔ اس موقع پر شاعر نے بڑی جدت سے کام لیا ہے - میدان جنگ جو خون سے بھرا ہوا تھا درندوں کی مسند اور فرش بنا - شیر بڑے رعب داب اور شان و شوکت سے درندوں کی فوج لے کر آتا ہے اور تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے - اس کے بعد شاعر نے ہر درندے کی خصوصیت اور اس کے لباس وغیرہ کی کیفیت بڑے مزے سے بیان کی ہے - مثلاً بادشاہ (شیر) کے کرسی نشین ہوتے ہی ریچھ اپنی خاکی (دھلویں کے رنگ کی) وردی پہن کر چوبداروں کی طرح آکھڑے ہوئے - پلنگ اور چیتے اپنی اپنی خوشنما بول بوٹوں کی پوشاک پہن کر آئے - بھیڑیے صوف کے چل قد زیر بر کیے ہوئے تھے - خارپشت ترکش لگائے آیا - لومڑی خوب بن سنور کر آئی اور اپنی چوٹی کی دم کو پھندنے سے آراستہ کیے ہوئے تھی - سیہ گوش کلاہ پہنے اور صوف پوش نظر آتے تھے - خدا ترس ترس (چرغ) ہڈیاں ڈھونڈتے ہوئے تشریف لائے - جب سب جمع ہوگئے تو نقیبان شغال نے صلائے دعوت دی اور اب کوے، کتے، چیلیں، گدیں وغیرہ بھی حاضر ہوگئے - میدان جنگ جو مغل فوج کی لاشوں سے سفرۂ عام بنا ہوا تھا، اس پر وہ سب ٹوٹ پڑے - شاعر نے اس مقام پر اُن کی کلیلوں اور خوش فعلیوں کی بھی تصویر کھینچی ہے اور یہ بھی دکھایا ہے کہ کون کیا کیا کھاتا اور کس کس

طرح سے کھاتا ہے - جب گوشت اور ہڈیاں بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر اور خون پی پی کر بد مست ہوئے تو گانے بجانے اور رقص و سرود کی سوجھی - سروں کے کانسوں کے طنبورے بنائے اور ان پر رودوں کے تانت باندھے - اونٹ کی پسلیوں سے کمانچے تیار کیے' غرض اس طرح بہت سے ساز بنا لیے - کووں نے اپنی خوش آوازی سے اور گیدڑوں نے اپنی الاپ سے محفل کو خوب رچایا - ناچ کے لیے بھتنیاں آتی ہیں - اپنے کپڑے اتار کر نیا لباس اور زیور پہنا - پھیپھڑوں کی چنریاں بنائیں' جھلیوں کے کپڑے کھول کرتہ بند بنائے - ہاتھی دانت کے کڑے اور اور ناخنوں کی چوڑیاں بنائیں - کچھ موتی چن چن کر گلے میں پہنے - خون کا غازہ منہ پر ملا - پاکھروں سے آنتیں نکال کر آرسیاں بنائیں - بہادروں کے طرے سروں پر لگائے اور ان کی مالائیں گلوں میں پہنیں - القصہ اس طرح آراستہ ہو کر انہوں نے اپنے رقص کا کمال دکھایا ہے - کیا خوب شعر کہا ہے —

سراپا اگن ہو بھڑکتی چلی
ادک بھجلیاں تے کڑکتی چلی

یعنی وہ سر سے پانو تک آگ ہو کر بھڑک رہی تھی اور بجلیوں سے بھی زیادہ کڑکتی ہوئی چلی —

اس رقص کو دیکھ کر تمام جانور اور درندے بیخود ہو گئے - ریچھ مستی سے آپے سے باہر ہو گیا اور حال میں

آکر ہر تال پر قدم چومنے لگا - چھلے کے ہوش جاتے رہے -
لومڑیوں کے ہنسی کے مارے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے -
بھڑ نے ناچنے والوں پر (لاشوں کی) آنکھوں کے گوھر
نثار کیے - کتوں نے انتڑیوں کے ھار ان کے گلے میں
ڈالے - گیدڑوں نے چربیوں کی شالیں اُڑھائیں - شیر
نے خوش ہوکر سرخ مخمل کی مسند انعام میں
بخش دی - جب جشن قریب ختم ہوا تو سب نے
بادشاہ (علی عادل شاہ) کے اقبال و دولت کے
گیت گائے —

یہ بیان بہت لطف اور جدت آمیز ہے اور اس
سے نصرتی کی ظرافت اور بیان کی خوش اسلوبی
ظاہر ہوتی ہے - رزم میں اس نے جا بجا بزم کا لطف
دکھایا ہے اور سارا بیان بہت ہی ظرافت آمیز ہے -

اس فتح کی خبر نہلے ملک کے ذریعے سے بادشاہ
کے پاس بھیجی جاتی ہے - وہ وزرا کا نامہ لے کر جاتا
ہے اور زبانی بھی حالات عرض کرتا ہے - یہ نامہ دربار
میں پنڈت دھرماجی پڑھ کر سناتا ہے - اس پر بہت
خوشیاں منائی جاتی ہیں اور جشن کیا جاتا ہے - اور
خاص خاص لوگوں یعنی شاہ ابراہیم خلف شاہ ملنجلے '
علی رضا وغیرہ کو خلعت سے سرافراز کیا گیا —

اس کے بعد کے باب میں مغلیہ فوج کی بے سروسامانی '
تنگی ' اور بددلی اور جے سنگھ کی پریشانی کا نقشہ

گھیلتا ہے - ہر طرف سے رستے بند ہیں اور رسد کے نہ پہنچنے سے سب بددل اور پریشان ہیں —

لیا کونڈ چوندھرتے فوجاں مسلد
ہوا باٹ تے باؤ آنے کوں بند

یعنی فوجوں نے چاروں طرف سے رستے اس سختی سے بند کر رکھے تھے کہ اس رستے سے ہوا تک نہیں آسکتی تھی —

اس بیان میں نصرتی نے سپاہیوں' بھیر بکری' گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کی شکستہ حالی پر خوب پھبتیاں کہی ہیں —

اس پریشان حالی میں جے سنگھ کو یہ خوش خبری پہنچتی ہے کہ رسد کا بہت بڑا سامان آرہا ہے اور ہزاروں اونٹ' گدھے اور بیل لدے چلے آرہے ہیں - اس رسد کا پہنچانے والا صلابت خان (دہلوی) تھا -

سکندر ککر تھا اول نانوں جس
خطاب آج خان صلابت ہے تس

یعنی پہلے اس کا نام سکندر تھا اور اب صلابت خان کے خطاب سے مشہور ہے —

شرزہ خاں کے جاسوس ہر طرف لگے ہوئے تھے

پھریا جا بجا جیوں ہے جگ میں پون
پھریں تس کے جاسوس یوں ہر وخن

یعنی جس طرح دنیا میں ہوا جا بجا پھرتی ہے

اسی طرح اس کے جاسوس ہر کوشے میں پھرتے تھے۔

جب شرزہ خاں نے یہ کیفیت سنی تو وہ فوج لے یلغار کرتا ہوا دشمن کے سرپر جا پہنچا۔ دشمن کے ہاتھہ پانو پھول گئے۔

شعر۔ یدی آئی کر فوج عادل سوای
ہوی سارے لشکر میں چوندھر اوای
(مطلب) سارے لشکر میں دھائی مچ گئی
کہ عادل شاہ کی فوج آ پہنچی

شعر۔ پڑیا غلبلا ہو کہ یک بات میں
ملنداسا یکس سر کا یک ہات میں
(مطلب) بات کی بات میں ایسی افراتفری پڑی کہ
ایک کی پگڑی دوسرے کے ہاتھہ میں تھی

شعر۔ ترنگاں پہ اُلٹے کوتک زین بہاے
لگاماں بسر موں میں دمچیاں لگاے
(مطلب) گھبراہٹ میں بہت سوں نے گھوڑوں پر الٹی زینیں
باندھ دیں اور لگاموں کی جگہ دمچیاں منہ میں لگادیں

شعر۔ نہ فرصت کمر باند لے پاے کوں
نہ ہتھیار لے ساند نے پاے کوں
(مطلب) نہ کسی کو کمر باندھنے کی فرصت ملی اور
نہ ہتیار باندھنے کا موقع ملا۔

غرض بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور دونوں

طرف کے بہادروں نے داد شجاعت دی - اس لڑائی کا حال نصرتی نے بہت طویل لکھا ہے - دو ایک مقالات سے چند چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - نچھل دھوپ میں سلکہ کھڑگاں کی تاب
ہوا موج زن ہو کہ دریا سراب

(مطلب) روشن دھوپ سے تلواروں کی چمک نے مل کر یہ کیفیت پیدا کی گویا سراب کا دریا لہریں مار رہا ہے -

---

شعر - ہوا کا پھریا عکس کھڑگاں تے روپ
مگر کسوت ابرک لیے پین دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چمک کا عکس جو ہوا پر پڑا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دھوپ نے ابرک کا لباس پہن رکھا ہے

شعر - تُرنگاں کے تل تے دھولا راں اوتھیا
ہکاتاں کے ہر دم تے بارا چھوتیا

(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے گرد و غبار اٹھا اور پیہم نعروں کی آواز سے ایک آندھی آتی

شعر - گگن کی انگیٹی پہ جا پڑ کہ گرد
کری داب انگارے کوں سورج کے سرد

(مطلب) آسماں کی انگیٹھی پر اتنی گرد جا کر پڑی کہ سورج کا انگارا دب کر ٹھنڈا پڑ گیا -

لڑائی کا سماں دیکھیے —

شعر - دونوں صف کے مہانے بڑا دھم ہوا
ادک دیکھ غوغا فلک گم ہوا
(مطلب) دونوں صفوں کے درمیان بڑا تہلکہ پڑا
کثرت شور و غوغا سے فلک کے کان بہرے ہو گئے -

شعر - فلواہاں کے جھنڈ و زنبوریاں کوں دات
نپٹ دم نکلنا رہیا موں کی بات
(مطلب) گونوں اور توپوں کے ہجوم کی وجہ سے
منہ کے رستے صرف دم نکلنا باقی تھا -

شعر - دسے عکس جوشن تے ابلق ہوا
فرنگاں کے پرتو تے ہوئی شق ہوا
(مطلب) جوشن کے عکس سے ہوا ابلق نظر آتی تھی
اور تلواروں کے پرتو سے ہوا شق ہوگئی -

شعر - برسنے لگے ملکہ ات تیر و تیغ
رنگت کا چ برسات ہے برق و میغ
(مطلب) تیر و تیغ ' برق و بادل
بن کر خون کی بارش برسانے لگے -

شعر - ہر یک تیغ تے آگ جھڑ بے شمار
سلاحاں ہوے لعل جلمل انکار
(مطلب) ہر ایک تلوار سے بے شمار آگ جھڑنے لگی
اور ہتیار جل بل کے لال انگارے ہو گئے

شعر - لیے آگ چنگیاں تے بھالیاں کے بانس
جلیں تھر دستے ھو پولیاں کی گھانس
(مطلب) بھالوں کے بانسوں میں چنگاریوں سے آگ لگ اٹھی
اور تیر گھاس کے پولوں کی طرح جل رہے تھے

شعر - ھوا پر کھڑے ڈونگراں ھو کہ دھول
شراریاں کے رُکھہ لھو کی چھٹکاں سوں پھول
(مطلب) پہاڑ ھوا پر دھول بن کے کھڑے تھے،
شراروں کے روکھہ لھو کی چھینٹوں سے پھول بن گئے تھے

شعر - رگت بھوئیں پہ جم جا ھوا پر دھواں
زمیناں ھویاں آٹھہ دس آسماں
(مطلب) خون زمین پر جم گیا اور دھنواں ھوا پر،
اس سے زمینیں آٹھہ ھوگئی تھیں اور آسمان دس۔

چند اشعار کے بعد تیغ کی دورنگی کو کیا خوب
بیان کیا ھے —

شعر - جو ھے تیغ میں آب و آتش نہاں
دونوں کی بی صورت ھوئی تب عیاں
(مطلب) تیغ میں آب و آتش کی جو دونوں خاصیتیں
پوشیدہ ھیں وہ اب ظاہر ھوئیں

شعر۔ کریں وار تو تب جھڑے آگ داٹ
ڈبے جیو پانی نے کرنے مہں کاٹ

(مطلب) وار کرنے میں اس سے آگ جھڑتی ہے اور آب کی
کاٹ سے جانیں ڈوب جاتی ہیں۔

تلوار ہی کے متعلق پھر لکھتا ہے —

شعر۔ فرنگ اژدہا ہو دم آتشیں
چھٹکنے لگیا اگ دندیاں پر یقیں

(مطلب) تلوار اژدہا ہو کر اپنے دم آتشیں سے
دشمنوں پر آگ برسانے لگی۔

شعر۔ برسنے وجوداں پہ کھڑگاں کا آب
رگاں تے لراں بہ چلیا خون ناب

(مطلب) تلواروں کا پانی جب غنیم پر برسنے لگا تو
ان کی رگوں سے خون ناب کی لہریں چلنے لگیں

شعر۔ لگے دینے سنمکہ ہو شمشیر و تیر
سوالاں جواباں یکس یک توں پھیر

(مطلب) تلوار اور تیر ایک دوسرے کے روبرو ہو کر
ایک ایک کے سوال کا جواب دینے لگے۔

اس خونخوار جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی کی
فوج کو شکست ہوئی اور صلابت خاں میدان جنگ
میں قتل ہوا - یہ سن کر چھترسنگھ کے دل پر جو
بیتی وہ نصرتی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے —

شعر - سونہا سوچ یو بات بیٹھی کمر
گئی موں کھتا ھو کہ افھوں اتر
(مطلب) یہ سنتے ھی اس کی کمر ٹوٹ گئی ' افیوں
کا نشہ اُتر گیا اور منہ سیٹھا ھو گیا

شعر - چھپیا روز روشن اندھارا پڑیا
فلک ٹٹ کہ جھوں سر پہ سارا پڑیا
(مطلب) روز روشن چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا
اور اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا

شعر - رین دل مھں ھو چک تے تارے توٹے
سلگ آگ انجو تھار انگارے توٹے
(مطلب) دل میں رات چھا گئی ' آنکھوں سے تارے ٹوٹ کے
گرے اور بھاے اُنسوؤں کے انگارے گرنے لگے -

شعر - ھوا حال جیوں رکھ کے توڑے پہ بیخ
طلنا باں ستے سب اوکھاڑے پہ میخ
(مطلب) اس کا حال اُس درخت کا سا ھو گیا جس کی جڑ
اُکھڑ گئی ھو یا اُن طنابوں کا سا جن کی میخیں اُکھڑ جائیں

شعر - نہ ڈیرا کھڑا رہ سکے پانو گار
نہ قائم رھوے دول اپس لے کہ جھاڑ
(مطلب) ایسی حالت میں ڈیرا کھڑا رہ سکتا ھے
اور نہ درخت اپنے آپ کو قائم رکھہ سکتا ھے -

اس جنگ میں نصرتی نے شرزہ خاں کے نوجوان بیٹے مخدوم شاہ کا بھی ذکر کیا ہے جو میدان جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا —

مغلوں اور بیجاپوریوں کی جنگ میں اب ایک نیا واقعہ پیش آتا ہے - سلطان عبداللہ قطب شاہ نے سلطان علی عادل شاہ ثانی کو خط لکھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ راجہ (جے سنگھ) آپ کی قلمرو میں گھس آیا ہے اور شرارت، فساد اور ناسزاوار حرکتیں کر رہا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں - علی عادل شاہ نے اس مدد کو قبول کیا - چنانچہ جواب پہنچتے ہی گولکنڈہ سے نیکنام خاں کی سر کردگی میں قطب شاہی لشکر روانہ ہوا - جب بیجاپور کے قریب پہنچا تو وزیر سلطنت عبدالمحمد ممتاز سرداروں اور چیدہ سپاہ کے ساتھ استقبال کے لیے چلا - قطب شاہی اور عادل شاہی لشکر باہم ملتے ہیں اور ہر دو لشکر کے سردار ملاقات کرتے ہیں - عبدالمحمد نے بادشاہ کی طرف سے نیک نام خاں اور دوسرے سرداروں کو خلعت ہاے فاخرہ دیے - دونوں لشکر مل کر بلدۂ بیجاپور کی طرف چلے - سلطان نے علی برج سے ان کا نظارہ کیا اور سلامی لی - اس کے بعد بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کرے - چنانچہ نیک نام خاں

اور اس کے ساتھہ کے سرداروں نے حضوری کی عزت حاصل کی اور شاهی نوازشوں اور خلعتوں سے سرفراز هوے - نصرتی نے اس واقعہ کو بڑے دهوم دهام سے بیان کیا هے —

اب دونوں لشکر متحد هو کر چے سنگهہ پر دو طرف سے حملہ کرتے هیں اور اسے پائمال کرنے پر تلے هوے هیں - چے سنگهہ کی حالت بڑے خطرے میں هے —

نصرتی نے اس باب کی تمہید طلوع آفتاب اور صبح کے ظہور سے شروع کی هے جو بہت دلکش شاعرانہ انداز میں هے - (اسے میں کسی دوسرے موقع پر نقل کروں گا) - بادشاہ تخت پر جلوہ افروز هوتا هے ' تمام وزیران مملکت و سرداران لشکر حاضر هوتے هیں - بادشاہ مخاطب هوکر اُن کو لڑنے مرنے ' شجاعت اور جان نثاری دکھانے اور غنیم کی فوج کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دیتا هے - وہ وفاداری اور جان نثاری کا ادعا کرتے هیں اور دشمن کو شکست دینے اور ملک سے نکال دینے پر کمر همت باندهتے هیں - اس کے بعد شاعر دونوں فوجوں کے کوچ کی شان دکھاتا هے - مگر اسی کے ساتھہ هی وہ مغلوں کی فوج اور شجاع سپاهیوں کی شکل و صورت اور بہادری کا نقشہ بھی کھینچتا هے - مثلاً لکھتا هے —

کہ ہر مرد جیوں کوہ البرز ہے
تہر کس کے ہت کس کے جم گرز ہے

کتہاں کا تو تہر و کماں اصل ساز
کمنداز کوئی نیزہ کوئی تیغ باز

دھر نہار ہر مرد کو تہ امید
دل رستم و جسم دیو سفید

نہ آنس کدہ تے شکم اُن کے کم
جو مُکوہ میں پڑیا سو گیا ہو بھسم

شراب ان کوں یک مشک تہوڑا دسے
سبچ نقل دنبیے کا جوڑا دسے

تراش اپلی داڑی مچھیاں دے کہ چھوڑ
کریں موں بچھو ڈانک ڈالی سوں توڑ

کمان آپکڑنے کے سکتا ہے فن
ایلو پاس تے ارجن ولچھمن

تو کا ہے جلن تہر انگے تہر تفش
جلن جلگ کن کرہ رستم کا رخش

دریں گر کشش رستمی لے کماں
رگ و پے تو نیں کو کریں استخواں

یہ در پردہ اپلی بہادری کی تعریف ہے جو ایسے بہادروں کو شکست دیتا ہے —

یہ بہت سخت لڑائی تھی اور حقیقت میں چھ سلکھہ کو بڑی مشکل پڑ گئی تھی۔ نصرتی نے بھی اس کا بیان

بڑی شان سے لکھا ہے - اگرچہ نصرتی اور عادل شاہی مورخوں نے اپنی فتح لکھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی شدید جنگ ہوئی دونوں طرف کے لشکروں نے داد مردانگی دی' آخر میں چھ سنگھہ کی فوج نے دکھنی لشکر کو مار کر بھگا دیا - مگر اس میں چھ سنگھہ کی بھی کوئی نمایاں فتح نہیں پائی جاتی ہے یعنی دشمن کو ہٹا کر بھگا تو دیا مگر اس سے اُسے کچھہ حاصل نہ ہوا —

نصرتی مغلوں کی نامردی اور دکھنیوں کی بہادری کو اس طرح بیان کرتا ہے —

شعر - مغل کی ہے تلوار دکھنیاں پہ یوں
تبر سامنے چھونکہ انگلی کے نھنوں

(مطلب) مغلوں کی تلوار دکھنیوں کے سامنے ایسی ہے جیسے تبر کے سامنے انگلی کا ناخن -

---

شعر - لگیت دس ہتوڑیاں کھڑی کر سونار
ادک دس تے ہوے یک جو مارے لوہار

(مطلب) سنار تان تان کر دس ہتوڑیاں مارتا ہے لیکن لوہار کی ایک چوٹ اُس کی دس سے بڑھ جاتی ہے -

---

اگرچہ نصرتی نے فتح دکھنیوں ہی کی لکھی ہے لیکن اس جنگ کی شدت اور دکھنی فوج کی بھگا کا اُس نے بھی اعتراف کیا ہے - چنانچہ لکھتا ہے کہ جب چھ سنگھہ

کی فوج نے زور سے حملہ کیا اور میدان جنگ میں قیامت برپا کردی تو دکھنیوں کے اوسان خطا ہوگئے ۔

بہت آپڑی اہل اسلام پر
کھڑی فکر اذک خاص ہور عام پر

کتھیں حال یا خان شرزا نوی
کر اپنی کھڑگ کو عصا موسوی

چے سنگھ کی فوج میں جادو راؤ اور کیسری سنگھ کا اور عادل شاہی فوج میں شرزہ خاں ' خواص خاں ' بہلول خاں اور عبدالمحمد کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

بہر حال نصرتی اور عادل شاہی مورخوں کے بیان کے موافق دکھنیوں کی فتح ہوئی - آخر میں میدان جنگ میں درندوں کے آنے اور لاشوں کے کھانے کا تماشا دکھایا ہے —

اس کے بعد ایک اور لڑائی ہوتی ہے - بہلول خاں ' شرزہ خاں ' خواص خاں فوجیں لے کر جاتے ہیں - بہلول خاں ایک طرف لڑ رہے تھے اور شرزہ خاں اور خواص خاں دوسری طرف - ان دونوں کے مد نظر غنیم کے خاصے کی فوج تھی —

ولے خان شرزا و خان خواص
نظر میں رکھے فوج خاصے کی خاص

دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے انتظار میں تھے - یہ چاہتے تھے کہ غنیم بڑھ کر میدان میں آے

اور وہ اس کے منتظر تھے کہ دکھنی آگے آکر حملہ کریں - غرض اس انتظار انتظار میں شام ہو گئی تو شرزہ خاں اور خواص خاں ناچار اپنے ڈیروں کو واپس چلے - دونوں ساتھہ ساتھہ جا رہے تھے - جہاں جہاں میدان ہموار آتا یہ دونوں برابر برابر رہتے اور جہاں نشیب و فراز اور درخت آجاتے وہاں ایک دوسرے سے اوجھل ہو جاتے - ایک ایسے ہی موقع پر جب خواص خاں اپنے لشکر کے ساتھہ ایک طرف چلا گیا اور شرزہ خاں دوسری سمت تو اتفاق سے لشکر غنیم کی ایک جماعت ادھر سے گزر رہی تھی - شرزہ خاں کے بیٹے سید حبیب کی نظر اُن پر پڑی - اگرچہ خورد سال تھا لیکن بہادری اور شجاعت میں کسی سے کم نہ تھا' بے کہے سنے جھٹ اُن پر جا پڑا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے لگا - شرزہ خاں نے جو نعرۂ جنگ کی آواز سنی تو گھوڑا جھپٹا کر پہنچا - دونوں نے لڑ بھڑ کر اس جماعت کو بھگا دیا - دونوں خوشی خوشی پھر اپنے ڈیروں کی طرف روانہ ہوئے - تھوڑی دور چلے تھے کہ یک بیک شرزہ خاں اپنے گھوڑے سے گر کر زمین پر آ پڑا - دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی —

شعر - شجاعت کے تب گھر میں ماتم ہوا
جنم میں بڑا جس پہ یے غم ہوا

(مطلب) اس سے شجاعت کے گھر میں ماتم بپا ہوا - اس پر کبھی ایسی آفت نہیں آئی تھی -

شعر - کھڑگ میاں کے بھتھہ کونے منیں
گلوانے لگیا آب رونے منیں
(مطلب) تلوار میان کے کونے میں بیٹھ
رو رو کر اپنی آب گنوانے لگی

شعر - زرہ کے پڑے دل پہ کئی دکھہ کے چھید
کیا رو کہ جوشن نے دیدے سفید
(مطلب) زرہ کے دل میں دکھہ سے چھید پڑ گئے اور جوشن
کی آنکھیں روتے روتے سفید ہو گئیں -

شعر - تورنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ
پکڑنے ملگے نعل سینیاں میں زنگ
(مطلب) گھوڑوں کو عذر لنگ پیدا ہوا
اور نعلوں کے سینوں پر زنگ لگ گیا -

شعر - رہیا موں میں عالم کے ہو تلخ آب
لگے زہر چاکھے تو کوئی شہد ناب
(مطلب) اہل دنیا کے منہ میں پانی کڑوا معلوم ہونے لگا
اور خالص شہد زہر لگنے لگا -

اسی رنگ میں اور چند شعر خان مرحوم کے ماتم میں لکھے ہیں - لیکن ان سب میں تصنع اور آورد پائی جاتی ہے - خصوصاً "تورنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ" بہت ہی بے محل اور مبتذل ہے —

علی عادل شاہ کو جب اس حادثے کی خبر پہنچی تو بہت افسوس ہوا اور اُسی وقت خان مرحوم کے دونوں بیٹوں (سید مخدوم و سید حبیب) کو خطاب شرزہ خانی اور منصب و دولت سے سر افراز کیا —

اس کے بعد آخری جنگ کا بیان ہے جس میں بہلول خاں اور شرزہ خاں کے دونوں بیٹوں نے بڑی بہادری دکھائی - اس جنگ کی کیفیت بھی ویسی ہی ہے جیسے اس سے پہلے کی لڑائیوں میں بیان ہو چکی ہے - فوج کے کوچ کے متعلق لکھتا ہے :

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لینے میں باؤ
ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

گرجتیں و بجتیں نقارے و بھیر
گرجنے لگے مست ہو نرہ شیر

فلک پر صدا تے ہوا کاچ باج
زمیں پائی خوش نقش نعلاں کی تاج

رنگا رنگ ڈھالاں دیکھت اہل ہوش
کہے آج ہوئی ہے ہوا دلق پوش

پھر لڑائی کا ذکر اسی زور شور سے ہے اور غنیم کی شکست پر خاتمہ ہے - نصرتی اور عادل شاہی مورخوں کا بیان ہے کہ اس ہزیمت کے بعد جے سنگھ نے مقابلے کی ہمت نہ کی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا —

چلے کھاکے اوس دن تو ایسی شکست
لگے ملک دھلی تلک یک وو رست

نہ آب اون کوں میدان میں پینے دیے
سراب اون یہ جمنا کا پانی کہے

مغلوں سے یہ لڑائی علی عادل شاہ ثانی کے عہد کی آخری جنگ تھی - اس کے بعد ھی علی عادل شاہ کا انتقال ھوگیا - یہ لڑائی سنہ ۱۰۷۶ میں ھوئی اور علی عادل شاہ کی وفات سنہ ۱۰۷۸ میں -

آخری باب میں جو کتاب کا خاتمہ ھے بادشاہ کی مدح اور علی نامہ کا ذکر خیر ھے - باب کے عنوان کا شعر یہ ھے :

صفت شعر علی نامہ و خوش ختم کتاب
مدح عادل کا کہ ھے جس یہ عطا جس یو نول

اس کے بعد بادشاہ کی مدح میں دو شعر لکھنے کے بعد لکھتا ھے کہ :

فلک پر نوا کام جیوں خواب ھے
نر ھے یاد جو نقش بر آب ھے

ھنر مند ھوتا ھے تا بے نظیر
کرے نقش کوں اُس پتھر پر کی کیر

(کیسا ھی نیا کام ھو وہ مثل خواب کے ھے - جو بات یاد نر ھے (محفوظ نر ھے) وہ نقش بر آب ھے - مگر جب کوئی باکمال ھنر مند آتا ھے تو اُسے پتھر

کی لکیر بنا دیتا ہے) —

روش ہے کہ گرچہ طبائع کا رکھ
کریں بارور دیکھ شاہانچ سکھ

ولے تا ابد اس کے پھل کا سواد
دیوے ان کے جھنے کی خوبی کی داد

(اگرچہ یہ عام قاعدہ ہے کہ طبیعت کا شجر بادشاہوں سے آسائش پا کر بارآور ہوتا ہے لیکن اس کے پھل کا مزہ ابد تک رہتا ہے اور ہمیشہ ان کی زندگی کے کاموں کی داد ملتی رہتی ہے) —

اُسی بختور کے ہیں طالع دوگن
کہ صاحب سخن کوں منگیا سب تے چن

سخن ور نہ ملتا ہے بختوں کے باج
ملیا جس سو پایا ابد لگ رواج

(اُسی صاحب نصیب (بادشاہ) کے طالع بڑے ہیں جس نے سب لوگوں میں سے صاحب سخن کو انتخاب کیا یعنے جس نے شاعر کو اپنا منظور نظر بنایا - ورنہ سخن نصیبوں سے ملتا ہے اور جسے ملا اُس کا نام ابد تک قائم رہا) —

بزرگی تو ہے جان ہور جسم کی
بڑائی پن اسکے ادک اسم کی

سخن ور تے رہ گئے زمانے میں یاد
فریدوں کیا نہیں تو کیا کیقباد

صفت کر گیا کر سخن آفریں
اچھوں لگ ہے رستم پہ نت آفریں

(یو تو بزرگی جسم و جان سے ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر بزرگی نام کی ہے - فریدوں اور کیقباد کے کارنمایاں سخنور کی بدولت زمانے میں یادگار رہ گئے - یہ سخنور کی ہی تعریف کا طفیل ہے کہ اب تک رستم پر ہمیشہ آفریں کی جاتی ہے) -

اس کے بعد کہتا ہے کہ اس جنگ نامے میں میں نے ہر ایک کے کام کی داد دی اور ان کی محنت و مشقت کو سراہا ہے اور جن جن کا نام میں نے لکھہ دیا ہے وہ دنیا میں ابد تک مقبول و معزز رہیں گے -

لیا ناںوں جس بختور کا نواز
رہیا تا ابد جگ میں وو سرفراز

معزز جو تھے لوگ شہ کے پسند
کرم ہور عنایت سوں اقبال مند

اوسی نامداراں میں میں ٹھانوں ٹھانوں
لیا ہوں کیتک نیک بختاں کے ناںوں

بہوت تھار تجویز سوں کر تمیز
مشقت کیا کام گاراں کی چیز

پھر چند شعر اس تاریخ کی تحریر کے متعلق لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اکثر بڑے کام نہیں چھپائے اور جو جو ضروری باتیں تھیں وہ سب بیان کر دیں -

اس میں میں نے کسی کی رو رعایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حق کو پیش نظر رکھا اور کسی کے کام کو ضائع نہیں کیا، خصوصاً شرزا خاں شہید کے نمایاں کام، جس نے بہت بڑی جاں نثاری کی۔ اس بیان کو نصرتی کے اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

بڑے کام اکثر رکھیا نہیں نہاں
ضروری جو تھے سو کیا کر بیاں

نظر میں خدا کا چ نت حق رکھیا
رعایت تے دور اپسے مطلق رکھیا

جکچھ تھا سو اکثر کہیا بے ریا
نہ ضائع کیا کام کس کا کیا

میرے شعر کے کھول امرت میں بات
دلیراں کے ناتواں کو بخشیا حیات

خصوصاً لکھیا جو یہ نامۂ سعید
کہ تو خان شرزا ہوا تھا شہید

فدا تھا وو گر شہ کے نت کام میں
نبھا کر گیا کو نکو نام میں

رہنے تا ابد پاک تس روح شاد
رکھیا تس کی کرتی کوں عالم میں یاد

اس کے بعد اِس مثنوی اور اپنے کلام کی تعریف میں چند شعر لکھتا ہے:

شعر - عجب فن کی بولیا ہوں یہ مثنوی
کہ کئی بھانت ہے اس ہنر میں نوی

(مطلب) یہ مثنوی میں نے عجیب و غریب لکھی ہے اور
اس صنف میں یہ کئی لحاظ سے نئی ہے ۔

شعر - سنواریا ہوں کئی بزم کی انجمن
کھلایا ہوں خوش رزم کے پھولبن

(مطلب) اس میں میں نے کئی طرح کی بزمیں آراستہ کی ہیں
اور رزم کے کئی چمن کھلائے ہیں

شعر - بھریا ہوں ہنر سوں سراسر کتاب
رکھیا ہوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

(مطلب) یہ کتاب سراسر کمالات سے بھری ہوئی ہے
اور نزاکت سے بھرپور ہے

شعر - قصائد لڑایاں کے کئی معتبر
یکھیک وقت بولیا جو تھا سر بسر

(مطلب) جنگ کے کئی بڑے بڑے قصیدے لکھے ہیں اور ان میں
وہی لکھا جو حقیقت میں واقع ہوا تھا -

شعر - نوی طرز کوں میں جو تزئیں دیا
کھٹک بر محل ورچ تضمیں کیا

(مطلب) میں نے جدید طرز کو زینت دی ہے
اور اسے بر محل استعمال کیا ہے -

شعر - پکڑ اصل تاریخ لکھتاں کی چال
لکھیا قصہ در قصہ میں حسب حال

(مطلب) میں نے مورخین کے اصول کی پیروی میں
واقعات کو حالات کے مطابق لکھا ہے -

شعر - لڑائی کی ہر بیت یو ہے گمان
سپاہی کو تعلیم خانہ ہے جان

(مطلب) اس میں لڑائی کی ہر بیت بلا شبہ
سپاہی کے لیے گھر بیٹھے تعلیم کا کام دیتی ہے -

شعر - ملوکاں کی مجلس کا یو ساز ہے
وزیراں کوں سوندل کا انداز ہے

(مطلب) یہ بادشاہوں کی مجلس کی زینت ہے
اور وزیروں کے لیے جنگ کا انداز ہے -

شعر - نہیں کس لطافت میں یو بات کم
الہی اچھو پن یہ مقبول جم

(مطلب) یہ کسی خوبی میں کم نہیں ، خدا
کرے یہ ہمیشہ مقبول ہو -

شعر - کہیں سب بی معشوق کا حسن و ساز
دکھایا ہوں میں دھن کا صورت میں ناز

(مطلب) کہیں میں نے معشوق کے حسن و آرائش کو
دکھایا ہے اور اس کی صورت میں ناز کا نقشہ کھینچا ہے -

شعر - طبیعت کا ہر تہار دکھلا کے کس
ستیا لیکے گانڈے کا رس سب بکس

(مطلب) ہر مقام پر میں نے طبیعت کا زور دکھایا
ہے اور گنے کا رس لے کر باقی پھوک پھینک دیا ہے

شعر - نظر رکھہ نے ہر بات کے نغز میں
لیا بھید معنیاں کے جا مغز میں

(مطلب) میں نے ہر بات کی لطافت پر نظر رکھی ہے اور معنی
کے مغز میں پہنچ کر اس کے اسرار کو حاصل کیا ہے

شعر - گلاں سیتی گفتار کی بے حساب
خلاصہ لیا کاڑ یعنے گلاب

(مطلب) میں نے پھولوں کا بہت کچھہ ذکر کیا ہے
اور ان کا نچوڑ یعنے گلاب نکال لیا ہے -

شعر - خیالاں میں ات موشگافی کیا
جو باریک تہا اُس میں صافی کیا

(مطلب) خیالات میں میں نے بڑی موشگافی کی ہے
اور جو بہت دقیق تھے انھیں صاف کر دیا ہے -

شعر - مضامین سوں جا بجا بات بول
دیکھایا سکت فیض کا حق کی کھول

(مطلب) میں نے جا بجا مضامین پیدا کیے ہیں اور
فیض حق کی قدرت کو کھول کر دکھایا ہے -

اسی ضمن میں نصرتی نے ایک بات خوب نکالی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ محمود غزنوی نے بہت بڑی مثنوی لکھوائی لیکن خود محمود میں وہ کمالات اور جوہر نہ تھے جو دنیا کے نامور لوگوں میں ہوتے ہیں اس لیے دوسروں کی مدح لکھوانی پڑی۔ لیکن میرا بادشاہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے کار نمایاں لکھوانے کے لیے فرمایا اور اب مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنا ہنر ایسا دکھاؤں کہ ہر بیت پر لاکھوں خزانے ملیں۔ تب عجب نہیں کہ یہ دیکھ کر فردوسی کی روح شاد ہو اور اپنا غم بھول جائے —

عجب کیا کہ فردوسیِ پاک زاد
اپس غم بسر اب کرے روح شاد

پھر بڑے فخر کے ساتھ اس مثنوی کو (جسے وہ شاہنامہ کے نام سے موسوم کرتا ہے) دکن کی جان کہتا ہے:

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان
کہ یو شاہنامہ دکن کا ہے جان

جن صاحبوں نے اپنی تحقیق میں اسے "شاہنامۂ دکن" لکھا ہے وہ نصرتی کے اس شعر کو نہیں سمجھے۔

آخر میں خود ہی کتاب کا سالِ تصنیف بتا دیا ہے:

لکھیا شہ کا میں جس جو یو کر اوس
ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھے برس

یعنی ۱۰۷۶ ہجری —

اگرچہ نصرتی نے کئی بار کتاب کے دوران میں اس مثنوی کو " فتح نامہ " سے موسوم کیا ہے لیکن درحقیقت اس کا نام " علی نامہ " ہی ہے - سب سے ابتدائی دو شعروں میں جو کتاب کا عنوان ہیں نیز آخری باب کے عنوان میں وہ اسے " علی نامہ " کہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ نصرتی کی یہ مثنوی نہ صرف قدیم دکھنی اردو میں بلکہ تمام اردو ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتی - اس پر جو اس نے بار بار فخر کیا ہے کچھہ بیجا نہیں - خاتمے پر میں اس کے چند فخریہ اشعار سنا دینا چاہتا ہوں —

شعر - کیا میں بچن بیل کو یوں بڑی
بدی سو فلک کا چ ملذوا چڑی

(مطلب) میں نے سخن کی بیل کو یہاں تک بڑھایا کہ وہ فلک کے منڈوے پر جا چڑھی -

---

شعر - چندر ہور ستارے رہے دیکھہ بھول
مضامین معنیاں کے سجھہ پھل و پھول

(مطلب) چاند اور ستارے میرے مضامین معانی کے پھل اور پھول دیکھہ کر دنگ رہ گئے -

---

شعر ۔ یک یک قصہ بولیا ہوں جس ٹھار ا
دکھایا ہوں مجلس وو نظراں میں لا

(مطلب) جس جس مقام پر جو جو قصہ میں نے
کہا ہے اس کی تصویر نظاروں کے سامنے کھینچ دی ہے ۔

شعر ۔ سنواریا ہوں کر فہم کی حاتمی
ہر یک رزمیہ بزمیہ رستمی

(مطلب) میں نے فہم و فراست سے ہر رزم و بزم
کو بڑی شان سے سنوارا ہے ۔

شعر ۔ سنے پر یو خوش طرز مردانہ قال
اُبل شوق ہوے شیر مرداں کو حال

(مطلب) اس خوش طرز مردانہ قال کے سننے پر
فرط شوق سے شیر مردوں پر حالت طاری ہوگئی ۔

شعر ۔ سخن میں نہ ہوے یو کرامت جلک
کہوانا نہ ہرگز سخنور تلک

(مطلب) کلام میں جب تک یہ کرامت نہو اس وقت تک
اپنے کو سخنور کہلانا سزاوار نہیں ۔

شعر ۔ میری بات میں لاف نیں ہے خلاف
کہ ناداں کا ہے ہنر عین لاف

(مطلب) میری بات میں ہرگز لاف نہیں ہے، لاف
مارنا ناداں کا ہنر ہے ۔

شعر - کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا سو بڑے دبدبے کے سنگات

(مطلب) کہ میں نے آج اس طرز کے شعر
بڑی شان کے ساتھ کہے ھیں

شعر - کسی کا بی دا ھات انپڑنا ککر
رکھیا ھوں بی طاق گردوں اپر

(مطلب) میں نے انہیں طاق گردوں پر لیجا کر رکھا ھے
جہاں کسی کی رسائی نہیں ھو سکتی -

دیکھیے ذیل کے اشعار میں وہ ھندی اور فارسی
رزمیہ کا ذکر کس عنوان سے کرتا ھے —

شعر - کہیا میں تو قطع نظر لاف سوں
ولے داد ھے اھل انصاف سوں

(مطلب) میں نے تو خیر لاف سے قطع نظر کی ھے لیکن
اب انصاف اھل انصاف کے ھاتھ میں ھے

شعر - کہ کیوں میں پکڑ آج بہانت ایک نوی
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

(مطلب) کہ کیوں میں نے آج ایک نئی طرز اختیار کی
اور ادنی بات کو اعلی کر دکھایا -

شعر - اگر کوئی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ھندی و فارسی

(مطلب) اگر کوئی مغز معنی کو پہنچے اور ھندی
اور فارسی رزمیہ مثنویوں کو پڑھے

شعر - یک یک قصہ بولیا ہوں جس ٹھار ا
دکھایا ہوں مجلس وو نظراں میں لا

(مطلب) جس جس مقام پر جو جو قصہ میں نے
کہا ہے اس کی تصویر نظاروں کے سامنے کھینچ دی ہے -

شعر - سنواریا ہوں کر فہم کی حاتمی
ہر یک رزمیہ بزمیہ رستمی

(مطلب) میں نے فہم و فراست سے ہر رزم و بزم
کو بڑی شان سے سنوارا ہے -

شعر - سنے پر یو خوش طرز مردانہ قال
اُبل شوق ہوے شیر مرداں کو حال

(مطلب) اس خوش طرز مردانہ قال کے سننے پر
فرط شوق سے شیر مردوں پر حالت طاری ہوگئی -

شعر - سخن میں نہ ہوے یو کرامت جلک
کوانا نہ ہرگز سخنور تلک

(مطلب) کلام میں جب تک یہ کرامت نہو اس وقت تک
اپنے کو سخنور کہلانا سزا وار نہیں -

شعر - میری بات میں لاف نیں بے خلاف
کہ ناداں کا ہے ہنر میں لاف

(مطلب) میری بات میں ہرگز لاف نہیں ہے لاف
[illegible] نادان کا ہنر ہے -

شعر - کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا سو بڑے دبدبے کے سنگات

(مطلب) کہ میں نے آج اس طرز کے شعر
بڑی شان کے ساتھ کہے ہیں

شعر - کسی کا بی نا ہات انپڑنا ککر
رکھیا ہوں بی طاق گردوں اوپر

(مطلب) میں نے انہیں طاق گردوں پر لیجاکر رکھا ہے
جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی -

دیکھیے ذیل کے اشعار میں وہ ہندی اور فارسی
رزمیہ کا ذکر کس عنوان سے کرتا ہے —

شعر - کیا میں تو قطع نظر لاف سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

(مطلب) میں نے تو خیر لاف سے قطع نظر کی ہے لیکن
اب انصاف اہل انصاف کے ہاتھ میں ہے

شعر - کہ دیوں میں یکو آج بہانت ایک نوی
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

(مطلب) کہ کیوں میں نے آج ایک نئی طرز اختیار کی
اور ادنی بات کو اعلی کر دکھایا -

شعر - اگر کوئی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ہندی و فارسی

(مطلب) اگر کوئی مغز معنی کو پہنچے اور ہندی
اور فارسی رزمیہ مثنویوں کو پڑھے

شعر - اگر او ہے کامل سمج کا دھنی
تو اس یک سوں ہوے دو ہنر کا غنی
(مطلب) اور اگر وہ فہم و ذوق میں کامل ہے تو
اِسے پڑھ کر دونوں کی خوبیوں کا مزہ پاے گا -

شعر - کہ دونوں کی خوبی مجھہ انکھیاں میں آن
خلاصہ نکالیا ہوں خوش مایہ چھان
(مطلب) دونوں کی خوبیاں میری نظر میں ہیں اور
میں نے دونوں کی خوبیوں کا عطر نکال لیا ہے -

شعر - رتن دیکھہ لیتے ہیں صاحب نظر
کہ اندھے کنے کیا رتن کیا پتھر
(مطلب) صاحب نظر جواہر کو پرکھہ لیتے ہیں
اندھے کے آگے پتھر اور جواہرات دونوں برابر ہیں -

فصاحت کے ساتھہ مضمون یا خیال کے ہونے کو لازم قرار دیتا ہے کہ اس میں کلام کا حسن ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے اِس مثنوی میں دونوں کا خیال رکھا ہے -

شعر - بزرگی ہے ہندی میں اکثر سکائی
وگر نیں تو مضمون کی کا بڑائی
(مطلب) ہندی میں اکثر بزرگی سکھائی ہے اگر یہ نہیں تو مضمون کی بڑائی
کہاں رہی یعنے مضمون کی بلندی سے کلام ہندی کی بزرگی ہے -

شعر - فصاحت ہے گر شعر کے بن کا روپ
ولے شعر کا جیو ہے مضمون انوپ
(مطلب) اگرچہ فصاحت شعر کے چمن کا روپ ہے
لیکن مضمون کی ندرت اس کی جان ہے

شعر - معزز ہے تن جیو دھرتا ہے جو
نہ بیجاں کی صورت کوں پہنا ہے دھو
(مطلب) جسم وہی معزز ہے جس میں جان بھی ہے ورنہ
بیجان صورت کوئی دھوکے پیے ؟

شعر - اچھو کاٹ کا گرچہ پتلا سدنگ
نہ کام آدمی کے سکے کر اپنگ
(مطلب) کاٹ کا پتلا کیسا ہی خوبصورت ہو وہ
آدمی کے سے نادر کام نہیں کر سکتا -

شعر - کہ میں فتح نامہ لکھیا ہوں سو آج
نہ اکثر کہیا بات مضمون باج
(مطلب) میں نے جو یہ فتح نامہ لکھا ہے ' اس میں
میں نے اکثر بغیر مضمون کے بات نہیں کی

شعر - نظر میں مری جاں دسیا کچھ بھی کام
سخن کی کیا دیکھ جوڑتی تمام
(مطلب) جہاں کہیں میں نے کوئی کام کی بات دیکھی
تو سخن کا پورا جائزہ لے کر اُسے ادا کیا -

شعر - گھڑیا ھوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی مد میں اوتیا رتن

(مطلب) ایک ایک بات میں نے بڑی سلامتی سے کی ھے
اور مضامین کی مد میں جواھرات ڈھونڈ کے نکالے ھیں

شعر - نکالیا ھوں کے نگ طبیعت کے اوت
دیا خوب سورج کے مہرے کی جوت

(مطلب) طبیعت سے جواھر کھود کھود کے نکالے ھیں اور
انھیں سورج کے مہرے کی جوت دی ھے -

---

(۳)
تاریخ اسکندری

علی عادل شاہ ثانی کا انتقال سنہ ۱۰۸۳ ھ (۱۶۷۲ ع) میں ھوا - اور اس کے ساتھہ ھی بیجاپور کی شان و شوکت بھی رخصت ھوگئی - اس کا بیٹا سکندر اس وقت چار سال کا تھا - تخت نشینی کی رسم ادا ھوئی لیکن حکومت ناتجربہ کار اور خود غرض وزرا کے ھاتھہ میں رھی - آخر آپس کی ناچاقیوں اور خود غرضیوں نے سلطنت کا خاتمہ کر دیا —

علی عادل شاہ اپنی عیاشی اور بے اعتدالیوں کی بدولت ایسا بیمار پڑا کہ صحت نے جواب دیدیا اور حکیموں کی حکمت کارگر نہ ھوئی - جب وہ اپنی زندگی

سے مایوس ہوگیا تو ایک روز عبدالمحمد کو بلا کر کہا کہ مجھے اب زندگی کی امید باقی نہیں رہی، سلطنت کی حالت اندیشہ ناک ہے، ایک طرف مغل سر پر کھڑے ہیں، دوسری طرف سیوا گھات میں لگا ہوا ہے؛ نہ معلوم میری آنکھہ بند ہوتے ہی کیا صورت پیش آے اس لیے میری مصلحت یہ ہے کہ تم شہزادے کو تخت پر بٹھا کر کاروبار سلطنت تو اپنے ہاتھہ میں لے لو - اس کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ ہوگی، بادشاہت محفوظ ہو جاے گی اور میں اطمینان سے اس دنیا سے کوچ کر جاوں گا —

عبدالمحمد بارہ سال سے حکومت کا سارا کاروبار چلا رہا تھا، اس کی کاردانی اور وفاداری مانی ہوئی تھی - علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں سلطنت کے استحکام اور حفاظت میں عبدالمحمد کے تجربہ، شجاعت اور لیاقت کو بہت بڑا دخل تھا - یہی وجہ تھی کہ بادشاہ کو جو اعتماد اس پر تھا وہ کسی پر نہ تھا - لیکن عبدالمحمد کی نظر دور اندیش نے دیکھہ لیا تھا کہ اب دربار کا رنگ کچھہ اور ہے اور بادشاہ کے مرنے کے بعد یہ رنگ اور شوخ ہو جاے گا - اس لیے اُس نے اس بار امانت کے قبول کرنے سے عذر کیا - ہر چند دیانت راو اور سلطنت کے دوسرے بہی خواہوں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا یہ عین منشا ہے

کہ شاہزادے کو تمہارے سپرد کرکے اپنے جوتے جی استقلال سطلنت کو دیکھ لوں' تم کسی وسوسے کو دل میں نہ لاؤ ورنہ سارا کام درہم برہم ہو جائے گا - عبدالمحمد راضی نہ ہوا اور خود ہی یہ تجویز کی کہ خواص خاں شاہزادے کو تخت پر بٹھا کر دارالخلافہ اور اس کے آس پاس کے علاقے کا انتظام کرے - مجھے شمال مشرقی علاقہ (قلعہ شاہ درک و گلبرگہ وغیرہ) سپرد کر دیا جائے تاکہ مغلوں کی روک تھام کرتا رہوں - عبدالکریم بہلول خاں کو مغرب (یعنے مرج اور قلعہ پنالہ وغیرہ) کی طرف بھیج دیا جائے تاکہ وہ شیواجی کے مقابلے کے لیے تیار رہے - مظفر خاں کو سمت جنوب (بدنور وغیرہ) کا صوبہ دار بنا دیا جائے تاکہ جنوب کے ہندو راجاؤں پر نظر رکھے اور ہم سب خواص خاں کے احکام کی تعمیل کریں - عبدالمحمد کی یہ قرارداد بیجاپور کی تباہی کا پیش خیمہ تھی -

خواص خاں نے اسے لطیفۂ غیبی سمجھ کر فوراً قبول کر لیا - دونوں جانب سے قسماً قسمی اور قول و قرار ہوئے کہ بادشاہ کی وفات کے دوسرے ہی روز اس پر عملدرآمد ہوگا - بادشاہ کا مرض بڑھتا گیا اور اسی کے ساتھ اندر سازشوں کا جال پھیلتا گیا - صرف عبدالمحمد ایک شخص تھا جو اپنے قول پر ثابت قدم رہا - آخر کئی مہینے مرض الموت کی صعوبت جھیلنے کے

بعد ۱۳ شعبان ۱۰۸۳ھ کو بادشاہ نے انتقال کیا۔
خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو تخت پر بٹھایا اور
زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دوسرے روز
عبدالمحمد نے پیغام بھیجا کہ باہم جو قول و قرار
ہوا تھا اب اس پر عمل ہونا چاہیے۔ خواص خاں نے
کہلا بھیجا کہ بادشاہ بچہ ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے
کہ شاہی قلعے تم لوگوں کے حوالہ کردوں۔ عبدالمحمد
اس بد عہدی کو دیکھ کر بہت دل شکستہ ہوا اور
آخر بالکل قطع تعلق کر لیا۔ یہ سلطنت بیجاپور کی
بد نصیبی تھی ـــ

" غرض بادشاہ کی خورد سالی اور کم حوصلہ
لوگوں کی صاحب اختیاری نے ارکان سلطنت میں تزلزل
پیدا کر دیا اور شیرازۂ انتظام درہم برہم ہوگیا۔
اطراف و جوانب کے قابو جو جو تاک میں بیٹھے تھے،
اٹھ کھڑے ہوئے اور ہر طرف شور و فتنہ بپا ہو گیا۔
سب سے اول بغلی دشمن شیواجی بھونسلہ نے جو علی عادل شاہ
ثانی کے آخر زمانے میں بعض شاہی قلعوں اور علاقوں،
اور بعض مغلیہ اضلاع پر قابض ہوگیا تھا، سر اٹھایا "۔
اب جو اسے معلوم ہوا کہ اُن ارکان سلطنت میں سے
جن پر قیام مملکت کا دار و مدار تھا، کوئی نہیں رہا تو
اس نے دست درازی شروع کی۔ پہلے قلعہ پنالہ پر
تصرف کیا اور بعد ازاں عادل شاہی مملکت کی تسخیر

کے لیے ہر طرف لشکر روانہ کیے —

خواص خاں نے جب یہ دیکھا تو عبدالکریم بہلول خاں کو اس کے مقابلے پر بھیجا - جب وہ امرانی کے قریب پہنچا تو شیواجی کے لشکر نے اس پر حملہ کیا اور قتل و خونریزی کا ہنگامہ بپا کر دیا - بہلول خاں بڑی ثابت قدمی اور پامردی سے مقابلہ کرتا رہا اور باوجودیکہ اس کی فوج کم تھی اور غنیم کا لشکر بہت زیادہ تھا، صبح سے شام تک بڑی بہادری سے مصروف پیکار رہا - دونوں طرف بہت سے مقتول و مجروح ہوے - آخر شیواجی کا لشکر منتشر ہو گیا - بہلول خاں نے اسے غنیمت سمجھ کر تیکوتہ کی طرف کوچ کیا - جب بیجاپور سے تازہ مدد پہنچی تو وہاں سے کوچ کر کے دشمن پر حملہ کیا اور شیواجی کے لشکر کو شکست دی - شیواجی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس کے غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور اپنے سرداروں کو سخت ملامت اور سرزنش کی - اسی جنگ کا حال نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں لکھا ہے —

جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے دنیا میں اس مثنوی کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو میرے کتب خانے میں ہے - نام اس کا تاریخ اسکندری ہے جو خود نصرتی نے اپنے ایک شعر میں بتا دیا ہے —

کہلیا ر یو تاریخ اسکندری
لگے جس کی گفتاریوں سرسری

سنہ تالیف ۱۰۸۳ ھ ہے جو نصرتی کے اس مصرع سے ظاہر ہے —

سہس ہور اسی پر جو تھے تین سال

نصرتی کی یہ مثنوی گلشن عشق اور علی نامہ کے مقابلے میں بہت ہی مختصر ہے - یعنے اس میں صرف ۵۵۴ شعر ہیں - کلام میں وہ زور اور شگفتگی بھی نہیں جو اس کی دوسری مثنویوں میں پائی جاتی ہے - یہ نصرتی کا آخری کلام ہے اور اس کے اور بیجاپور کے انحطاط کا زمانہ ہے - نہ اگلی سی شان و شوکت تھی نہ پہلے بادشاہوں کا سا جاہ و جلال تھا اور نہ اُن کے سے پر عظمت کار نامے تھے ' اس ایسے شاعر کی طبیعت کو ابھارنے والی کوئی بات نہ تھی - بہلول خاں کی فتح ' نصرتی نے جس کے گن گائے ہیں ' برائے نام فتح تھی - اس کے بعد ہی نفاق و مخالفت کی گرم بازاری شروع ہوگئی اور سلطنت بیجاپور کے اقبال کا ستارہ گہنا نے لگا -

اس کتاب کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا ' البتہ میرزا ابراہیم زبیری صاحب بساتین السلاطین نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے - " ملک الشعرا میاں نصرتی در تاریخ اسکندری کہ بزبان ہندی منظومہ

پرداخته است که بجنگ امران مشہور گشته است داد تہور و شجاعت عبدالکریم خاں و سخنوری فصاحت و بلاغت خویش آنچناں دادہ است که سخندانان انصاف کیش و ہنر شناسان معانی اندیش گوہر ہائے تحسین و لآلی آفرین برآں نثار می کنند " —

اب ہم اصل مثنوی کی طرف رجوع کرتے ہیں —

ابتدا حمد سے کی ہے اور اس کے دو ہی شعر لکھے ہیں لیکن جیسا کہ نصرتی کا دستور ہے کہ وہ حمد بھی مضمون مثنوی کی مناسبت سے لکھتا ہے ' یہاں بھی ان دو ہی شعروں میں اُس نے اُس زمانے کی خفیف سی جھلک دکھا دی ہے —

سرانا جتا سو خدا کوں سرے
کہ وہ عین حکمت ہے جوں اُن کرے
جو اچھتا سرج دن کوں نت بر قرار
تو کیوں نس کوں آتا چلدر پر مدار

(یعنے خدا کی جتنی حمد و ثنا کی جاے اس کو سزاوار ہے ' وہ جو کچھہ کرتا ہے عین حکمت ہے - اگر سورج ہمیشہ آسمان پر قائم رہتا تو چاند شب کو کیسے آتا) -

پہلا شعر اگرچہ خالص حمد کا ہے لیکن جس نہج سے یہ حمد کی گئی ہے اس سے صاف افسردگی اور پژمردگی ٹپکتی ہے - دوسرے شعر میں ایک بادشاہ کے جانے اور دوسرے کے آنے کی طرف اشارہ ہے جسے اُس نے تیسرے

شعر میں کھول کر بیان کر دیا ہے —

بڑے بادشہ گر نہ ہوتے سلف
نہ پاتے شہی شاہزادے خلف

اس کے بعد کے تین شعر یہ ہیں —

بہتا رہے جس زمیں پر جو خوں
بہے کیوں نا ہووے سبب کچھ زبوں

نپاتا زبوں وقت کر کس تے کس
رہتا کیوں قیامت لگ اُس نر کا جس

جگم ہے اُسی مرد کا زندہ نام
پڑی جس تے ہے نیک نامی تمام

(یعنی جس سر زمین پر خونریزی ہونے والی ہے اُس کا کوئی نہ کوئی زبوں سبب ہوتا ہے - اگر زبوں وقت کو کسی سے اعانت نہ ملتی تو قیامت تک اُس بہادر کی شہرت کیوں قائم رہتی - ہمیشہ اُسی مرد کا نام زندہ رہے گا جس نے بڑی نیک نامی حاصل کی ہے) -

اس کے بعد ایک شعر میں کتاب کا نام اور دوسرے میں سنہ تالیف بتایا ہے - اور اس کے بعد صرف ایک شعر میں نئے بادشاہ کی تخت نشینی کا ذکر ہے -

جو مالک دکن میں ہوا شاہ نو
لباس آپ دنیا کری تازہ نو

ان اشعار میں نہ جوش ہے نہ مسرت جو اس موقع کا تقاضا تھا ' جس سے صاف ظاہر ہے کہ شاعر اپنے

ماحول سے متاثر ہے اور دل امنگ سے خالی ہے -

ارکان سلطنت کی ہوس کا نقشہ یوں کھینچا ہے -

ہوس تن جو ہر تن کوں گھر گھر جدا

کہ ہونا شہی کے اپس کد خدا

یعنے ہر ایک کو یہ ہوس تھی کہ بادشاہی ہمارے ہاتھہ آجاے -

سلگ نہیں سکی کس نے فتوے کی اگ

ٹھنڈا ہو کہ بیٹھا سب یک پل میں جگ

کسی کے فتنے کی آگ نہ سلگ سکی اور ان سب کے جوش ٹھنڈے پڑ گئے —

آخر زمام حکومت خواص خاں کے ہاتھہ آئی

لیے ہاتھہ سو کام خان خواص

کیے شکر اکثر سو تر لوک خاص

اس شعر میں " اکثر " کا لفظ پر معنی ہے -

یہی بول ہر مکھہ تے آتا ہوا

کہ بدنیتاں کا نہ بھاتا ہوا

(ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ اچھا ہوا بدنیت لوگوں کا چاہا نہ ہوا) -

دریں لگ خردمند بیعت درست

ہوے لوگ بدعہد پیماں کے سست

(یعنے عقلمندوں کے بیعت کرتے کرتے بدعہد لوگ اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے) —

اور مفسدوں نے فساد برپا کرنا شروع کیا

شریرار شرارت ہویدا کیے
اثر جھو میں مستی کا پیدا کیے

دبی تھی سو آتش اوٹھی پھر سلگ
پڑیا دغدغے کی حرارت میں لگ

اور سب سے بڑھ کر مفسد اعظم (یعنی شیواجی) نے سر اٹھایا۔

خصوصاً سیوا کافر بے نظام
جو فرعون کا ہے سو سایہ تمام

جلگ جگ میں مہلت ہے ابلیس کوں
تلک چال ہے تس کی تلبیس کوں

اس کے بعد اُس کے لشکر کی کثرت اور اس کی دست درازیوں کا حال بیان کرتا ہے - چند شعر ملاحظہ ہوں -

نچھے پیس جا نلگ پون کوں مجال
اچھے واں تلگ تس کے گھوڑیاں کی چال

جو جا نلگ ہے چلنے کو چمٹی کی جھیل
جلم تس پہ اوس کے حشم کا ہے کھیل

بچے آسماں کے جو گڑ تھے بلند
لیا چڑ سڈیا واں سوفن کا کمند

(وہ قلعے جو بلندی میں آسمان کے بچے سمجھے جاتے تھے، اُن پر مکرو حیلہ سے چڑھ کر قبضہ کر لیا۔

کریا چڑ جہازاں جو دریا پہ دوڑ
کیا لوٹ بندر فرنگیاں کے چوڑ

(جہازوں میں چڑھ کر سمندر پر حملہ کیا اور فرنگیوں کے بندر لوٹ کر تباہ کر دیے) -

سدا تس تے دریا و* طوفاں دسے
زمیں نحس تس پگ تے ویراں دسے

(اس کی وجہ سے ہمیشہ دریا میں طوفان رہتا ہے اور اس کے منحوس قدموں سے زمیں ویران نظر آتی ہے) -

ستے باٹ سارو جو اوس بھویں پہ پانوں
ملے نا یک یک ہفتہ بستی کا نانوں

(اگر مسافر اُس سر زمیں میں قدم رکھے تو اُسے ہفتے ہفتے بھر کسی بستی کا نشان نہ ملے گا) —

جو اوس میں جتے فوجداراں لڑے
لوٹنے کے وتے یا سلہر بند پڑے

(جتنے فوجدار اُس سے لڑے وہ یا تو لوٹے گئے یا اُس کے ہاتھوں قید ہوے) —

پن اُس دل میں تھا خاں کا سخت دھاک
کہے تھے جو یک بار اُسے بھی ہلاک

(باجود اس کے دل میں بھی خواص خاں کی دھاک

---

* یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے "و" کی جگہ "میں" ہونا چاہیے -

بیٹھی ہوی تھی کیونکہ آسے ایک بار چرکا دے
چکے تھے) —

نہ آسیں ککر آج گھر کس پہ چھوڑ
نہ لڑسیں اپڈگ مجھہ سیٹی فوج جوڑ

(یہ سمجھہ کر کہ وہ کار و بار سلطنت کو چھوڑ کر
نہیں آے گا اور مجھہ سے لڑنے کے لیے فوج جمع نہیں
کر سکے گا) —

بھروسے پہ کر یہ مغرور خیال
وطن تے نیکل لیکے فوجاں دنبال

جو یک عمر اگے تھا سو قابو طلب
پڑیا دیکھہ قابو موافق سبب

قدم در قدم ملک میں فن سو پیٹھہ
پکڑ یک کو بل تھار آمد میں بیٹھہ

وہیں ملک سب مار کرلے تلف
بٹھایا ہزاراں سوں دل ہر طرف

یعنی اس یقین پر کہ خواص خاں امور سلطنت کو
کسی دوسرے پر چھوڑ کر مقابلے کے لیے نہیں آ سکتا وہ
لشکر لے کر نکلا - وہ ایک مدت سے ایسے موقع کی تاک
میں تھا اور اب اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر ملک
میں گھسنا شروع کیا اور خود ایک دشوار گزار مقام
پر آکر بیٹھہ گیا اور وہاں سے ملک کو تباہ و تاراج
کرنا شروع کیا —

یہ رنگ دیکھ کر خواص بے چین ہو جاتا ہے —

سبب دیکھ خاں مملکت کے مدار
غضب میں ہوئے پن کہے یوں بچار
کہ نیں آج ممکن جو میں اٹھ کے دوڑ
جو بھی کر سکوں مار فوج اس کی چوڑ

چونکہ خود مقابلے کے لیے جانا ممکن نہ تھا اس لیے ایک دوسری تدبیر کی —

دوسرا باب بادشاہ کے دربار کے متعلق ہے جس میں بہلول خاں کو خلعت عطا فرما کر شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا جاتا ہے —

اس باب کے تمہیدی اشعار یہ ہیں

دل افروز یک روز فیروز تھا
فرح بخش جوں عید نو روز تھا

ادک تازگی پا زمین و زمن
ہوا تھا رنگا رنگ گلشن نمن

ظفر بخش اس دن کی پا خوب قدر
شہنشاہ فرما شہانی صدر

اس کے بعد بادشاہ محل اور تخت وغیرہ کی تعریف کرتا ہے - خواص خاں اپنے رفقا کے ساتھ آتا ہے - لوگ اس کے سلام کے لیے حاضر ہیں - سب سے مقدم شیواجی کا معاملہ ہے جس کی خان کو بڑی فکر ہے —

سیوا نے جو پکڑیا ہنر نا پسند
سکھانے اوسے ات ادک خوب پند

کن ایسا ہے کر مرد اپس من میں لیاے
تو کر یاد نواب کوں ویں بلاے

یعنی شیوا جی نے جو یہ نا شایستہ حرکت شروع کی تو خواص خاں سوچنے لگا کہ اس کی گوشمالی کے لیے ایک معقول شخص کی ضرورت ہے اس وقت اُسے نواب (عبد الکریم بہلول خاں) کا خیال آیا اور فوراً بلا بھیجا - یہاں شاعر بہلول خاں کی شجاعت اور علم و ہنر وغیرہ کی تعریف کرتا ہے —

اتنے میں جب بہلول خاں آتا ہوا نظر آیا تو

وہیں خان اپس مجلس خاص سوں
بہوت دے کے تعظیم اخلاص سوں

جو بیٹھے سو ہو دل کے خاطر فراغ
ہوے دیکھ یکس یک کوں خوش باغ باغ

معمولی مزاج پرسی وغیرہ کے بعد اصل معاملے پر گفتگو ہوتی ہے —

بہاں کر کے یک دلبری کے نکات
نکالے وہیں راج کارن کی بات

کہے خان کافر خر بے لگام
سکھیا ہے جلم چر کہ کھانے حرام

جھکوں لا نہارے ھوں شہراں کو ڈر
توکاں ان کی نظراں میں اچھتا ہے خر

ولے وو جو ہے سو خر پر * تمیز
کہ جس وقت پاتا ہے فرصت عزیز

نرکھہ کچھہ دھلی کے زیاں پر نظر
کرے خوار سب باغ شاھی کو چر

غرض یو کہ اھل غرض نابکار
لگے خرتے کم دیکھنے میں بچار

کہ جس گھرتے جھکوں بڑیا ھو انگے
پچھیں توڑنے پھر وھی گھر منگے

زیاں کار کوں کچھہ نہ اس سود ہے
پڑیا گھر تو آپیں بھی نا بود ہے

بد اندیش بد کیش یملے سیوا
ھوا شاد عمل دیکھہ شہی کا نوا

... ...
... ...

یتی ملک میں آگ سلگی ہے سانچ
کہ سب شہر بیکل ہے لگتے ھی آنچ

ھو فرض اپنا یوں کہ یہ آگ آ
سلگنے ندینے کی کرنا علا

کہ ہے دل تمارا چو تہراں کا میغ
بجاتا جھڑپ اُس برف برق تیغ

* غالباً کاتب غلطی سے "پے" کی جگہ "پر" لکھہ گیا ہے -

(خواص خاں بہلول خاں سے کہتا ہے کہ اس خر بے لگام (یعنی شیواجی) نے چر ند حرام کھانا سیکھا ہے - لیکن جن کی دھاک شیروں کے دل میں ہے وہ کب اس گدھے کو خیال میں لاتے ہیں - یہ خر نا مشخص اپنے آقا کے نقصان کا خیال نہیں کرتا اور جب موقع پاتا ہے شاہی باغ کو خراب کر ڈالتا ہے - غرض گدھے سے بھی کمتر ہے ، کیونکہ جس گھر کی بدولت اس نے عروج پایا اُسی کے توڑنے کی فکر میں ہے - لیکن زیاں کار کو اس سے کچھہ فائدہ نہیں کیونکہ جب گھر ھی برباد ہوگیا تو یہ خود بھی نیست و نابود ھوجاے گا - یہ بد اندیش بد کیش نئی بادشاہت کے عمل کو دیکھہ کر خوش ہے (کہ اُسے ہاتھہ رنگنے کا خوب موقع ملے گا)

... ... اس فساد کی آگ ملک میں ایسی بھڑکی ہے کہ اس سے تمام شہر بیکل ہے - اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اس آگ کو سلگنے نہ دیں اور ابھی سے اس کی تدبیر کریں - تمہارا لشکر جو تیروں کا بادل ہے وہ فوراً اُس پر برف باری کر کے بجھا دے) —

بہلول خاں یہ تقریر سن کر جواب دیتا ہے

کہے جب سخن مملکت کے مدار
سنیا سوچ بولیا وو یوں کامگار

" سیوا گرچہ اس بوم کا بوم ہے
کہتی تس بزرگی سو معلوم ہے

تمارا جو شاید ہے خاطر شریف
تو کیا ہے وہی جو ملیا کوئی حریف

کہ ہے ان گنت فوج اُس پاس اگر
ولے چور کاں آئے ساواں کے سر

(یعنے گو اس کے پاس بے شمار فوج ہے لیکن چور ساہوؤں یعنے کھرے لوگوں کے سامنے کہاں آسکتا ہے) —

ہمیں جاں کھڑے رہیں تو کر اختیار
رکھیں نا نظر میں دندی کا شمار

مرا ہر سپاہی سو سردار ہے
بھری ترکش اُس کی سو یک بھار ہے

... ...

... ...

لگیا ہے مری تیغ کا جس کو داک
دیکھت موج پانی کا ہووے ہلاک

بیجاپور کی نیں صفت یہ نوی
کہ ہے شہر و شرزیاں کی کھڈی گوی

سیوا آج موز ہی جو فوجاں کو نہت
چلایا ہے آگیں اپیں رکھہ جو پیٹ

(وہی سیوا آج فوجیں سامنے لا رہا ہے جو پہلے پیٹھہ دکھا کر بھاگا تھا) —

سر اُس کا کوچل یوں کروں اُس کو گم
کہ جیوں سانپ کا سیر کو چلے یہ دم

(اُس کی فوج کا سر کچل کر اُسے ایسا بیکار کردوں گا بیکار جیسے سانپ کا سر کچلنے پر اُس کی دم بیکار ہو جاتی ہے) ۔

نہ چلسی ہمارے پہ کافر کا حد
کہ ہے دیندار اں کوں حق کا مدد

یہ جواب سن کر خواص خاں کو بڑا اطمینان ہوا اور وہ اسے بادشاہ کے حضور میں لے جاتا ہے۔ بادشاہ اُسے خلعت و منصب سے سرافراز کرتے ہیں اور فوج کی سالاری پر مقرر کر کے مہم پر روانہ کرتے ہیں —

بہلول خاں لشکر کی تیاری میں مصروف تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ شیواجی کا بے شمار لشکر چلا آرہا ہے ۔ وہ اپنی فوج کے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور اس کے سامنے تقریر کرتا ہے کہ یہ جان نثاری اور وفاداری کا وقت ہے ۔ غنیم چڑھا چلا آرہا ہے ' اپنے مالک اور وطن کی حفاظت ہمارا فرض ہے ۔ اس کے ساتھ اہل لشکر کی مذہبی حمیت کو بھی جوش میں لاتا ہے ۔ سپاہی اپنے سردار کی شجاعت کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے ساتھ لڑنے مرنے اور جان دینے کا عہد کرتے ہیں —

اس کے بعد بہلول خاں کے سوار ہونے اور لشکر کی روانگی کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

لکھتا ہے ۔

جو نواب چوڈھل کا گج چڑ چلایا
کہے توں کہ بھویں کے اوپر گر چلایا

کہے سب نے دیکھہ اُس تجلی سوں شور
کہ نِکلیا گگن پر جو مطلع تے سور

(یعنی جب نواب ہاتھی پر عماری میں سوار ہوکر چلا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین پر قلعہ چلا جا رہا ہے - سب نے اس بہادر کی یہ شان دیکھہ کر کہا کہ مطلع آسمان سے آفتاب نکلا ہے) —

پھر باجوں کی گرج ' نقّاروں کے شور ' دماموں کے بجنے ' جلاجل اور دوسرے باجوں کی کیفیت بیان کی ہے - اس کے بعد لشکر اور اہل لشکر کا کچھہ ذکر کیا ہے - مثلاً

لگے ہر ہتی یوں وہ پاکھر کے نال
کہ اوتریا ہے ڈونگر پہ آچھوں ابھال

دسیں ہر جھلکتی سنیں اوس میں برق
نہ تھا گاجنے ہور گرجنے میں فرق

ہتیاں پر رنگا رنگ ڈھالا دسیں
کہستاں پہ جیوں نونہالاں دسیں

چلے تو ہتی ڈلملے سب دھرن
عرابے (کی) گاڑیاں تے ہدریا گگن

(ہر ایک ہاتھی جس پر پاکھر پڑی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ پر بادل اُتر آیا ہے - ہر ایک چمکتی ہوئی برچھی میں بجلی نظر آتی تھی ' اب باجوں کے بجنے اور گرجنے میں کوئی فرق نہ رہا تھا - ہاتھیوں پر رنگ برنگ کی ڈھالیں پڑی تھیں جو ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے کوہستان پر نونہال - دم

ہاتھی چلتے تھے تو زمین زلزلے میں آجاتی تھی اور جب (سامان جنگ) کی گاڑیاں چلتی تھیں تو آسمان ہلنے لگتا تھا)۔

اب اصل جنگ کی کیفیت بیان کرتا ہے - یہ جنگ بہت مختصر اور صرف دو روز کی ہے - ہر روز کی لڑائی الگ الگ بیان کی ہے - اس لڑائی کو وہ چور اور ساہو کی لڑائی سے تشبیہ دیتا ہے —

کہڑے چور ہور ساؤ لڑنے کوں سانند

اول اس نے غنیم کی فوج کی کثرت ' اسلحہ کی بہتات ' گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ہجوم کا بیان شاعرانہ انداز میں کیا ہے - کہتا ہے کسی جنگل کے درختوں کی ڈالیوں میں اتنے پتے نہیں جتنے اس فوج کے رنگ برنگ کے جھنڈے ہیں —

نہ ڈیں بن کے ڈالیاں پہ اتنے ہیں پات
نشاناں تو اوس تے ادک دھات دھات

اور نہ کسی کوہستان میں اتنے سنگریزے ہیں جتنے اس کے ہاں مست ہاتھی پڑے جھوم رہے ہیں —

نہیں کس کہستان میں سنگ یتے
کہڑے تھے یتے مست جھولاتے متے

نہ کسی سرزمین سے اتنی چیونٹیاں ابلتی ہوں گی جتنا اس کے ساتھ لاؤ لشکر تھا —

نہ کس بھویں پہ چمتیاں ابلتیاں ہیں جم
چلے باند رستا یتا کنچھ حشم

نہ کسی عفونت میں اتنے مچھر ھوں کے جتنے اس کے ساتھ سپاھی تھے —

اسی طرح ایک دو دو شعر ھتھاوروں اور گھوڑوں وغیرہ کی نسبت لکھتا ھے - گھوڑیوں کے وصف میں دو شعر یہاں نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - اتھیاں مادوانچہ ناگن بھریاں
پریاں تھوں نتھیاں پن دسیں جوں پریاں

(مطلب) وہ گھوڑیاں ناگن بھری تھیں
پریاں تو نہ تھیں لیکن پریاں سی معلوم ھوتی تھیں

شعر - چھلے گرم ھوویں تو آتش سے تاؤ
سبکپن میں کرتیاں پون پر پڑاؤ

(مطلب) گرمی میں آگ سے بڑھ کر
اور سبکی میں ھوا سے زیادہ ھیں

اب لڑائی شروع ھوتی ھے - جب غنیم نے عادل شاھی فوج کو دیکھا تو وہ اپنا لشکر لے کر چلا اور یہ ارادہ کیا کہ بھیجا پوری لشکر کو چاروں طرف سے محصور کرلے -

کھیا یوں کہ چوندھرتے فوجاں چلاوں
جزیرہ کر اول پچھیں سب ڈوباوں

نواب غنیم کی چال کو سمجھ گیا اور فوراً حکم دیا کہ -

جو ھے سب عرابا یو آتش کا موت
بندو فوج کے گرد سب اوس کی کوٹ

یعنی تمام گاڑیوں کا جن پر توپیں رکھی ھوئی ھیں فوج کے گرد ایک حصار باندھ دو- فوج کو اس حصار کے پیچھے رکھہ کر تیر باری کا حکم دیا- خود نواب ھاتھی پر تھا- جب دونوں طرف سے لڑائی کا بازار گرم ھوا اور سوار گھوڑے دوڑا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ھوے تو اس سے گرد و غبار کا جو طوفان برپا ھوا' اسے شاعر نے اس طرح بیان کیا ھے —

شعر - اوٹھے جب ترنگ مار چوندھیر یل
اوڑی گرد تب یوں مدور نکل

(مطلب) جب بہادر گھوڑے اٹھا کر چاروں طرف سے حملہ آور ھوے تو گرد مدور شکل میں اٹھی؛

شعر - اوچایا ھے شیطان جوں گردباد
کہ جاتا فلک اوڑ کہ خیمے کی ناد

(مطلب) گویا شیطان نے ایک بگولہ اٹھایا ھے جو خیمے کی صورت میں فلک تک پہنچ گیا ھے -

---

شعر - حرکت زمانے کی رھی کوئی کھڑی
کہ یوں جگ میں گردوں تے ماٹی اوڑی

(مطلب) دنیا میں آسمان سے اتنی دھول اڑی کہ زمانے کی حرکت رک گئی

شعر - نکل جا کے سورج کے ڈیدے تے جوت
هلال یوں دسیا جھوں بوجای سو پوت

(مطلب) سورج کی آنکھوں سے روشنی جاتی رهی
اور هلال بے رونق پوت کی طرح دکھائی دیتا تھا

گھوڑوں کے ٹاپوں سے جو گرد اُڑی اور گولوں کے چھٹنے سے جو دھواں پھیلا ، اس کی کیفیت یوں بیان کرتا ھے —

شعر - گھڑی یک میں سب آسمان هور زمیں
دھنُویں اور اگن میں بھری تب یقیں
(مطلب) گھڑی بھر میں تمام آسماں اور زمیں
دھنویں اور آگ سے بھر گئے

شعر - بھری بھویں هو گلشن کے جاگیاں پہ نار
سمندر لیے چھوڑ بھنوریاں کی ٹھار
(مطلب) زمیں پر گلشن کی جگھہ آگ بھر گئی
اور باغ میں بھنوروں کی جگھہ سمندر نے لے لی

شعر - هوا پر جمے یوں دھنویں کے تھوے
جو بیٹھے بگولے هو نکلے کوے
(مطلب) هوا پر دھنویں کے ایسے طبق جم گئے تھے
کہ بگلے جو بیٹھے تھے وہ کوے هو کر نکلے

شعر - اوتھاں لے جو باناں روش ناگ کے
بلدیاں پل ہوا کے اوپر آگ کے

(مطلب) بان جو ناگ کی طرح اُٹھ کر بلند ہوے
تو انھوں نے ہوا پر آگ کے پل باندھ دیے

شعر - غلولے چلے تھے جدھر دے کے سہس
ستے پار فوجاں پہ فوجاں کوں پیس

(مطلب) گولوں نے جدھر کا رخ کیا ادھر
فوجوں کی فوجیں پیس کر رکھ دیں

شعر - کہاں شور باناں جدھر کے اوتھاں
ہتی ڈر سوں جنگل پھرے لے پراں

(مطلب) بانوں کے شور سے ہاتھی ڈر کر
اپنی جان بچانے کے لیے جنگل میں بھاگ گئے

شعر - دھلویں کا جلک سد اتھا درمیاں
دونوں دل تو قائم اتھے جاں کے واں

(مطلب) جب تک دھوئیں کی دیوار بیچ میں حائل تھی
دونوں لشکر جہاں کے تہاں کھڑے رہ گئے

اتنے میں زور کی ہوا آتی ہے اور اس دیوار کو
اڑا لے جاتی ہے اور پھر دونوں طرف کے بہادر ہتھیار
درست کرکے حملہ شروع کرتے ہیں،

نلکا تھا جو میانے تے بارا حجاب
ہلے تھار تے جھانک راوت شتاب

اس موقع پر نصرتی بہلول خاں کی تیر اندازی کا نقشہ کھینچتا ہے جو بلا شبہ قابل تعریف ہے اور اس سے اس کی شاعرانہ قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے -

شعر - وہیں دیکھ خاصہ پکڑھت کماں
کہا ہاں اے ترکس بنداں ہو نہاں
مطلب) نواب نے یہ دیکھ فوراً اپنی کمان اٹھائی
اور کہا کہ اے ترکش بندو ! ہاں !

شعر - جو دھرتے تھے تیراں چلانے کی لاف
کرو آو یک تیر کی صف تے صاف
(مطلب) وہ جو تیر اندازی کی لاف مارتے تھے
وہ اب آئیں اور صفوں کو صاف کریں

شعر - پکڑ نے کشاکش کے گوشے میں تھانوں
ایہیں سعد و قاص کا لے کے نانوں
(مطلب) اُس نے کماں کے گوشے میں ہاتھ ڈال کر
سعد و قاص کا نام لیا

شعر - خدنگ جوڑ چلّے میں کھینچیا کماں
دیا بوسہ تس ہات اوپر آسماں
(مطلب) اور پھر جو چلے میں تیر جوڑ کر کھینچتا ہے تو
آسماں نے (بے اختیار) اس کے ہات کو بوسہ دیا

شعر - نہ قوس قزح تب رکھی کس سوں تاب
نہ چلنے کے اتنے ہیں تیر شہاب
(مطلب) اُس وقت قوس قزح بھی اس کی تاب نہ
لا سکی اور نہ اتنے تیر شہاب تھے جو چلتے -

شعر - کماں اپنے قبضے سوں پکڑیا جو دھس
رگ وپے میں اوس کے بھریا آپ کس
(مطلب) اُس بہادر نے جب کمان کو اپنے قبضے میں پکڑا
تو خود بخود اُس کے رگ وپے میں قوت سرایت کر گئی

شعر - نظر کی صفائی کو رکھہ شست میں
دیکھا تیر کی راستی دست میں
(مطلب) شست میں نظر کی صفائی کو رکھہ کر
تیر کی راستی کو ہاتھہ میں دیکھا

شعر - چلا یا یکے دور انداز تیر
کہ چھوٹتا سو تھی اوس کیا جس اسیر
(مطلب) اور پھر اُس دور انداز نے اتنے تیر چلائے
کہ جس پر پڑا وہ بچ نہ سکا

شعر - کہ ہوتا جو لگتا تو گنبد پہ مار
کبوتر کے انڈرے تے سک اس کے پار
(مطلب) اگر وہاں گنبد بھی ہوتا تو اس پر لگ کر
کبوتر کے انڈے میں سے پار ہو جاتا

جب سپاہ نے نواب کی یہ سرگرمی دیکھی تو انہوں نے بھی تیر چلانے شروع کیے

چلے تیر خاصے کے جیوں پیش امام
خدنگ مقتدی تھے سپہ کے تمام

اس کے بعد وہ ان کی تیر اندازی شمشیرزنی اور گولہ باری کے کمال اور دشمن کے پامال ہونے کا ذکر کرتا ہے - آخر میں نواب کی قابلیت اور بہادری کی تعریف کرتا ہے —

شعر - تردد پہ خاصے کے لاکھہ آفریں
رکھیا تھا نظر میں جو وو سب زمیں

(مطلب) نواب کی جد و جہد پر لاکھوں آفریں ہے کہ
وہ میدان جنگ پر ہر طرف نظر رکھتا تھا

شعر - دیکھے تو اپیں سن میں تھا نوجوان
پن استاد تھا پیر مرداں کو واں

(مطلب) دیکھنے میں تو نوجوان تھا لیکن
بڈھوں بڈھوں کا اُستاد تھا

شعر - یو ہے حق میں دھوراں کے خوب یک مثل
کہ لڑنے تے آپیں لڑانا کو بل

(مطلب) بہادروں کے حق میں یہ کیا اچھی مثل ہے
کہ لڑنے سے لڑانا بہت مشکل ہے

شعر - کرے گا لڑائی یو یک دو پہ وار
لڑاوے لڑاوے تو لوٹاں ہزار

(مطلب) جنگ میں ایک شخص زیادہ سے زیادہ دو پر وار
کرے گا لیکن لڑانے والا ہزاروں کو سلادے گا

شعر - مگر تھا اوسی تے وہ چو ڈھل اوپر
کہ رکھنا اپس ہر طرف پر نظر

(مطلب) شاید اسی خیال سے وہ عماری پر سوار
تھا کہ ہر طرف نظر رکھ سکے

شعر - جدھر تے جو کام آکہ مشکل پڑے
کرے توڑ نا اوس میں ہرگز اڑے

(مطلب) تاکہ جدھر سے بھی کوئی مشکل آپڑے تو فوراً وہ
اس کا توڑ کرے اور کبھی قاصر نہ رہے

نواب کی بہادری دیکھہ کر سپاہی بھی جان توڑ کر
لڑے اور ہر شخص اپنے سردار پر جان فدا کرنے کے لیے
تیار تھا - اب دونوں طرف سے خوب جم کے لڑائی ہوئی -

شعر - جمی آ دو دھر تے لڑائی عظیم
لڑلے دم کھرا جھوں ہو ماندا غنیم

(مطلب) دونوں طرف سے جم کر بھت بڑی لڑائی ہوئی
اور غنیم تھکا ماندا سا ستانے کو ٹھیر گیا

شعر - عرابے پہ یک فوج کا بلند حصار
دھریا آگ کا آ کہ چوند ہر تے مار
(مطلب) فوج کے گرد عرابوں کا حصار باندھ لیا
اور چاروں طرف سے آتشبازی شروع ہوگئی

شعر - فلولیاں کا ہر دم چھوٹے یوں تھوا
انگاریاں تے اوس ہوئی اگیٹی ہوا
(مطلب) گولوں کی مسلسل اس قدر بوچھار ہوی
کہ ان کے انگاروں سے ہوا انگیٹھی بن گئی

شعر - پڑے صف پہ یوں تیر پکڑے پہ اوچ
کہ جیوں کھیت چرنے کوں تولاں کی فوج
(مطلب) تیر چڑھ چڑھ کر صفوں پر اس طرح گرتے تھے
جس طرح ٹڈی دل کھیت پر گرتا ہے

شعر - جھجریوں نشاناں ہوے دھات دھات
کہ جیوں تلول بیٹھے پہ جھاڑاں کے پات
(مطلب) جھنڈے اس طرح جھر جھرے ہو گئے تھے
جس طرح ٹڈیوں کے بیٹھنے سے درختوں کے پتے -

شعر - سگر دل میں کچھہ وہم خاصہ نہ لیاے
نہ وو مھوں ہے جان فرغل ملگاے
(مطلب) لیکن نواب نے مطلق پروا نہ کی اور حالانکہ مینہ برس رہا
تھا مگر اس نے یہ بھی نہ کیا کہ فرغل منگا کر پہن لیتا -

شعر - زباں میں نہ تھی مار بن کچھ بی بات
نہ تیر و کماں تے نینا لیا وو ہات
(مطلب) اُس کی زبان پر سوائے " مار " کے کوئی بات نہ تھی اور
نہ اُس کے ہاتھ سے تیر و کمان ایک دم کے لیے چھٹا ۔

شعر - نظر میں اتھا ہو نشانہ غنیم
رکھے دل پہ بھوئیں مار پڑتا سو بیم
(مطلب) اس کی آرزو یہ تھی کہ غنیم نشانہ بنے اور
ایسا ڈر بیٹھے کہ اُس کا لشکر زمین پر تڑپتا ہو ۔

آخر میں نواب کی خوش خلقی اور مقبولیت کے
متعلق لکھتا ہے —

جو خوش خلق نواب جگ میت کا
اتھا سب سوں اخلاص کی ریت کا
نہ خویشانچہ اتھے اس پہ آجھو سوں بیش
کہ تھے پاس لوگ اس کے بیگانے خویش

(نواب جو خوش خلق اور مقبول زمانہ تھا اُس
کی رسم و راہ سب سے پر اخلاص تھی ، صرف خویش
و اقارب ہی اُسے عزیز نہ تھے بلکہ بیگانے بھی اُس کے
نزدیک خویش و اقارب کے برابر تھے) —

اور اسی پہ نصرتی نے پہلے روز کی جنگ ختم کردی
ہے - اس نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ شیواجی کی فوج کو
شکست ہوئی یا اُس کی فوج منتشر ہوگئی جیسا کہ

صاحب بساتین السلاطین یا دوسرے بیجاپوری مورخوں نے لکھا ہے —

دوسرے روز کی جنگ غنیم کی تیر باری سے شروع ہوتی ہے - خاص کر اس بارش کا نشانہ نواب کی چوڈول ہے -

ہوئی تھی ادک ریز چوڈھل پہ یوں
برستا ہے برسانت ڈونگر پہ جیوں

(یعنی چوڈول پر تیروں کی بارش اس طرح ہو رہی تھی جیسے پہاڑ پر مینھہ برستا ہے) —

اہل لشکر میں جو خیر اندیش تھے انہوں نے پکار کر نواب سے یوں خطاب کیا —

شعر - کی بیٹھا سو ہر مار کا ہو نشان
توں پکڑیا ہے کیا گھر ڈوبانے کی شان

(مطلب) تو ہر مار کا نشانہ بنا کیوں بیٹھا ہے
کیا گھر ڈبونے کی ٹھیرائی ہے -

شعر - یکتا مار چوڈھل ہوئی جو تلک
رہے گا تو وہاں‌چہ کر کو تلک

(مطلب) چوڈول پر اتنی تیروں کی بارش ہوئی ہے
اب تو وہاں کب تک رہے گا -

شعر - توں بانچ اب ہمن مار اپنے حضور
کہ نیں کد لڑائی رہے باج دہور

(مطلب) تو اپنے آپ کو بچا اور ہمیں مرنے دے کیونکہ
بغیر سپہ سالار کے لڑائی نہیں قائم رہ سکتی -

شعر - نہ ڈرسوں بلا موں جو کھالے گا توں
مرُئے پر قبیلے کوں پالے گا توں

(مطلب) اگر تو ہمیں جنگ میں جھونکے گا تو ہم نہیں ڈریں گے کیونکہ
(ہم جانتے ہیں کہ) مرنے پیچھے تو ہمارے قبیلے کی پرورش کرے گا۔

شعر - اوتر ہست ہور بیگ تازی سوار
کہ کر حملہ دشمن کوں لیتے ہیں مار

(مطلب) اب ہاتھی سے اُتر آ اور جلد گھوڑے پر سوار ہو اور
ہم ابھی حملہ کرکے دشمن کو مارے لیتے ہیں -

نواب نے جب یہ سنا تو یوں جواب دیا —

شعر - سنے سوچ نواب یو بات کے
کہ تمنا کوں یاراں نہ معلوم ہے

(مطلب) نواب نے یہ بات سن کے کہا کہ
یارو شاید تمہیں یہ معلوم نہیں ہے

شعر - کہ دارا کوں آ شاہ اورنگ سوں
پڑی تھی لڑائی سو سوندل کے جھوں

(مطلب) کہ دارا کو شاہ اورنگ سے
اسی طرح کی لڑائی کا سابقہ پڑا تھا

شعر - اتھا شاہ دارا جو ہاتی سوار
پڑیا جھوں غلولیاں کا چوندھرتے مار

(مطلب) شاہ دارا جو ہاتھی پر سوار تھا
اُس پر جب چاروں طرف سے گولیوں کی مار پڑی،

شعر - نلھا تاب اوتر گج ترنگ جھوں چڑیا
لکھا فوج کوں تب کہ خاصہ پڑیا

(مطلب) تو تاب نہ لا کر ھاتھی سے اتر گھوڑے پر سوار ھوا ' تو فوج سمجھی کہ بادشاہ مارا گیا -

---

شعر - ھوئی پل میں اس دھات لشکر کی موڑ
کہ نیں لڑ سکے پھر کہ بھی فوج جوڑ

(مطلب) پھر کیا تھا پل بھر میں سارا لشکر تتر بتر ھو گیا اور پھر اسے جمع کر کے نہ لڑا سکا

شعر - وھی کام سنبھال دانا کرے
جو نادان کرنے تے عزت دھرے

(مطلب) کام ایک ھی ھے ' دانا سوچ سمجھہ کر کرتا ھے مگر نادان اس طرح کرتا ھے کہ اپنی عزت کھو بیٹھتا ھے -

---

شعر - تمیں جانتے ھیں کہ نیں یو مثل
چھپے توبی نا ھوے اجل کوں وجل

(مطلب) کیا تم نے یہ مثل نہیں سنی کہ ھزار چھپو اجل نہیں ٹلتی ۔

شعر - بزرگاں کے رکھہ قول پر خوش مدار
یہی سب برتتا ھوں میں بار بار

(مطلب) بزرگوں کے اس قول پر میرا اعتقاد ھے اور ھمیشہ اس پر عمل کرتا ھوں -

---

شعر - اگر تیغ عالم بجنبد ز جاے
نبرد رگے تا نخواہد خداے

(مطلب) اگر دنیا بھر کی تلواریں بھی آکر پڑیں، تو بھی اگر خدا نہ چاھے تو ایک نس تک نہیں کٹتی -

---

شعر - سمجھتا ھوں کہ حق تے یاری ہے آج
مھرے بال کوں کچھہ نہ بھاری ہے آج

(مطلب) میں سمجھتا ھوں کہ آج خدا کی طرف سے میری مدد ھے اور میرا بال بیکا نہوگا -

---

شعر - اگر ھو تو بھی کچھہ خدا کی رضا
رضاوند ھوں جیوں وہ انپڑے قضا

(مطلب) اگر کچھہ ھوا بھی تو خدا کی رضا، اور میں اس کی رضا پر راضی ھوں -

---

شعر - ولے میں رکھیا ھوں سو بڈتا قدم
جدھر تے بھی دھسڈا انگے نا کہ کم

(مطلب) لیکن میں نے بڑھتا ھوا قدم رکھا ھے، جدھر سے بھی گھسوں گا آگے بڑھوں گا نہ کہ پیچھے -

---

شعر - جو ھوے بیدھڑک ھول تے سر بسر
اوسے کیا ھے غوغاے محشر تے ڈر

(مطلب) جو خوف سے نڈر ھے اُسے غوغائے محشر سے بھی ڈر نہیں -

شعر۔ هتی پر جو هوں میں تو بیریاں په داب
که یک نیزه جیوں سر په هے آفتاب

(مطلب) میں جو هاتھی پر هوں تو اس سے دشمنوں پر رعب هے - میں ان کے سروں پر اس طرح هوں جس طرح آفتاب کا ایک نیزے پر آجانا۔

شعر۔ فلک پر تو نه اُڑ سکیں لئی هے فرق
منگے بھویں جو پڑ کے هوویں گے غرق

(مطلب) آسمان پر تو اُڑ کے جا نہیں سکتے کہ وہ بہت دور هے ' اور اگر زمین پر رهے تو غارت هو جائیں گے۔

شعر۔ جو هلتے هیں جاگے تے بھی چھوڑ تھانوں
که جیوں مرنسک جھاڑتے هاتھه پانوں

(مطلب) اور اگر جگہ چھوڑ کر ذرا بھی هلے تو هاتھہ پانو هلاے بغیر نہیں مر سکتے۔

شعر۔ پتنگاں کے پڑتے نه بوجسی هلال
مریں جل جو پکڑیں بوجانے کا خیال

(مطلب) پتنگوں کے گرنے سے هلال کی شمع بجھہ نہیں سکتی اور اگر وہ بجھانے کا خیال کریں گے تو خود جل مریں گے

شعر۔ نجانو که بھالے کر اُن کے هیں بھار
هرن هیں کرو بیگدی سگ شکار

(مطلب) یہ خیال نہ کرنا کہ اُن کے بھالے دار بڑے قوی هیں ' وہ هرن هیں کتوں سے جلد شکار کرو۔

شعر - رکھو مار یو فوج کافر پلید
رکھو کھیت یا سب ہو مسلم شہید

(مطلب) اس فوج کافر کو مار کر تہس نہس کر ڈالو - یا
تو ان کا یہیں خاتمہ کر دو ورنہ سب شہید ہو جاؤ

یہ تقریر سن کر اہل لشکر میں جوش پیدا ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ آمادۂ پیکار ہوگئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ مخالف بھی ان کا لوہا مان گئے اور پریشان ہوکر کہنے لگے کہ ان سے لڑنا مشکل ہے —

شعر - لڑے جب یو دھلی کے فوجاں سے چھوٹ
لیے ہیں گے امراو یک دم میں لوٹ

(مطلب) یہ لوگ جب دھلی کی فوج سے لڑے تو
انھوں نے آناً فاناً میں سب امرا کو لوٹ لیا -

شعر - اگر مرد میدان بہلول ہے
ہمن دسویں حصے کا کاں تول ہے

(مطلب) اگر مرد میدان بہلول ہے تو ہم اس کے
دسویں حصے کے برابر بھی نہیں -

شعر - دکھن کا یو یک دھور نہیں ہے پچاس
نہ لشکر سب اوس کا بی ہے اوس کے پاس

(مطلب) دکھن کا یہ بہادر ایک نہیں بلکہ پچاس کے برابر
ہے حالانکہ ابھی اس کا پورا لشکر اس کے پاس نہیں -

شعر - کھڑا یو سو ویں آگ کا ہو ابھال
سکھا برق بونداں سوں عالم کوں جال
(مطلب) جہاں یہ کھڑا ہوا آگ کا بادل چھا جاتا ھے
اور بجلی کی بوندوں سے ایک عالم کو جلا دیتا ھے -

شعر - ھمیں آج نہاتوں تو ناسوس ہوں
صبا مکھہ دیکھانا دھلی پاس کیوں
(مطلب) اگر ھم آج اسے نہ جھیل کر کرکے بھاگے
تو کل اپنے آقا کو کیا منہ دکھائیں گے -

شعر - ایتا کام سیوت یہ ھے یہ روا
کہ لیدا عرابا یو یک کر ڈھوا
(مطلب) اب آخر میں اتنا کام کرنا لازم ھے کہ
ایک حملہ کر کے عرابوں پر قبضہ کرلیں -

یہ کہہ کر انہوں نے زور شور سے حملہ کیا اور پھر
ایک بار قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا —

شعر - لہویاں پر دھسے کر دلیری پتی
پڑے جیوں کہ جلتی اگن مہں ستی
(مطلب) تلواریں لے کر بڑی دلیری سے گھس پڑے
جیسے جلتی آگ میں ستی جا پڑتی ھے -

شعر - کھڑک ھل رھے جب ہو بھالے پڑے
دھڑک آگ اٹھی جب دنتا لے پڑے
(مطلب) جب تلواریں ٹوٹ گئیں تو بھالے اٹھائے
اور اس سے آگ اور بھڑک اٹھی

شعر - رکھے تھوپ گنجدل کوں بھالیاں کی مار
سیٹے کے یکس یک سوں دو دو سوار
(مطلب) بھالوں کی مار سے ھاتھیوں کے دل کو کونچ ڈالا
اور ایک ایک بھالے میں دو دو سوار پرو دیے -

شعر - ھزاراں سوں بھالے جدھر آسٹے
ادھر یک بیک فوج الٹھا سٹے
(مطلب) جدھر ھزاروں بھالے لے کر آ پڑے
ادھر ساری فوج ایک دم میں درھم برھم کر دی -

شعر - اتھا رہن راوت جو گھوڑے کی پیٹ
کیا دو کوں یک نیزہ بیٹھا سونیٹ
(مطلب) جو بہادر سوار گھوڑے کی پیٹھ پر تھا
اس پر نیزہ اس صفائی سے پڑا کہ ایک کے دو ہو گئے -

شعر - زرہ نا رکھی تن کوں بھالے تے جھانپ
کہ انکوے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ
(مطلب) زرہ بھالے سے جسم کو نہ بچا سکی
کہ سانپ مکڑی کے جالے سے نہیں رک سکتا -

شعر - بھالا آکہ جھلکیا سو جس تن کے آڑ
بوڑی رکھہ اودھر جا رھیا تن کے پار
(مطلب) جس پر نیزہ آکر لگا ' بوڑی تو
ادھر رہ گئی اور باقی نیزہ جسم کے اُس پار نکل گیا -

شعر - موی گو سفلدی آگ کوں نہیں ڈری
مرا بے کی خلدق رکت سوں بھری
(مطلب) مردہ گو سفلد آگ سے نہیں ڈری ' اور
مراپے کی خلدق خون سے بھر گئی -

ھوتے ھوتے یہ لڑائی وھاں تک پہنچ گئی جہاں نواب بہلول خاں کھڑے تھے اور اب معرکہ بہت شدید ھو گیا -

شعر - ھتی پر ونوں خلاصہ برچی سنبھال
کہیا مار لو دیکھتے کیا ایتال
(مطلب) نواب نے وھیں ھاتھی پر برچھی سنبھالی
اور للکار کر کہا دیکھتے کیا ھو ' مارو !

شعر - سکل کوٹ پارو اسی ٹھور میں
کہ آئے ھیں اپے پگوں گور میں
(مطلب) سب کو مار کر یہیں تمام کر دو کلا وہ
اپنے پاوں چل کر اپنی قبر میں آئے ھیں -

شعر - سلے سوچ شمشیر بنداں یو بات
ہوے پاوں اوتارا فرنگاں لے ہات

(مطلب) جب شمشیر زنوں نے یہ بات سنی تو پیدل
اُتر کر تلواریں ہاتھوں میں سنبھالیں -

شعر - ستے جس پہ شمشیر کا وار آ
ترنگ ہور اوسے بھویں پہ بھسلاے لیا

(مطلب) جس پر تلوار کا وار کیا تو وہ
گھوڑے سمیت زمین پر آ رہا -

شعر - سنبھا لیا سو بھالے لے ثابت کتار
کھا پھوڑ بکتر کوں چھاتی کے پار

(مطلب) بھالے لے کر کتار سنبھالی جو بکتر کو
توڑ کر چھاتی کے پار نکل گئی -

شعر - چلاویں اگر دھنگ ہاتی پہ توڑ
پڑے وو ہتی دیکھہ اپس جیو چھوڑ

(مطلب) ہاتھی پر جب وہ وار کرتے تھے تو
وہ فوراً بیدم ہو کر گر پڑتا تھا -

شعر - دیکھاویں تو سنداں پہ توڑاں کے بھانت
اوڑیں ہو کہ چنگیاں متے گج کے دانت

(مطلب) اُن کے وار ایسے تھے جیسے گھن پر ہتوڑے کی ضربیں کہ اس
مار سے مست ہاتھیوں کے دانت چنگیاریوں کی طرح اڑتے تھے -

شعر - کمر پر سٹیں ہیں تو نیں لگ خبر
نیکل جائے یک دل کو دو پھانک کر

(مطلب) کمر پر جب ہاتھہ پڑتا تھا تو اس وقت خبر نہیں ہوتی تھی جب تک تلوار دو ٹکڑے کر کے نہیں نکل جاتی تھی

... ...

... ...

شعر - زرہ کا تو ہے وار بہلے میں حال
کہ بھر لوٹ انگے لرکے کاں رہے کلچال

(مطلب) زرہ کا حال پتلا تھا ؛ پر زور سیلاب کے آگے کای کہاں ٹھیر سکتی ہے -

---

شعر - سٹے کاٹ یوں کافراں کو کٹھن
کہ قربانی بکریاں کو جیوں حج کے دن

(مطلب) ان شدید کافروں کو کاٹ کر اس طرح ڈال دیا جیسے عید قربان میں بکرے قربانی کرتے ہیں -

---

لیکن اُدھر کے بہادر بھی کچھہ کم نہ تھے ؛ انہوں نے پھر قدم جما کر لڑنا شروع کیا —

شعر - دسے عین اُجل پن دیکھت نہں ڈرے
کہ ناموس کوں بیش انگے جیو کرے

(مطلب) موت نظر آرہی تھی مگر اس پر بھی وہ نہیں ڈرے کہ ناموس کے آگے جان کوئی چیز نہیں -

---

شعر - روش ہے عرابے سوں لڑتا سو دھور
کھڈ پڑے پہ دشمن کوں نا جاے دور
(مطلب) قاعدہ ہے کہ جو بہادر عرابوں کی حصار باندھ کر
لڑتا ہے وہ دشمن کو پیچھا کرکے تعاقب میں دور نہیں جاسکتا

شعر - کہ جوڑے پہ قابو سوں گاڑیاں کو قات
ہلیں تب بکھرتا ہے یک دم وو پہات
(مطلب) اس لیے کہ گاڑیوں کو اس طرح جوڑ کر مضبوط کھڑا کیا
جاتا ہے کہ اُس سلسلے کو توڑیں تو انتشار پیدا ہو جاتا ہے -

اگرچہ غنیم بیجاپوریوں کے حملوں سے پریشان ہو گیا تھا اور اس میں مقابلے کی تاب نہ رہی تھی لیکن ایک مشکل یہ آپڑی تھی کہ ندی پر اُس کا قبضہ تھا اور خوب سمجھتا تھا کہ بیجاپوری کیسے ہی بہادر کیوں نہ ہوں پیاسے لڑنا آسان نہیں ہے - ادھر دھوپ کڑاکے کی پڑنے لگی جس سے اہل لشکر کی بے تابی اور بڑھ گئی -

شعر - کہ جانے تھے چلتا تو نیں کچھ علاج
ولے ہوینگے عاجز تو پانی کے باج
(مطلب) وہ جانتے تھے کہ یہ معاملہ لاعلاج ہے
پانی بغیر وہ خود بخود عاجز ہو جائیں گے

شعر - دیکھے ڈھونڈ تو بر جاے تھا وہ قیاس
جیوے گا بھوکا ناجیوے مار پیاس
(مطلب) غور سے دیکھو تو اُن کا یہ قیاس بجا تھا
آدمی بھوکوں جی سکتا ہے لیکن پیاس کا مارا نہیں جی سکتا

شعر - کہ آ صبح تے واں بھری یک جو دھوپ
کھڑے تھے ھمی ھم سوں لڑنے جو چوپ

(مطلب) صبح ہوتے ھی دھوپ کا عمل شروع ھوگیا لشکری
محض ھمت کے بل پر کھڑے لڑ رھے تھے -

شعر - پچھوری تھی دھوپ یک تو آسر پہ اک
سلگتی تھی دوسری درونے میں دھک

(مطلب) ایک تو سر پر دھوپ پڑ رھی تھی
دوسرے دلوں میں آگ بھڑک رھی تھی -

شعر - سیوا کا وو لشکر تو صورت حرام
مگر نسل شیطان کا تھا تمام

(مطلب) سیوا کا صورت حرام لشکر شاید
نسل شیطان سے تھا

شعر - کہ یک پیش آتے کوں کرنے کو پس
دسیں پھر اوسی یک کی جاگے پہ دس

(مطلب) کہ ایک کو سامنے سے ھٹاتے تھے تو
اس کی جگہ اور دس آجاتے تھے -

شعر - دل اسلام کا تھا سو معدود تھا
کومک غیر حق ان پہ نابود تھا

(مطلب) اسلام کا لشکر گنا چنا تھا اور سوائے
خدا کے کسی کی مدد کا آسرا نہ تھا -

شعر - لڑای تو پل پل کوں ایسی کھٹن
پڑی یوں کہ دیکھیا نہ ہوے عمر کن
(مطلب) لڑائی ہر لحظہ ایسی کٹھن ہوتی جاتی تھی
کہ کسی نے اپنی عمر میں کبھی نہ دیکھی ہوگی -

حال یہ تھا کہ ہوا تیروں سے بھر گئی تھی' سنگ لاخ زمین گولوں سے پٹ گئی تھی' ہاتھوں میں چھالے پڑگئے تھے اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا - اگرچہ لڑنے کی تاب و طاقت نہیں رہی تھی مگر صرف ہمت کے بل بوتے پر لڑ رہے تھے - یہاں شاعر نے گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت کو شاعرانہ رنگ میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

شعر - وجوداں میں روحاں دھری چٹپٹی
تندور آسماں تھا زمیں تھی بھٹی
(مطلب) روحوں نے جسموں میں کھلبلی مچا رکھی تھی
آسمان تنور بن رہا تھا اور زمین بھٹی -

شعر - لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دینے لگی تن پہ داغ
(مطلب) سر میں بھیجے جوش کھا کر پکنے لگے
اور زرہ تپ کر جسم پر داغ دینے لگی -

شعر - گیا سوک سب امرت کا چشمہ دہن
پڑی جیب بے آب ماہی نمن
(مطلب) دہن کے امرت کا چشمہ سوکھ گیا
اور زبان ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی -

شعر - ہوا خشک لہو لہا نہ سختی سوں تاب
کھڑک بن نہ تھا کس بی جاگے پہ آب
(مطلب) سختی کی تاب نہ لا کر لہو خشک ہو گیا
اور سوائے تلوار کے کسی جگہ پانی نظر نہ آتا تھا -

شعر - کھڑے تھے تو ہر یک تے یک دل میں جوگ
ولے آب بن تلملیا سب ہی لوگ
(مطلب) اگرچہ ایک سے ایک لڑاکے کھڑا تھا مگر
بغیر پانی کے سب ہی بے قرار تھے -

نواب نے خیال کیا کہ اگرچہ فتح خدا کی عنایت سے ہماری ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ ظالموں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے' لہذا اب ایک آخری حملہ کرنا لازم ہے یا تو یہیں شہید ہوے یا پھر اس مصیبت سے نجات پای - اس بیان کو نصرتی کے الفاظ میں سنیے —

شعر - سمج ہوی یو نواب کے دل میں راز
خدا تو دیا فتح کر سر فراز
(مطلب) تب نواب کے دل میں یہ بات آئی کہ
خدا نے ہمیں فتح سے تو سر افراز کیا -

شعر - پن اوس دیندار اں پہ ظالم بلا
بسائے ہیں لیا محنت کر بلا

(مطلب) لیکن ظالموں نے دینداروں پر کربلا کی سی صعوبت نازل کر رکھی ھے

شعر - کہ پکڑے ہیں لگ لر وو کافر پلید
ھوئے آہ سب یاں مارے شہید

(مطلب) پلید کافروں نے نہر پر قبضہ کر لیا ھے ' افسوس ھم سب یہیں شہید ھو جائیں گے

شعر - ھوا مج ایتا حملہ کرنا ضرور
کہ تب لگ بلا یو نہوے سر تے دور

(مطلب) اب مجھ پر حملہ کرنا لازم ھو گیا کیونکہ اُس وقت تک یہ بلا سر سے نہیں ٹلے گی -

---

شعر - وھیں دھور بولیا کہ اے یکہ تاز
سپاھی تیر انداز شمشیر باز

(مطلب) پھر فوراً اس بہادر نے للکار کر کہا کہ اے یکہ تاز ' تیر انداز شمشیر باز سپاھیو '

شعر - لڑائی تو مارے ھمیں پن ھے دھاک
مبادا کہ بے آب ھم ھوئیں ھلاک

(مطلب) ھم نے اگرچہ لڑائی مار لی ھے لیکن اندیشہ یہ ھے کہ کہیں ھم بے آب ھلاک نہ ھو جائیں '

شعر - اگر اُن کی چاھت لگے لر کا آب
دسے نا امیدی سوں تمنا سراب

(مطلب) اگر ان کی بجائے صرت نہر کا پانی تمہارے ھاتھلا لگا تو
وہ نا امیدی کی وجلا سے تمہیں سراب نظر آے گا

شعر - نہ پانی کہ جس ہوے تو امرت کی چاہ
چلو میں لو لاتا ھوں بن خضر راہ

(مطلب) نلا کلا وہ پانی جو امرت کی خاصیت رکھتا ھے -
آؤ اب میں خضر راہ بن کر اُسے لاتا ھوں -

شعر - کروں میں جو حملہ تو باغی پہ ساند
دیکھوں کیوں رھئے لر کے پانی کو باند

(مطلب) اب میں باغیوں پر حملہ آور ھوتا ھوں '
دیکھوں اب وہ کیسے پانی رو کتے ھیں -

شعر - کہیا سوچ سلمک تے گاڑے نیکال
شتر نال ھست نال لے مکھہ پہ گھال

(مطلب) یہ کہتے ھی سامنے سے عرابے نکالے اور
شتر نال اور ھت نال اُن کے منہ پر چلانے شروع کیے -

اس کے بعد آخری باب " فتح یافتن نواب بہلول خاں بر لشکر سیواجی و اورا ھزیمت دادن " کے علوان سے ھے اور اسی پر مثنوی کا خاتمہ ھے - اس حملے میں فتح یابی کی کیفیت خود نصرتی کے الفاظ میں بیان کرنی مناسب معلوم ھوتی ھے —

شعر - وهیں خاصہ نواب جب چل دیا
دونو دھیر کی فوج نوں ہو گیا
(مطلب) جب نواب اس طور سے نکلا تو دونوں
طرف (یمین ویسار) کی فوج کو بڑھایا

شعر - چھوٹے شیر یک دم چہ زنجیر تے
ہوے آ جو فوش میں چو پھیر تے
(مطلب) جب یکبار گی زنجیر سے شیر
چھٹے تو ہر طرف غرانے لگے -

شعر - ترنگاں کے تل نے یتی گرد اوڑی
کہے یوں زمیں جا فلک سوں جوڑی
(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے اس قدر گرد اُڑی
گویا زمیں آسماں سے جا لگی ۔

شعر - ستاریاں کی روئی جو ہو بیخلاف
فلک اور زمیں مل ہوا یک لحاف
ستارے روئی ہوگئے اور زمیں
(مطلب) اور آسماں مل کر لحاف بن گئے

شعر - کھڑا ہو جو جاں ساندتا تھا غنیم
لڑائی پھر آناندتا تھا غنیم
(مطلب) غنیم جہاں کھڑے تھے وہیں جمع ہو گئے اور
اور پھر انھوں نے لڑائی شروع کی -

شعر - دسے فوج اون کی گرد جو رواں
ہوے تیرہ تب تس کے لیکھے جہاں

(مطلب) اُن کی فوج گرد رواں کی طرح نظر آتی ھے
اور اُن کے حساہوں زمانہ تاریک ہو گیا تھا -

شعر - پھوٹے کرہ نایاں نے دشمن کے گوش
کیا مغز بھیجا ہو جا گے تے ہوش

(مطلب) قرناؤں کی آواز سے دشمن کے کان بھرے ہوئے تھے
اور ہوش و حواس بجا نہیں رھے تھے -

شعر - نقاریاں تے میدان ہدر نے لگیا
کھڑا تھا سو جل رقص کرنے لگیا

(مطلب) نقاروں کی گونج سے میدان هلنے لگا
اور پانی جو کھڑا تھا رقص کرنے لگا -

شعر - بہادر کے دشمن پہ طالع پڑے
دھڑاں میں دلاں دھاک سوں دھڑ دھڑے

(مطلب) دشمن پر بہادر نواب کے طالع غالب آئے اور
دل اُن کے جسموں میں خوف سے دھڑ دھڑ کر رھے تھے

شعر - ہوئی دل میں هشیار نخوت کی گت
کھٹ اوسان کی ہوئی دلاں میں شکست

(مطلب) اب ان کے دلوں میں نخوت پیدا ہونی شروع ہوئی
لیکن اوسانوں کو دلوں میں پہلے ھی شکست ہو چکی تھی -

شعر -   بڑی دھور کی جب صلابت کی چھاؤں
لگے اوڑنے بارے پہ دشمن کے پاؤں

(مطلب) جب نواب کی بہادری کا ظہور ہوا، تو
دشمن کے پاؤں ہوا میں اڑنے لگے -

شعر -   جو نواب کر رخ مخالفت کے دھور
برسنے لگیا صف سوں یک مٹھ ہو تیر

(مطلب) نواب نے جب مخالف کی طرف رخ کیا
تو صف لشکر سے تیروں کے مینھ برسنے لگے -

شعر -   دیے چھوڑ سو مرغ تیراں شتاب
پئے بیٹھ اُنن سر کے کانسیاں میں آب

(مطلب) اور سینکڑوں تیروں کے مرغ چھٹے جو
ان کے سروں کے پیالوں میں گھس کے پانی پینے لگے -

شعر -   جسی فوج یک پل میں ہوئی پھوٹ پھاٹ
یکوک نہاسنے کوں دسے لاکھ باٹ

(مطلب) جمی جمائی فوج ایک پل میں تتر بتر ہو گئی
اور بھاگنے کے لیے ایک ایک کو لاکھوں رستے نظر آنے لگے -

شعر -   کہے تو کہ گدڑے پہ ہاتی چھوٹا
بھریا تھا ہنگامہ سو یکدم پھوٹا

(مطلب) گویا گدھے پر ہاتھی چھوٹ گیا ہے اور وہ
بھرپور ہنگامہ ایک دم میں منتشر ہوگیا -

شعر - پھوٹے جمع تھے سو ھوے نا امید
دسی پل میں کالی زمیں سب سفید
(مطلب) یہ منتشر مجمع نا امید ھو گیا اور
وہ زمین جو کالی تھی سب سفید نظر آنے لگی

شعر - پڑے سو کھید پڑے یہ کھند لات میں
دسے وو برابر ھو جا بات میں
(مطلب) بھاگڑ میں جو گر پڑے وہ کھند لے گئے
اور رستے میں زمین کے برابر ھو گئے -

شعر - جتن کر وو پھر چھوڑ یوں لو چلے
نتھا نیر واں لھو اپس بھر چلے
(مطلب) جب سب جتن کرنے کے بعد وہ نہر چھوڑ کر بھاگے
تو نہر میں پانی کی بجائے اپنا لہو بھرا ہوا چھوڑ گئے

شعر - ھوئی لال بھویں یوں وہ کالی سکت
بیجاپور کن جیونکہ جوگی کا مت
(مطلب) وہ کالی کلوٹی زمیں اس طرح لال نظر آتی
تھی جیسے بیجاپور کا جوگی کا مٹ -

شعر - نظر رن کے مردیاں کو دیکھت تھکی
کھے توں کہ پردا ھے یک ناتکی
(مطلب) نظر میدان جنگ میں مردوں کو دیکھتے دیکھتے
تھک گئی یہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ ناٹک کا پردہ تھا -

شعر۔ ہوا کچھ یوں لہو کہ تھانوں تھانوں
پھسلنے لگے بھویں پہ نہراں کے پانوں
(مطلب) جگہ جگہ لہو کے بہنے سے اس قدر کیچڑ ہو گئی تھی
کہ زمیں پر تیروں کے پانو پھسلنے لگے۔

شعر۔ دیکھت تب کہ نواب دشمن سگل
چلیا لیکہ جیو سامنے تے نیکل
(مطلب) جب نواب نے دیکھا کہ تمام دشمن جان
سلامت لے کر بھاگ گئے ہیں تو

شعر۔ کہیے حکم سب پر کہ اب بس کرو
چکائیاں پہ ظاہر نکو کس کرو
(مطلب) حکم دیا کہ اب بس کرو اور
بزدلوں پر زور نہ دکھاؤ

شعر۔ بھلے مرد کا مرد پر وار ہے
نگوریاں کوں چپ دیکھنا عار ہے
(مطلب) بھلے مرد کی لڑائی مرد سے ہونی چاہئے
ان کم بختوں کا تو دیکھنا بھی موجب عار ہے

شعر۔ کہ نہاتے ہیں یولا جو کوتے کے پاؤں
نہ پھر سیں بچکتے ہیں دیکھہ اپنی چھاؤں
(مطلب) یہ کتوں کی طرح سے بھاگے ہیں اور
اپنے سایہ کو بھی دیکھہ کر بد کتے ہیں

شعر - کدھیں پھر کہ مردی پکڑ آئیں گے
کریں گے سو اپنا سزا پائیں گے
(مطلب) اگر پھر کبھی مرد بن کر آئیں گے
تو اپنے کیے کی سزا پائیں گے -

یہ کہہ کر نواب خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور میدان جنگ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں - اس وقت وہیں سارے لشکر کے ساتھ پڑاو ڈال دیتا ہے اور تیز رفتار ہرکارے بھیج کر فتح کی خوش خبری ہر طرف بھیجتا ہے - جب خواص خاں کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ کے حکم سے بیجاپور میں جشن منایا گیا اور جگہ جگہ فتح کا خطبہ پڑھا گیا - قلعے پر سے بندوقیں اور توپیں چھوڑی گئیں - چونکہ بادشاہ کی یہ پہلی فتح تھی اس لیے گھر گھر مٹھائی تقسیم ہوئی - بادشاہ نے نواب بہلول خاں کو خلعت سے سرفراز فرمایا - اور ملک ملک میں اس فتح کی شہرت ہوئی -

یہ سب نصرتی کا بیان ہے جو اس نے اپنے آخری اشعار میں لکھا ہے - وہ اشعار یہ ہیں - ترجمے کی ضرورت نہیں کیونکہ اوپر کا بیان انہیں اشعار کا خلاصہ ہے، علاوہ اس کے یہ اشعار ہیں بھی آسان —

یہی بات کر شکر حق لیا بجا
کھڑا رن پہ رہ شادیانے بجا

دیلایا اوسی ٹھار ڈیرے تمام
کیا واں سر بدل سوں اپنا مقام

خبر لے کہ اس فتح کا چار دھیر
چلے تھر پر شاطراں جیوں کہ تھر

خصوصاً سنے جب حکومت پناہ
خوشی بانٹنے جگ پہ کر حکم شاہ

بیجاپور میں عید کر آشکار
پڑا خطبہ اس فتح کا ٹھار ٹھار

جو تھے کوٹ پر بان بھانڈے تمام
دغا نے کوں فرمائے کر حکم عام

شہنشہ کی ہے فتح پہلی ککر
بلنتائے بہوت گھر پہ گاڑیاں شکر

پٹھا خلعتاں پادشاہی نواز
کیے سرتے نواب کو سر فراز

دیے شہرت فتح یوں شہر میں
کہ ہوے قصہ پر ملک پر دھر میں

اس کے بعد نصرتی نے دو شعر اپنے اور اپنی کتاب کے متعلق لکھے ہیں —

ملکے جیوں رہنا نام ہر کامگار
زمانے پہ یک نقش ہو یادگار

وہیں "نصرتی" دھر کہ سرتے اسس
لکھیا فتح * نواب نامے کا جس

* کاتب نے غلطی سے فتح کی جگہ نیں لکھا دیا ہے -

(ہر کامگار یہ چاہتا ہے کہ اس کا نام دنیا میں یادگار رہے - اس خیال سے نصرتی نے ہمت کرکے نواب کی فتح منانے کے لیے یہ نامہ لکھا ہے) —

آخری شعر دعائیہ ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے —

الہی زمانے میں جم تھانوں تھانوں
اچھو مجہ بچن تے یو مرداں کا نانوں

(الہی ! دنیا میں ہمیشہ جگہ جگہ میرے کلام کی بدولت اِن مردوں کا نام زندہ رہے) —

اس پر بے اختیار آمین کہنے کو جی چاہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ یہ مثنوی علی نامے کی ٹکر کی نہیں- وہاں مغلوں اور شیواجی سے بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں اور اُن لڑائیوں کی حیثیت عظیم الشان جنگوں کی ہے - اُن کے مقابلے میں یہ ایک چھوٹی سی لڑائی ہے اور فوج بھی کم ہے اور سلطنت کا وہ جاہ و جلال بھی نہیں جو علی عادل شاہ ثانی کے وقت میں تھا - تاہم بڈھے نصرتی نے اُس میں بھی اپنا کمال دکھایا ہے اور بعض موقعوں پر وہی رزمیہ شان اور قوت کلام پائی جاتی ہے جو علی نامے میں ہے —

(۴)

قصائد و غزلیات اور کلام پر عام رائے

نصرتی کی تینوں مثنویوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہو چکا ہے - لیکن علاوہ مثنوی کے قصیدہ گوئی میں بھی اس کا پایہ بہت بلند ہے - اور اس صنف میں قدیم اردو کا کوئی شاعر اسے نہیں پہنچتا - شوکت لفظی علو مضامین اور زور بیان جو قصیدے کی خاص صفات ہیں وہ نصرتی کے قصائد میں بخوبی پائی جاتی ہیں - اگرچہ نصرتی درباری شاعر تھا لیکن اس کی قصیدہ گوئی صرف بادشاہوں کی مدح و ثنا تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے جنگ کے واقعات اور مظاہر قدرت کے بیان میں بھی بڑے پر زور قصائد لکھے ہیں —

اُس کے بیشتر قصائد علی نامہ کے ضمن میں آگئے ہیں جہاں وہ کبھی جشن کی تقریب میں، کبھی فتح کی مبارک باد پر اور کبھی مظاہر قدرت کے بیان میں موقع موقع سے قصیدے لکھے گیا ہے - لیکن ان کے علاوہ بھی اس کے بعض قصیدے پائے جاتے ہیں - چنانچہ اس کا ایک طولانی قصیدہ جس میں تخمیناً (۱۳۴) اشعار ہیں معراج نبوی کے بیان میں ہے - اسے نصرتی کے " چرخیات " میں شریک کیا گیا ہے - قدیم دکنی میں قصیدے کی ایک قسم " چرخیات " سے موسوم کی گئی

ہے - یہ وہ قصائد ہیں جن کی تشبیب فلکیات سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ اس قسم کے قصائد سلطان قلی قطب شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور دوسرے شاعروں نے بھی لکھے ہیں - نصرتی نے بھی یہ قصیدہ اسی قسم کی تمہید سے شروع کیا ہے اور معراج کی مناسبت سے سورج کے غروب ہونے اور چاند کے نکلنے اور رات کی کیفیت کو طرح طرح کی تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھہ بیان کیا ہے - ابتدائی شعر یہ ہیں :-

تخت پہ جب دن پتی سبھ پہ کیتا گون
نس کا سبھدار تب گرم کری انجمن

صبح کا فراش چک شمع سے روشن کرے
ریگ سے تاریاں کی نت مانجھ گگن کا لگن

روز و شب کا مقابلہ اور چاند سورج کا دھاوا طرح طرح سے بیان کرتا ہے اور پھر یوں گریز کی ہے :-

نور سوں نس کیا عجیب روز کو روشن کرے
نس کے چندر کوں جگا کیس کی دکھلا کرن

بلکہ جو سرجا خدا نور نبی سے دو جگ
تب سوں جمالی جہاں پھن جلالی ہوتن

نور خدا عین وہ مظہر دیں رین وہ
ہے شہ کونین وہ خلق کے جھو کا جھون

سرور پیغمبراں مفخر نام آور ...
مالک پورب پچھم والئی اتر دچھن

طبع کی سجھہ شہپری خوش ہوئی پرواز کوں
دھر کے بلند بام کے پانچویں کھن پر گون

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے اور خاتمہ پر بادشاہ (محمد عادل شاہ) کی مدح کرتا ہے - جس کے چند شعر یہ ہیں :-

حمد ہے منعم کرا خلق پہ اس دور کے
ہے جو سمئی رسول خسرو ملک دکن

صاحب دین و دول مالک ملک و ملل
عالم علم و عمل عامل نص و سنن

معدن جود و سخا منبع لطف و عطا
حامیٔ دیں باوفا ماحیٔ کفر کہن

صاحب فضل و ہنر صف شکن بحر و بر
مانجۂ فتح و ظفر ہادیٔ شمشیر زن

سچ ہے نکیج رچہ رہیا آپ سوں سلاسیت کا
دیکھ جسے ڈنگ اتھے دیو دسا سر کرن

شو ہوا دنیا کرا شوق سوں بھا یا بلی
عدل شجاعت کرا باندھکے سہرا کلگن

گرچہ کسی مرد کوں ہاتھہ نہ دی تھی ولے
شہ نے کنیزک کیا لاکے پرت کی لگن

بھول کے پل پل کوں بل جائے تو کچھ شک نہیں
شہ سا نہ دیکھی بلا عمر منیں بیچ سہن

شہ سا سو لچھن نول کون ہے جگ میں کہو
یاد سوں جس اسم کی جاے کدورت محن
راج سوں شہ کے سدا حق تے دعا امن پا
جھو سوں ملگے ھت پسار دور کے سب مرد و زن
لطف سوں دھریا الاہ شاہ کی شاہی تلک
جگ میں جلک پر اچھے عھس پرت کے پڑن
جام سوں عشرت کے جم بزم یو معمور ہو
چرخ میں دن رین کی گرم ہے جوں انجمن
شہ کی ثنا "نصرتی" نغز نول یوں لکھے
دور کے دفتر اوپر سر اچھے ھر یک بچن

یہ ابتدائی زمانے کا قصیدہ ہے۔ علی نامہ میں جو قصیدے اُس نے لکھے ھیں وہ بہت پر زور اور شاندار ھیں۔ قصائد میں عام طور پر اور خاص کر رزمیہ قصیدوں میں بلندیء خیال اور علو مضمون کے علاوہ بہت کچھہ دار و مدار الفاظ کی شان و شوکت پر ھوتا ہے۔ نصرتی نے ھر موقع پر الفاظ کے انتخاب اور بر محل ستعمال میں کمال دکھایا ہے جس سے واقعات کے بیان میں بڑی قوت پیدا ھوگئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے شعرا کے مقابلے میں اس کی زبان زیادہ مشکل ھوگئی ہے اس کے قصائد میں مبالغہ بھی ہے (اور قصیدوں میں مبالغہ ھوتا ھی ہے) لیکن بے لطف نہیں۔ تشبیہات و استعارات بھی اُس نے خوب لکھے ھیں ان میں جدت

ہ کھائی ہے —

علی نامے میں کل سات قصیدے ہیں اور یہ سب بڑے بڑے ہیں - جن میں سے ایک ۲۲۰ شعر کا اور ایک ۱۵۸ شعر کا، ایک ۱۵۰ شعر کا اور ایک ۲۱۸ کا ہے - سب سے پہلا قصیدہ قلعۂ پنالا کی فتح پر لکھا ہے جس کا خلاصہ اور چند شعر نمونے کے میں پہلے لکھ چکا ہوں - دوسرا قصیدہ بادشاہ کی فتح اور جوہر صلابت خاں کی شکست کے متعلق ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

علی عادل شہ غازی ہو شاہ بوالمظفر کوں
دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

اس میں جوہر کی نمک حرامی اور بادشاہ کی شجاعت، بادشاہ کے ہاتھی، گھوڑے اور تلوار کی تعریف، جنگ کے معرکہ اور کشت و خون کا ذکر شاعرانہ رنگ میں کیا ہے —

اس فتح کے بعد بادشاہ جب دارالحکومت بیجاپور کی طرف مراجعت کرتا ہے اور فتح کی خوشی میں جو جشن کیا گیا ہے اس پر ایک بڑا قصیدہ لکھا ہے - جس کا مطلع یہ ہے —

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تیری سروری
دلدل فلک کا رام تجہ کرتا زمانہ قلندری

چونکہ یہ زمانہ سردی کا تھا، تو اسی قصیدے کے ضمن میں ایک دوسرا قصیدہ فصل زمستاں کی تعریف

میں مختلف قافیہ و ردیف اور بحر میں لکھا ہے ' جس کا مطلع یہ ہے —

دی ہے زمستاں نوکری تو نکا اوچا دھند کار آج
سردار ہو باد خزاں ٹھنڈ کا رچیا ہے بہار آج

اس ضمنی تمہیدے کے بعد اصل قصیدہ جاری رکھتا ہے جس کا مطلع ثانی یہ ہے —

اے نر پتی بھوگی سگھڑ تجھ بھول دنیا اسکری
پل پل سلوارے تجھ اگے ہردم دکھانے دل بری

چھٹا قصیدہ مجلس عاشورہ کی تعریف میں ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کے سرجنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

اس میں مجلس کے انعقاد اور شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - مطلع ثانی اور اس کے بعد کے چند شعر میں بادشاہ کی تعریف کرکے والدۂ بادشاہ حاجی بڑے صاحبہ کی مدح اور حسینی محل کی تعریف بڑی شان سے لکھی ہے - یہی وہ محل ہے جہاں مجلس عاشورہ ہوتی تھی اور اس تعلق سے مجلس کی ترتیب ' مرثیہ خوانی ' ماتم کا ذکر کیا ہے - نو دن رات تو یہ مجلسیں ہوتی رہیں ' دسویں شب کو بادشاہ کے حکم سے شہر میں علم نکالے گئے —

نو دیس ہور نو رات ادک رونق تو یو چڑتا کے
دسویں دن میں قتل کی جیوں وقت آیا مار کا

فرمائے شہ تا شہر گشت اپنے شدیاں کا کاڑ نے
دھولھو اندھارا نور سوں ظلمات کے رخسار کا

اس شہر گشت کا حال بڑی خوبی سے اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ساتواں قصیدہ جو فتح ملنار پر ہے بہت طولانی ہے اور پر شکوہ ہے، اس کا مطلع یہ ہے —

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا تو نانو کاری ہے وصیء شاہ مرسل کا

یہ بڑے شان کا قصیدہ ہے اور یہاں رزم و بزم کے بیان میں نصرتی نے بڑا کمال دکھایا ہے۔ اُسے خود بھی اس قصیدے پر ناز ہے —

سنو یک فتح کا شہ کے قصیدہ بے بدل یاراں
کہ ہر یک مختصر مضمون دھرے معنی مطول کا

اگر گلشن عشق اور علی نامے کے عنوانات کو یکجا کرلیا جائے تو دو قصیدے رہ ہوجاتے ہیں —

ان کے علاوہ اس کا ایک ہجویہ قصیدہ بھی ہے ایک دوسرا علی عادل شاہ کی مدح میں اور ایک اپنے گھوڑے کی مذمت میں ہے۔ غرض اس طرح کُل بارہ قصیدے ہوئے جو اب تک دستیاب ہوے ہیں۔

ان میں صرف دو قصیدے ایسے ہیں جن میں نصرتی

نے عام رواج کے مطابق تشبیب لکھی ہے - یعنی ایک تو معراج والا قصیدہ اور دوسرا جوملی عادل شاہ کی مدح میں ہے - مجلس عاشورہ کے قصیدے میں حمد و نعت اور منقبت کے بعد شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - باقی مبارک باد کے قصیدے بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتے ہیں - مبارکبادی کے قصیدوں میں مدح کے علاوہ اس نے زیادہ تر یا تو جنگ کا ذکر کیا ہے یا جشن وغیرہ کی کیفیت دکھائی ہے - البتہ مجلس عاشورہ کے ذکر میں دوسری چیزوں کے ساتھ علموں کے نکلنے ' مرثیہ خوانی ' الاوا وغیرہ کا حال بھی درج کیا ہے - مثلاً مجلس مرثیہ خوانی کی نسبت لکھتا ہے —

جب شہ اپیں اِس بزم کوں ترتیب دے مجلس کریں
ہوے فیض خاص و عام پر یک دھات ادکہ ایثار کا
شکر پھوٹانیاں کے طبق گویا گگن تارے بھرے
چلدر سے کاسیاں بھر سبھی شربت کھنی پرکھار کا
یوں مرثیہ خواں مست گزاری میں ہر دل کو سکیں
حیرت سوں نار ہے کس ملیں احوال کچھہ ہشیار کا
دائم جو پیرے تھے محب جو تخم غم کا دل ملیں
انجواں کی خوشیاں سوں ہوا حاصل وو اک انبار کا

اسی کے ساتھہ الاوے کا ذکر کرتا ہے —

تھا عاشقاں کے دل نمن ہر یک علاوہ سوز میں
جیوں آہ مہجوراں اوتھے ہر ہر شرارہ نار کا

ماتم میں جلتیاں کوں جلم پھونیں ملاوہ تس گھڑی
تھا لال ماٹی تے ہی کم کہلدلات تیز انگار کا

تس چار دیواری میں بھر لکتے کہنے کہن جب دیوے
تب ہوے ستاریاں کا لگن شرمندہ ہر دیوار کا

اب علموں کا ذکر سنیے :-

نو دیس اور نو رات ادک رونق تویوں چڑتا گیے
دسویں دین میں قتل کی جیوں کی وقت آیا مار کا

فرمائے شہ تا شہر گشت اپے شدیاں کا کاڑنے
دھولہو اندھارا نورسوں ظلمات کے رخسار کا

شہ کے نکلتے کر شدے سب شہر میں ہلہل ہوا
ہر صحن میں یک ہو رہیا عالم بہتر ہور بہار کا

بسلا جو دیویاں کے رتن کوندن اوجالے کا کیا
ہو جوت لک لکنے لگیا رستہ صفا بازار کا

چھلے میں رونق جا بجا جیوں شاہ کے نکلے شدے
چوندھر اوتھیا یک ہاک ہو دل پایک و پروار کا

علموں کی آرائش کا بیان اس طرح کرتا ہے -

ہر ہر شدے کے تن اوپر تھی کثرت ایسی نور کی
سورج کوں جس کے سامنے طاقت نہ تھا چکہ چار کا

سہرے ثوابت سے سہیں ہور کہکشاں سے نو سری
عقد ثریا تے ادک ہر یک ایلاقہ ہار کا

دو دھر فرشتے رحمتی پلکھے کر اپے پر پھریں
حوراں کے چک کے ہت چلور تھا طرۂ طرار کا

مجمر کے مہکاراں تے هوے دن کا گریباں مشکبو
دامن رین کا عطر سوں ناقہ ہوا تا تار کا

جہاں وھم دوڑے وھاں تلک یوں حسن کی داتن ہوئی
نہیں بہس سکتی تھی نظر کر سعی لگ بہار کا

تارے تو اکثر دیس کوں افلاک پر دستے ھیں کم
پن بھوئیں ستاریاں سوں بھرے دیکھا جگت اتبار کا

کہیں خوب پتلیاں سوں دسیں مہیندیاں پریاں کی شہرسیاں
بد شکل ویتاں سوں کہیں دامن دسے کہسار کا

تصویر کی مہیندداں پہ یوں وانر دسیں سہتا سوں جیوں
کہتا ہے کچھہ لنکا میں جا ھنونت رام اوتار کا

کہیں گرز پلکھیاں کے بچے سیمرغ کے انڈرے کہیں
کہیں ناف هور شرزا چہل کہیں اژدھاے غار کا

کہیں چمن کے تختے نول دیکھلائیں بندرابن نوی
کہیں رست چوبھالیاں کی خوش بسرائے دل دوار کا

اس بیان سے ظاهر هے کہ آپس کے میل جول سے هندؤں کی رسمیں کس قدر اسلامی معاشرت اور تیوهاروں میں اثر کر گئی تھیں گویا محرم میں دسہرے کا رنگ نظر آتا هے ـــ

اب میں نصرتی کے کلام میں سے کچھہ کچھہ اقتباس دیتا هوں جس سے اس کی قوت بیان اور تخیل کی پرواز کا اندازہ هو گا - بادشاہ نے

جب سیدی جوہر کی سرکشی کا خاتمہ کر کے بلدۂ بیجاپور کی طرف مراجعت کی ہے تو اس خوشی اور مبارک باد میں نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے' اس کے بیان کا زور ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو - سیدی جوہر نے بغاوت کی ہے اور فوج لے کر مقابلہ کو نکلا ہے - بادشاہ اس کی سرکوبی کے لیے بذات خود حملہ کرتے ہیں - بادشاہ کی شمشیر زنی کی کیفیت یوں بیان کی ہے —

برسیا کھڑگ کے ابر تے یوں تس پہ پانی قہر کا
خشکی پہ سارے بحر ا وبل چوندھر چلے لہو کی تری

(بادشاہ کی تلوار کے ابر سے قہر کا پانی ایسا برسا کہ سارے دریا طغیانی سے اُبل پڑے اور چاروں طرف لہو کا سیلاب موجیں مار رہا تھا) —

دریا ؤرگت تے جوش کھا لنکا کوں کیتے غرق جب
موجاں تے پا یہ سیت کا ڈھل جا ڈوبے رامیسری

(جب خون کے دریا نے جوش کھا کر لنکا کو غرق کیا تو موجوں کے زور سے پل کا پایہ بیٹھ گیا اور رامیشورم ڈوب گیا) —

کھایا شکست یوں پست ہو اس کل مُکھی نے فوج سوں
تاریاں سوں جیوں نس ہوے ہوا دیک آفتاب خاوری

(اس رو سیاہ نے ذلیل ہو کر اس طرح شکست کھائی جیسے آفتاب عالم تاب کو دیکھتے ہی رات کے تارے ہوا ہو جاتے ہیں) —

نہاٹا وطن مھں گرچہ یوں بیگانہ اوس تے جگ ھوا
تس جھوبی تن ست جاے بن دیکھیا نہ اپلی بہتری

(اگرچہ وہ وطن کو بھاگ گیا لیکن زمانہ اس سے ایسا بیگانہ ہو گیا کہ بغیر جان دیے اُسے اپنی بہتری کی کوئی صورت نظر نہ آئی) —

جب شہ کھڑگ کے آب سوں جھوں آگ فتلے کی بوجھا
دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
یوں اوچتے یکبارگی باجیا دمامہ کوچ کا
جگ کی خوشی کی ھانک تے گوھش فلک کو کر کری

(جب بادشاہ کی تلوار کی آگ سے فتنے کی آگ بجھ گئی اور دارالخلافہ کی طرف مراجعت کا عزم فرمایا تو یکبارگی کوچ کے نقاروں کے بجنے اور اھل زمانہ کی خوشی کے نعروں سے فلک کے کان بہرے ہو گئے) —

جوں موج شہ کا فوج تس جل تھل اوپر تے یوں چلیا
دریا کی جھوں اوپرال تے چلتا ھے باد صر صری

(دریا کی فوج خشکی اور تری پر موج کی طرح اس طرح چلی جیسے دریا کے اوپر سے باد صر صر گزر جاتی ھے) -

ویسے مھں آکر تہلتگ نے ایسا دکھائی زلزلہ
پیدا ھوئی جس دھاک تے تن مھں سورج کے تھرتھری

(ایسے میں تہلتگ نے ایک زلزلہ برپا کر دیا جس کے ڈر سے سورج کے بدن مھں تھرتھری پیدا ھو گئی) —

اس کے بعد وہ اسی قصیدے مھں " فصل زمستاں "

کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھہ جاتا ھے —

نصرتی کی رزمیہ نگاری کی کیفیت علی نامے کے ذکر میں آچکی ھے۔ اُس مثنوی میں اُس نے اپنی قوت بیان ' بلندیء تخیل ' معلومات زمانہ اور قدرت زبان سے یہ ثابت کر دیا ھے کہ رزمیہ نگاری میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا - اب میں اس کی شاعری کے دوسرے پہلوؤں پر نظر ڈالنا چاھتا ھوں —

قدرتی مناظر وغیرہ

نصرتی نے اپنی مثنویوں میں جگہ جگہ قدرتی مناظر کا بیان کیا ھے اور ھر مقام پر اس کا اسلوب نیا ھے - اکثر وہ ان مناظر کو موقع اور محل کی مناسبت سے اس طور پر بیان کرتا ھے کہ وہ واقعہ کا جز معلوم ھونے لگتے ھیں - اگرچہ بعض مناظر کے اشعار مثنویوں کے بیان کے دوران میں اس سے قبل آچکے ھیں ' تاھم یہاں چند مناظر سے کچھہ کچھہ اشعار نقل کیے جاتے ھیں جن سے شاعر کی قوت مشاھدہ اور تخیل کا اندازہ ھو سکے گا —

چاندنی کا سماں کیا خوب بیان کیا ھے —

شعر - چندر جب گگن کے کھستاں تے
حشم لے کے نکلیا بڑی شاں تے

مطلب) چاند جب آسماں کے کوھستان سے
بڑی شان کے ساتھہ اپنا حشم لے کر نکلا

شعر - کیا کر سورج کوں مغرب میں جان
لگی مارنے نس شہاباں کے بان
(مطلب) سورج جب کوہ مغرب کی طرف جانے لگا تو
رات شہابوں کے تیر مارنے لگی

شعر - دھواں جوت انگے دپ نرالا ہوا
اندھارے پہ غالب اجالا ہوا
(مطلب) دھواں چاند کی روشنی کے آگے غائب ہو گیا
اور اندھیرے پر اجالا غالب آ گیا

شعر - پڑیا چاند کے مکھ تے پر تو جو صاف
ہوئی آرسی سب زمیں بےخلاف
(مطلب) جب چاند کے چہرے کا عکس پڑا تو
ساری زمین فی الواقع آئینہ بن گئی

شعر - لگیا لکلکانے زمیں کا طبق
مڑے ہوں اکھنڈ جیوں روپیرے ورق
(مطلب) طبقۂ زمین جگمگانے لگا اور یہ معلوم ہوتا تھا
کہ گویا روئے زمین پر رو پہلے ورق مڑھ دیے ہیں

شعر - سورج دیکھ مغرب میں چاندنے کی چھانوں
ملنگیا دیکھنے پھر پچھیں سمت کے پانوں
(مطلب) سورج نے مغرب میں چاندنی کا یہ سماں دیکھا
تو اُس نے اپنے قدم پیچھے ہٹا کر پھر اسے دیکھنا چاہا

اس آخری شعر میں نصرتی نے مشاہدے اور تخیل کی آمیزش کا کمال دکھایا ہے - کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور یہ اتفاق نادر ہوتا ہے کہ ایک طرف سورج غروب ہو رہا ہے اور دوسری طرف چاند طلوع کر رہا ہے اور کچھ دیر کے لیے دونوں ایک ساتھ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ مغرب میں سورج نے جو یہ سماں دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور چلتے چلتے اس نے پلٹ کر پھر اسے دیکھنا چاہا - یہاں قدرتی منظر کے مشاہدے میں شاعر نے جو تخیل کی چاشنی دی ہے وہ نہایت پر لطف ہے —

ایک جگہ اس نے بہار کا سماں باندھا ہے - اگر چہ وہ سعدی کے بہاریہ قصیدے کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا تاہم اس نے استعارے اور تشبیہہ سے جس طرح کام لیا ہے وہ کچھ کم قابل تعریف نہیں —

شعر - سورج آ جو بیت الشرف کے منجھار
دیا بھوئیں کوں جب خلعت نو بہار

(مطلب) سورج نے بیت الشرف میں جلوہ افروز ہو کر زمین کو خلعت نو بہار عطا فرمایا

شعر - کیا حسن پیدا زمانہ نوا
دھری نوجواں ہو کے خوبی ہوا

(مطلب) زمانہ نے ایک نیا حسن پیدا کیا اور ہوا نوجوان ہو کر اپنی خوبی دکھانے لگی

شعر - دیا آبرو پھولن کوں ابھال
گلاں سرخ رو ہو رہے بالے بال
(مطلب) ابر نے چمنستان کو آبرو بخشی
اور پھول سر تا پا سرخ رو ہوے

شعر - لیے چھین گل گلعذاراں تے رنگ
لے آیاں کلیاں دلکوں خوباں کے تنگ
(مطلب) پھولوں نے گلعذاروں سے رنگ چھین لیا تھا
اور کلیوں میں معشوقوں کے دلوں کی تنگی آ گئی تھی

شعر - بچے سرو کے قد میں سیدھے ہوے
گلاں چاند کے نور دیدے ہوے
(مطلب) سرو کے بچے قد میں سیدھے ہوے
اور پھول چاند کے نور دیدے بنے ہوئے تھے -

شعر - ہنسے پھول ہو شوق کی گد گلی
رہی ناز میں مسکتاتی کلی
(مطلب) شوق کی گد گدی سے پھول ہنسے پڑتے تھے
اور کلیاں ناز سے مسکرا رہی تھیں

شعر - چلی جیونکہ بڈنی چلبلی کی بیل
گلے ہار ہو لائی چلپے سوں کھیل
(مطلب) چلبیلی کی بیل بڑھتی چلی اور دل لگی
میں چلپے کے گلے کا ہار ہو کر لپٹ گئی

شعر - جوانی میں سبزے نے آن چلیا
مدن بان ریحان پاتا چلیا
(مطلب) سبزہ جوانی پر آرہا تھا اور
مدن بان میں خوشبو پیدا ہو رہی تھی

شعر - ہر یک گل کے دیدے میں داتھا مدن
ہر یک شاخ کوں پھل کے نکلے جوبن
(مطلب) ہر پھول کی آنکھ میں مستی بھری ہوئی تھی اور
ہر شاخ میں پھل کا جوبن نکل آیا تھا

شعر - ہوا زلف سنبل تے جل بے شکیب
لٹک سرو بارے کوں دیتا فریب
(مطلب) پانی زلف سنبل کے نظارے سے بے قرار تھا
اور سرو اپنے ناز سے ہوا کو فریفتہ کر رہا تھا

شعر - بھولا نے انکھیاں مار بابل کا من
۴۶ چک میں لالے نے کالا انجن
(مطلب) اشاروں سے بلبل کا من موہنے کے لیے
لالے نے اپنی آنکھوں میں کالا کاجل لگایا

شعر - پنکھی ہر ہر یک گل پہ شیدا دسیا
ہر یک دل میں یک حال پیدا دسیا
(مطلب) ہر پرندہ ایک ایک پھول پر شیدا معلوم ہوتا تھا
اور ہر دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو رہی تھی

نظم ملمار کے تصیدے میں باغ کی کیفیت جو اس نے
بیان کی ھے وہ پڑھنے کے قابل ہے - حوض کی وسعت
اور گہرائی کی نسبت کہتا ھے —

تھا کچھہ حوض ڈونگا ھے فلک جاں تہر لے سکنے
یعنے حوض اس قدر گہرا ہے کہ جس میں افلاک
تیر سکتے ھیں —

جب اُس صاف شفاف پانی پر ھوا چلتی ہے تو
موجوں کی جو حالت ھوتی ھے اُس کی تشبیہہ ملاحظہ کیجیے -

چلیں باد سہاتے خوش صفا پانی پہ سرجاں یوں
کہ جیوں محبوب کے مکھہ پر ڈھلک زلف مسلسل کا

اس کے بعد شاعرانہ مبالغہ ہے —

فلک سقاے خضری ھو پلاوے نیر سو جگ کوں
سورج کے جام سوں بھرتا ھے نت واں مشک بادل کا

(فلک سقاے خضر ھوکر ساری دنیا کو پانی پلاتا
ھے اور وھاں بادل کی مشک ھمیشہ سورج کے پیالے
سے بھرتا ھے) —

باغ کے سامنے حوض کی صفائی اور پاکیزگی کی
تشبیہہ دیکھیے —

دس آوے باغ کے آنگے صفائی حوض کی ایسی
سلواری دھن رکھے ھے یوں انگے آئینہ صیقل کا

باغ کے سامنے مصفا حوض ایسا ہے جیسے بنی سنوری
معشوق کے سامنے صیقل کیا ھوا آئنہ —

ذیل کے شعر میں زمین کی سیرابی اور اس سے
درخت اگلنے کی شان کو کس خوبی سے بتایا ہے —

اوپر پاتال لگ بھوئیں تے بھریا ہے گنج پانی سوں
تاہیں ہر رکھ اوٹھیا ہے یوں سدنگ فوارہ جیوں کل کا

اوپر زمین سے پاتال تک پانی کا خزانہ بھرا ہوا ہے
اور نیچے سے ہر درخت اس طرح نکلا ہے جیسے کل کا
خوب صورت فوارہ —

اس مبالغہ کو دیکھیے —

سرایت آب شیریں کر بھلایا بھوئیں کوں یوں رس میں
دتے پر نیشکر ہوے لگے کو روپ دیونل کا

آب شیریں نے زمین کو رس سے اس طرح سینچا ہے
کہ نرسل بڑھ کر نیشکر کا روپ اور مزہ پیدا کرتا ہے —

ہر یک پھل ڈال پھولاں سوں گواوے چھب کی نولاسی
جتی پر شاخ میوے کی اُسے دعویٰ سدا پھل کا

ہر پھولوں بھری شاخ کے سامنے حسن کی نزاکت
اور نرمی ہیچ ہے اور جو جو میوے سے لدی شاخ ہے
اسے سدا پھلنے پھولنے کا دعویٰ ہے —

پڑے منڈویاں ماٹیں تے یوں صبا کی دھوپ سبزے پر
ہری اطلس اوپر گویا لکھے ہیں نقش زرحل کا

پھولوں کے منڈووں میں سے صبح کے وقت کی دھوپ
سبزے پر اس طرح پڑتی ہے جیسے ہری اطلس پر حل
کیے ہوے سونے کے نقش ہوں —

صبا تختیاں کے صفحیاں پر لکھی سو لوح پھولاں تے
لیا ہر کالوا جاکا کنارا نیت جدول کا

صبا نے چمن کے تختوں صفحوں پر پھولوں سے تحریر کی اور اس کی ہر نہر بمنزلہ جدول کے ہے —

خمیاں ڈالیاں تے دسکے یو کنول پانی سوں چشمیاں میں
روپے کی آرتی کے جیوں چمک پر ووٹ آنچل کا

یعنے جھکی ہوئی ڈالیوں کی وجہ سے پانی کے چشموں میں کنول کی یہ صورت ہے جیسے چاندی کی آرتی کے روشن دیوں پر آنچل کی اوٹ ہو —

کیا خوب تشبیہ ہے اور کیا پاکیزہ بیان —

کسی پھل ڈال پر کوئی گل دسے نا بے جواب اکثر
پکڑتی ہے نظارے میں نظر احوال احول کا

کسی ڈالی پر کوئی پھول ایسا نہیں ہے کہ اس کا جواب نہ ہو (یعنے ایک پھول کے جواب میں دوسرا ویسا ہی پھول تھا) جس کے دیکھنے میں نظر احول کی نظر معلوم ہوتی (جو ایک کے دو دیکھتی ہے) —

ایک دوسرے قصیدے میں باغ کی کیفیت ان اشعار میں بیان کی ہے اور کیسی سچی اور اچھی تعریف کی ہے -

شعر - ہرگز نہ کس یک پھول پر سورج کی لگ سکتی نظر
ہے چتر ایسا سر بسر ہر برگ سایہ دار کا

(مطلب) کسی ایک پھول پر بھی سورج کی نظر نہیں پڑ سکتی
کیونکہ اس پر برگ سایہ دار کی چھتری لگی ہوئی ہے

شعر - سہتے ہیں کالے نہر کے یوں کا لوے گلشن ملے
جیوں کیس بکھرے جا دیسے رخ مدمتے دلدار کا

(مطلب) گلشن میں کالے پانی کی نہریں بہتی ہوئی ایسی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں جیسے مست دلدار کے رخ پر بکھرے ہوے بال۔

شعر - خوشبو سوں پھولاں کے چمن پانی تھی یوں پروردگی
ہر کالوے کا آب ہوے پھل نہر اد کے مہکار کا

(مطلب) پھولوں کی خوشبو سے چمن نے ایسی پرورش پائی تھی کہ ہر نہر کا پانی پھولوں کا عرق بن گیا تھا جس سے سارا چمن مہک رہا تھا۔

ند نور کے جنگل اور چشمے کا بیان بھی خوب لکھا ہے اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

کہیں رکھ دار چیلی کے دھریں سو پوست میں لذت
رکھے سو مغز میں خوشبو کہیں تو بن ہے صندل کا

کتے رکھ جام و جامن ہور پھلس ہور توت تیندو کے
بھلا واں کئیں ہے کئیں ہورا ہے کئیں ما پھل و مہندل کا

رنگا رنگ کے کلاں خوشبو معطر جگ کر نہارے
دس آوے راے چنپا جہاں کمہند پھول پاڑل کا

صفا پانی کے چشمیاں میں سہے یوں چھانوں پر سہامی
سواد انکھیاں کوں جوں دیوے درس چشم مکحل کا

(یعنی صاف شفاف چشموں میں کالی کالی چھانو ایسی بھلی معلوم ہوتی تھی جیسے سرمگیں آنکھ کو

دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں) -

دسیں یک یک کوڑے میں گویاں کئی لاکھ باگاں کی
ہر یک تونگر کے دامن وطن کئی ترگ و اسول کا

اور اس کے آگے گھا خوب مصرع لکھا ہے -

دین ہور دیس اس جاگہ پہ ہو ہمدرس بیٹھے ہیں

یعنی وہاں جنگل اس قدر گھنا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دن اور رات اس جگہ ہمدرس ہو کر بیٹھے ہیں یعنی جیسے ہمدرس باہم جماعت طالب علم بے تکلف ہوتے ہیں اسی طرح وہاں رات اور دن دونوں بڑی بے تکلفی سے ایک جگہ بیٹھے تھے - ایک دوسرے مقام پر اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے -

اندھارا ملیا یوں دسے نور سوں
کہ دن جفت ہے شام دیجور سوں

مبارک باد کے اس قصیدے کے ضمن میں موسم کے لحاظ سے جاڑے کی شدت کے متعلق بھی ایک قصیدہ لکھا ہے - اس قصیدے میں اصلیت کم ہے اور شاعرانہ تخیل کا رنگ زیادہ ہے - چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

اوپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کیاں گولیاں چھانتا
ڈرسوں اگن موں چھانپ لے دب رہی ہے تہارے تہار آج

(ہوا کی فوج شبنم کے گولے اڑاتی ہوئی نکلی ہے
اس کے ڈر سے آگ ہر جگہ منہ چھپائے دبی پڑی ہے

وو اگ کہ کوی مارے تو دم اٹھکی تے ہو سب تن زباں
ویسی بی سر کش سرنوا پیلی دسے سدھار آج
(وہ آگ جو ذرا بھی کوئی دم مارتا تو سراسر بھڑک اٹھتی تھی آج ایسی سرکش ہستی بھی سر جھکاے اور زرد رو نظر آتی ہے)
شاعرانہ رنگ میں کیا خوب شعر کہا ہے -
بیشک وطن اس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو بے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کو ٹھار آج
(اس میں شبہ نہیں کہ اگر عاشق اسے اپنے دل میں جگہ نہ دیتے تو آگ کبھی کی اس دنیا سے کوچ کر گئی ہوتی)
حوض ایک ہوا کا یوں دسے مشرق تے مغرب لگ بھریا
کانپے فلک جیوں بز بوزا بیٹھی تو تس کی لہر آج
(ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشرق سے مغرب تک ہوا کا ایک حوض بھرا ہوا ہے اور فلک اُس بلبلے کی طرح کانپ رہا تھا جس کی موج نیچے بیٹھ رہی ہو)
شبنم جو اُجلا چھاچ سا آشہر سے جل میں پڑیا
ہر باٹھی ہوی ہے دھیں تھنڈی جم نہر سب یکبار آج
(شبنم جو چھاچھ سی سفید ہے دودھ جیسے پانی میں پڑی ہے، جس سے ہر باولی کا پانی جم کر ٹھنڈا دہی ہو گیا ہے)

جل تھیج ہر ایک چہ بچہ بلور کی درپن دسے
اے چاند بیگی دیکھہ لے تس بیچ اپس دیدار آج

(پانی کے جم جانے سے ہر ایک چوبچہ بلور کا آئینہ ہو گیا ہے - اے چاند جلدی سے تو اپنا دیدار اس آئینے میں دیکھہ لے) -

ہر رکھہ کوں بارا مارتے پیلے ہوے ہیں پات سب
ہر یک نگر کے باغ جہاں ہے ٹھنڈ سوں بیمار آج

(ٹھنڈی ہوا چلنے سے درخت کے پتے زرد ہو گئے ہیں اور ٹھنڈ کی وجہ سے ہر نگر کے باغ بیمار سے نظر آتے ہیں) -

نا سر فرازی پاسکے دولت تے ٹھنڈ کی کو نہلی
نا بیل اپنی گود تے لمبا کرے ہت بھار آج

(ٹھنڈ کی بدولت کونپلیں ٹھٹھر کر رہ گئی ہیں اور بیل اپنی گود سے اپنا ہاتھہ باہر نہیں نکال سکتی) -

گلشن کے آئینہ اوپر پرتا چلیا سردی سوں زنگ
ہر خار و خس شیلم سیتی ہوتا ہے جوہر دار آج

(گلشن کے آئینے پر تو سردی سے زنگ چڑھتا چلا جاتا ہے لیکن ہر خار و خس شیلم کی بدولت جوہر دار بن گیا ہے) —

لئی ٹھنڈ سوسہا گرچہ میں نہیں سور کی پروا دھریا
کیوں سہکلے بس آئیکا اِنلیاں کو یک انگار آج

(اگرچہ میں نے بہت ٹھنڈ کھائی تو بھی سورج

کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ ایک انگارا اتنے لوگوں کو کیونکر کافی ہوگا) ۔

اس کے آگے تہلتہ کھانے کی وجہ سے حسن طلب کا بڑا اچھا موقع مل گیا ہے ۔

ایک مقام پر گرمی کی شدت کا حال لکھتے ہوے کہتا ہے ۔

شعر ۔ نہ کہہ سور بل اگ کا بادل اتہا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتہا

(مطلب) اسے سورج نہ کہو وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ بھرا پانی تھا

شعر ۔ مگر کھیلچ دوزخ کے دریا تے نہر
برستا اتہا جگ پہ جلتاچ تہر

(مطلب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی
کھچ آیا تھا جو مسلسل اس دنیا پر برس رہا تھا ۔

شعر ۔ برستی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں ہے تھے چھاتی تڑک

(مطلب) سارے جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑوں اور زمین کی چھاتی تڑقی جاتی تھی

ایک جگہ چشمے کے پانی کی صفائی کے متعلق لکھتا ہے ۔

اچھے اچھے پلے تے ات صفائی آب کی ایسی
دس آوے تل لگے پر جا ستھیں گردانہ چاول کا

(پانی اپنی صفائی کی وجہ سے ایسا صاف شفاف

تھا کہ اگر اس چشمے میں چاول کا دانہ پھینکیں تو ته میں پہنچنے کے بعد بھی صاف دکھائی دیتا تھا)۔

بیان واقعہ یا کسی حالت کا سماں

رزمیہ واقعات کے بیان میں نصرتی کو خاص کمال حاصل ہے، وہ فوجوں کی آمد اور جنگ کے زور شور اور ہنگامہ خیزی کو اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ کھچ جاتا ہے۔ مولانا شبلی مرحوم کو اردو زبان میں میرانیس سے قبل کوئی نمونہ رزمیہ نظم کا نہیں ملا۔ میر ضمیر نے رزمیہ کی ابتدا کی تھی لیکن وہ بالکل نقش اولین تھا۔ مولانا کو اگر نصرتی کا کلام دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو اعتراف کرنا پڑتا کہ میر انیس سے قبل بھی ایک ایسا باکمال شاعر گزار ہے جس نے مسلسل رزمیہ نظمیں لکھی ہیں اور جو معرکہ آرای نیز دیگر واقعات کے بیان پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ علی نامہ کے ضمن میں اس کے رزمیہ بیانات نقل ہو چکے ہیں، یہاں صرف یاد تازہ کرنے کے لیے کچھہ کچھہ اشعار نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں —

مثلاً تلوار کے چلنے اور گھمسان لڑائی ہونے کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے —

کھنا کھن تے کھڑکاں کے یوں شور اٹھیا
جوں تن میں پہاڑاں کے لرزا چھوٹیا

(تلواروں کی کھٹا کھٹ سے اس قدر شور برپا ہوا کہ پہاڑوں کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا) -

بلا نیند میں تھی سو ہشیار ہوئی
اجل خواب غفلت سے بیدار ہوئی

(بلا جو پڑی سو رہی تھی اس شور و غل سے اُٹھ بیٹھی اور خواب غفلت سے جاگ اُٹھی) -

سلاحاں میں کھڑ کاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رگت مل برسنے لگے

(تلواریں جو ہتھیاروں میں دھسنے لگیں تو آگ اور خون کی ملواں بارش ہونے لگی' یعنی تلواروں کی ضرب جو ہتھیاروں پر پڑتی تھی اس سے چنگاریاں نکلتی تھیں اور جو وار آدمیوں پر پڑتا تھا اس سے خون کی ندی بہنے لگتی تھی اور یہی خون اور آگ کی ملواں بارش تھی) -

ہو یاں لہو کیاں چھٹکاں ہوا پر بخار
ستیں تیغ جیباں نے شعلے ہزار

(لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے اور تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے) -

پھر یا نس کا کھڑ کاں کے چنگیاں تے روپ
ہوا نرم چاندنا سو سب گرم دوپ

(تلواروں کی پے در پے چنگاریوں سے رات کا روپ کچھ اور ہی ہو گیا اور نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی) -

ہوا دھکدھکی یک انگارا ہو لال
سگل اوت پانی کیا جل ابھال

(ہوا دھک اٹھی اور لال انگارا ہو گئی جس کی حدت سے پانی اونٹ کر بادل کی صورت میں نمودار ہوا)—

ہوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(ہوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا اور لہو جو اڑ رہا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا)—

فرنگاں پہ لہو کے کھلا لے دسیں
انوں پر تے دھاراں پڑا لے دسیں

(تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے اور انہوں پر سے خوں کی دھاریں پرنالوں کی طرح بہ رہی تھیں)۔

پوں کو سرنگ رنگ پیدا ہوا
شفق ابر پر سب ہویدا ہوا

(ہوا کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اور بادل پر تمام شفق چھائی ہوئی تھی)—

ایک دوسری جگہ لڑائی کے وقت میدان جنگ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے—

ہوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن اور دھوئیں کا ابھال

(ہوا نے پل بھر میں آگ کا آسمان اور دھوئیں

کا عجیب و غریب بادل پیدا کر دیا) ۔

غنیماں کے بھیجاں کوں کھانے شتاب
خوش آنے لگیا موں میں کھڑگاں کے آب

(دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے منھ میں پانی بھر بھر آتا تھا) ۔

کماناں رکھیا دل کشا کش ملیں
او بلنے لگے تیر ترکش ملیں

(کمانوں نے دلوں کو کش مکش میں ڈال رکھا تھا اور تیر ترکش میں سے ابلے پڑتے تھے) ۔

پھوکیا تیر یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھکتا ہے جیوں باولے کر بھو جنگ

(سخت بھالوں کا جسم یوں پھک رہا تھا جیسے اژدھا ہوا کھا کر پھنکارے مارتا ہے) ۔

بھڑکتے ترنگاں ہو آگاں دسے
سواراں بھوکے ان کے باگاں دسے

(بھڑکتے ہوے گھوڑے آگ بگولا ہو رہے تھے اور بھوکے سوار شہر معلوم ہوتے تھے) ۔

نشانی ہے جو مینہوں لانے کوں باو
دیوں یوں میراثے لڑای کوں تاو

جس طرح ہوا بارش لانے کی نشانی ہوتی ہے ، مرھٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رہے تھے) ۔

نکلتے ہیں جیوں باگ نخچیر کوں
نکل یوں مہراتے دونو دھیر سوں

(جس طرح شیر شکار پر لپکتا ہے اس طرح دونوں طرف سے مرہٹے لڑنے کو نکلے) --

ایک دوسرے مقام پر لڑای میں تلوار کے چلنے اور اس کی خونریزی کا ذکر اس طرح کرتا ہے --

شعر - جہومنا جھوم دو دھرتے آکر لگی
اگن خوب شمشیر کی دھک دھکی

(مطلب) دونوں طرف سے دھڑا دھڑ تلوار برسنے لگی اور تلوار کی آگ خوب دھکنے لگی

شعر - یکس یک پہ چیباں جو پڑنے لگیاں
رگت بند کیاں چنگیانچہ جھڑنے لگیاں

(مطلب) ایک ایک پر اس کی ضرب پڑنے لگی اور خون کی بوندوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں

شعر - رگت ان میں بہنے لگیا یوں سرنگ
پڑے بھوئیں پہ جیوں آگ جلتی کا رنگ

(مطلب) میدان جنگ میں بہتا ہوا خون یوں معلوم ہوتا تھا جیسے زمین پر دھکتی ہوئی آگ

شعر - هر یک لر چلی لہو کی بھر پور یوں
بھری مانگ میں بھوئیں کی سیندور جوں
(مطلب) خون کی ہر موج ایسی بھر پور تھی گویا
زمین کی مانگ میں سیندور بھرا ہوا تھا

شعر - دس آنے لگی ہم زمیں سرخ رو
ہوا لال رن بن جتا سو بسو
(مطلب) سطح زمین سرخ نظر آتی تھی اور جتنا
رن اور بن تھا وہ سب لال ہو گیا -

شعر - پہاڑاں و پربت سرنگ یوں دس آے
کہ جوں مخملی جھول ہاتیاں پہ بھاے
(مطلب) پہاڑ اور پہاڑیاں ایسی سرخ نظر آتی تھیں
جیسے ہاتھیوں پر سرخ مخمل کے جھول -

بعض اوقات نصرتی کسی حالت کا سماں صرف ایک شعر میں اس طرح کھینچ دیتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے اس کا نقشہ کھچ جاتا ہے - مثلاً نواب بہلول خاں کی فوج کا مقابلہ شیواجی کے لشکر سے ہے - شیواجی کا لشکر کثیر ہے اور نواب کی فوج قلیل - دونوں لڑنے مرنے پر تلے ہوئے ہیں، نہ اُن کے پانو اکھڑتے ہیں نہ یہ جگہ سے ہلتے ہیں - اس کیفیت کو اس نے ان دو مصرعوں میں کس خوبی سے بیان کر دیا ہے —

دندی بہوت اچھہ وو توٹلتے نہ تھے
عجب یو کہ تھوڑے ہو ھلتے نہ تھے

یعنے دشمن (مرھٹے) تو تعداد میں بہت تھے اس لیے ڈٹے کھڑے تھے اور ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے لیکن تعجب اُن (بیجاپوریوں) پر ھے کہ باوجود تھوڑے ہونے کے وہ اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کرتے تھے -

دیکھنے کی بات یہ ھے کہ اس تمام مطلب کو چلد لفظوں سے کس خوب صورتی سے ادا کیا ھے —

دہلی کی فوج کا سپہ سالار جے سنگھہ جب ہر طرف سے گھر جاتا ھے اور سخت پریشان ھوتا ھے تو اس پریشانی اور تردد کی صورت کیا خوب کھینچی ھے -

جو اُس سیس زانو میں مہماں ھوا
نظر کا ٹھکانا گریباں ھوا

یعنے اس کا سر زانو کا مہمان تھا اور اس کی نظر کا ٹھکانا گریبان تھا - اس سے بڑھ کر تردد اور فکر مندی کی صحیح تصویر ھو نہیں سکتی - بلاغت اور فصاحت دونوں ختم ھیں —

ایک جگہ آتش بازی کے بیان میں ھوائیوں کے چھوٹنے کے سمے کو کس خوبی سے ادا کیا ھے - ،

بلدیاں جب ھوایاں نے بجایاں تے ھور
ستیاں جب ثریا کے جھوکیاں کوں تور

هوائیاں اٹھیاں آگ کیاں ناگنیاں
ہوا پر سو جاکر سلپو لے چلیاں

یعنی ہوائیوں نے بجلیوں سے شرط باندھ رکھی تھی اور ثریا کے خوشے توڑ کے پھینک دیے تھے - یہ ہوائیاں نہ تھیں بلکہ ناگنیں تھیں جو ہوا میں جا کر سلپولے جلتی تھیں —

فراق یار میں انسان پر جو بے بسی اور بیقراری کی حالت طاری ہوتی ہے اور اس حالت میں اس سے جو جو حرکتیں صادر ہوتی ہیں اس کا بیان نصرتی نے گلشن عشق میں دو تین مقام پر کیا ہے اور بعض اشعار میں ایسی سچی اور پتے کی باتیں لکھہ گیا ہے کہ مثنوی میر حسن کا وہ مقام یاد آجاتا ہے جہاں شاعر نے بدر منیر کی اسی کیفیت کو بیان کیا ہے - اگرچہ نصرتی کا بیان اس قدر صاف سادہ اور نیچرل نہیں جتنا میر حسن کا ہے لیکن دونوں کے اشعار سامنے رکھہ کر پڑھے جائیں تو نصرتی کے کلام کی ضرور داد دینی پڑے گی - یہ خیال رہے کہ ان دونوں کے زمانے میں تخمیناً ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے - اگرچہ اعادہ ہوتا ہے لیکن چند شعر یہاں نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں -

کنور منوہر فراق کی حالت میں یوں گریہ و زاری کرتا ہے -

شعر - نہ کس سات کہنا مجھے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن خوش لگ آے
(مطلب) نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاھتا ھے
اور نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ھوتا ھے

شعر - دسے دیس تونت اندھاری مجھے
رین کال دوزخ تے بھاری مجھے
(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ تاریک نظر آتا ھے
اور رات کا وقت دوزخ سے بھی زیادہ بھاری معلوم ھوتا ھے

شعر - انکھیاں کھولتا ھوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا ھوں تو یو خوف آے
(مطلب) آنکھیں کھولنا مجھے ایک لحظے کے لیے بھی نہیں بھاتا
اور اگر بند کرتا ھوں تو یہ ڈر ھے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سنگ
ستے پھر کے خر من مھن من کے انگ
(مطلب) کہیں ایسا نہ ھو کہ وہ دشمن جاں پھر خواب
میں آ جاے اور پھر میرے دل کے خرمن میں آگ لگاے -

شعر - پڑیا آہ ماھی نمن مجھہ رھنا
گلوانا زباں ھور نہ چک مونچنا
(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رھنا پڑتا ھے
زبان بند اور آنکھیں کھلی ھوئی

اسی طرح مد مالتی کے فراق کا بھی ذکر کرتا ہے
اس بیان میں سے صرف چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

شعر - اوساساں نہ کچھہ مکھہ ستی بھا سکوں
نہ چک تے انجو بہار بھی لا سکوں
(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھہ سے آنسو باہر لا سکتی ہوں

شعر - یکہت نت رہوں غم سوں کر سر نگار
نہ کوئی بانٹ لیوے میرے دل کا بار
(مطلب) تن تنہا ہوں اور غم سے سرنگوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے غم کا بوجھہ بانٹ لے -

شعر - زراین اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھہ انگارے لگیں
(مطلب) لباس اور گہنا مجھے بدن پر آگ سا معلوم ہوتا ہے
اور سیج کے پھول انگارے معلوم ہوتے ہیں

شعر - تلے دن تو ہر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے پن بجر سل ہو سینے پہ رات
(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھہ کٹ جاتا ہے
لیکن رات چھاتی پر پتھر کی سل ہو جاتی ہے

شعر - چندر مجھ اوپر زہر کا ہو ایاغ
دیوے ہر ستارا میرے دل پہ داغ
(مطلب) چاند میرے لیے زہر کا پیالہ ہے
اور ہر ستارہ میرے دل پر داغ دیتا ہے

شعر - ادک سوز لگ مجھ تلپھڈا پڑے
اوسی گھات کے باج تب نا پڑے
(مطلب) سوزش دروں سے میں تڑپتی رہتی ہوں
اور اُس دکھ بغیر مجھے قرار بھی نہیں

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ہے
اور دن قیامت کا دن ہے

شعر - میرے سر تلیں یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھ دل کا حال
(مطلب) یہ کٹھن زمانہ جس طرح مجھ پر گزرتا ہے
اُس کا حال میں خدا کے سوا کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے روریا کے بدل
سو ہنس کھیل گمڈا سکیاں میں سگل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے میں سہیلیوں میں
ہنس کھیل کے وقت گزار دیتی ہوں

لیکن شعر تو یہ کہا ہے —

جو دیکھوں نجھا تو دسے نین میں

جو بولوں بچن تو بسے بین میں

غور سے دیکھتی ہوں تو آنکھوں میں بسا ہوا نظر آتا ہے اور جو بولتی ہوں تو باتوں میں رچا ہوا معلوم ہوتا ہے —

حسن بیان، تشبیہ و استعارہ اور مبالغہ

نصرتی حقیقی شاعر ہے، اس نے واقعہ کی تصویر کھینچنے اور نئی تشبیہوں کے پیدا کرنے میں بڑا کمال دکھایا ہے - اس کے کلام میں حسن بیان کی خوبی بھی اکثر جگہہ نظر آتی ہے - اس قسم کے متعدد اشعار اس سے قبل آچکے ہیں تاہم بعض شعر وضاحت کی غرض سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں —

دیکھیے سپاہیوں کی جرأت اور دلیری اُن کے بشرے سے کس خوبی کے ساتھہ دکھائی : -

هتیار ان کے اوسان، سینہ سپر

زمیں پر قدم آسماں پر نظر

زور بیان ملاحظہ ہو —

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لیئے میں باؤ

ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

خوف کی حالت جو فوج پر طاری ہوئی تو اس کی ایک کیفیت یہ بتائی ہے کہ ڈر کے مارے ان کے

بدن اتنے دبلے ہو گئے کہ جسم پر سے ہتھیار گر پڑے -

سلم ڈھل پڑے ڈرسوں پتلے ہو آنگ

شایستہ خاں جب دن کی لڑائی اور کامیابی کے بعد شب کو اپنے محل میں جاتا اور ماہرویوں کی صحبت میں رنگ رلیاں مناتا ہے اور شیواجی دغابازی اور چوری سے اس پر آپڑتا ہے تو اس واقعہ کے بیان کو شب کے منظر سے شروع کرتا ہے اور اُس شب کا سماں حالت کی مناسبت سے کیا خوب بیان کرتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچاں میں موں

اوپر تخت وہ جب گیا گھر منجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چاندر اُس کی ٹھار

گیا عیش میں کر سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اُس کے چوراں کا کھیل

جنگ کی شدت اور شمشیر زنی کی گھما گھمی میں زمین اور آسمان پر بھی عجیب حالت طاری تھی —

زمیں ہور فلک ہو کے یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں

فوج کے کوچ سے جو گرد و غبار اُڑا ہے اس سے چاندنی اور چاند کی کیا صورت بنی ہے ' اس حالت کے بیان میں حسن بیان اور تشبیہ دونوں قابل داد ہیں —

اوڑیا دل کے دھم تے دھولارا ہوا
صفا آب چندنا ہوا گد گڑا
سہے گرد یوں تن پہ چندر کے پاکھ
لگایا ہے جیوں مُکھ کوں جوگی نے راکھ
رات کی تعریف میں کیا پر لطف شعر کہا ہے
جو خوش مکھ پہ زلفاں پریشان کرے
ہر یک سیام بادل کو گریاں کرے

نصرتی نے تشبیہات میں بڑی جدت کی ہے اور نادر نادر تشبیہیں نکالی ہیں - مثال کے طور پر چند یہاں لکھی جاتی ہیں —

عجب کیا جو بل تجھ کرامت سے پائیں
تو یک ہات میں دو کلنگڑ سمائیں

(یعنے کیا عجب تیری کرامت کی بدولت ایک ہاتھ میں دو تربوز سما جائیں) —

چلیں باد صبا تے خوش صفا پانی پہ موجاں یوں
کہ جیوں محبوب کے مکھ پر ڈھلک زلف مسلسل کا

یعنے صاف شفاف پانی پر باد صبا کی وجہ سے اس طرح موجیں چل رہی تھیں جیسے محبوب کے چہرے پر زلف مسلسل کا ڈھلکنا -

حوض کی تشبیہ ملاحظہ ہو -

مگر نیم کاسہ فلک کا نکال
رکھیا تھا قضا بھر کے آب زلال

کھوڑے پانی پر چاندنی کے پڑنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے —

چلدنا کھوڑے پانی پہ بھکی یوں یون لک لکے
جوں مہرہ پھرنے میں جلا دکھلاے کاغذ آر کا

یعنی جیسے کاغذ پر مہرہ پھرنے سے جلا پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چمکنے لگتا ہے یہی حالت پانی کی چاندنی کے پڑنے سے تھی —

شیواجی کی فوج جب شکست کھا کر پسپا ہوتی ہے تو اُس کی زبانی اس حالت کو یوں بیان کیا ہے —

اُڑاے ہیں فوجاں کو مجھ خس کے ناد
ابھالاں کے ٹکڑیاں کو جوں تند باد

میری فوج کو خس و خاشاک کی طرح یوں اُڑا دیا ہے جیسے تند ہوا بادلوں کے ٹکڑوں کو اُڑا دیتی ہے —

کچا توڑنا خار بہتر دسے
کہ چھوڑے تو ہو پختہ خنجر دسے

کانٹے کا کچا ہی توڑ ڈالنا بہتر ہے ' چھوڑ دیا تو پختہ ہو کر خنجر ہی بن جاے گا —

مرھٹے چپل مادیاناں سوار
پریاں جیونکہ جناں کے راناں تلہار

مرھٹے تیز رفتار گھوڑیوں پر سوار ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا پریاں جنات کی رانوں تلے ہیں - کیا خوب تشبیہ ہے —

تلوار کی تیزی اور برش یوں بیان کرتا ہے —

کھڑگ دل میں گزرے خیالاں تے تیز

ایک دوسری جگہ اسی کو اس طرح لکھتا ہے -

ستیا جس پہ پرتو کھڑگ خان کا

گیا جل وجود اُس کے اوسان کا

یعنی جس پر خان کی تلوار کا پر تو بھی پڑ گیا تو اس کے اوسان کا وجود جل کے خاک ہوگیا —

شہے گرد یوں تن پہ چندر کے پاکھہ

لگایا ہے جیوں مکھہ کوں جوگی نے راکھہ

چاند پر گرد پڑنے سے وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا تھا جیسے جوگن اپنے منہ پر راکھہ مل لینے سے اچھی معلوم ہوتی ہے —

دسے اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور

کہ جیوں ناچنے پر پھولایا ہے مور

کیا اچھی تشبیہہ ہے - یعنی اونٹوں پر اس قدر تیر پڑے تھے کہ وہ بیٹھے ہوے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ناچتے وقت مور پر پھلائے ہوے —

ہوا رند جن ٹک کھڑا پانوں گاڑ

دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ

یعنی جو میدان جنگ میں ذرا ثابت قدم ہو کے کھڑا رہا اس کا سر قلم ہوگیا اور اُس کی حالت اس درخت کی سی ہوگئی جس کی ڈال ڈالیاں کاٹ لی

جائیں اور رنگ مغلق رہ جاے —

ہوا ہر طرف یوں حشم کو شکست
لگے پر دھکا جوں کہ چیونٹیاں کی رست

یعنی فوج شکست کھا کر یوں تتر بتر ہو گئی جیسے
چیونٹیوں کی قطار دھکا لگنے پر —

صف سے تیروں کے ایک ساتھہ چلنے کی تشبیہ کیسی
صاف اور نیچرل ہے —

اوڑے کھیت تے جیوں ہزاروں تلیر

جنھوں نے درخت پر سے یا کھیت میں سے تلیر اڑتے
دیکھے ہیں وہ اس کی داد دیں گے —

ٹھنڈا تک ہوا یوں مدن مد کا تاؤ
کہ جیوں دود ابلتے پہ کرتے تھے باؤ

یعنی اس محبوب کا تاؤ یا جوش کسی قدر دھیما
ہوا جیسے اُبلتے دودہ کا ابال ہوا دینے سے کم ہو جاتا ہے —

ہوے تن ہو بے سر رگت یوں رواں
ہنقا جا پڑے شہد کا مرتباں

بے سر تنوں میں سے خون اس طرح جاری تھا جیسے
شہد کا مرتباں الٹ جاے تو اس سے شہد بہنے لگتا ہے —
جنگ کے روز کیا کیفیت تھی —

گگن پر ستارے ہوے ہال میں
ہدرنا ہے سیماب جوں تھال میں

آسماں پر ستارے اس طرح ہل رہے تھے جیسے تھال

میں پارہ ہلتا ہے —

کماناں پڑیاں تٹ کے چلے انوپ
کہ جیوں دھا منیاں بھار لیٹیاں ہیں دھوپ

کمانیں چلوں سے الگ یوں ٹوٹی پڑی تھیں جیسے
دھامنیں دھوپ کھانے کے لیے باہر آپڑتی ہیں —

ووڑا وور میں آگ کھڑگاں تے جھڑ
سپر چر موتی جھڑں ہونے سو پیڑ

یعنی تلواروں سے پے در پے آگ جھڑ رہی تھی جس
سے ڈھالوں کی یہ حالت تھی جیسے بھنے پاپڑ —

سراں ہور انتڑیاں ہویاں چھل پھل
کھے توں کہ پسری کلنگریاں کی بیل

سر اور انتڑیاں یوں بکھری پڑی تھیں جیسے تربوز
کی بیل پھیلی پڑی ہو - کیا صاف تشبیہہ ہے —

کھڑے تھک ہو رجپوت برچھیاں سنگات
بتیاں موم کیاں جیوں فراشاں کے ہات

راجپوت برچھیاں لیے ہوے اس طرح مبہوت کھڑے
تھے جیسے فراشوں کے ہاتھ میں موم بتیاں -

دسیا مغز سر پھوٹ گرزاں تے یوں
دکھیں پھوڑ ناریل کھوڑے کوں جیوں

گرزوں کی مار سے سر پھوٹ کر مغز نکل آئے
جیسے کوئی ناریل کا خول توڑ کر اس کی گری نکال لیتا ہے -

سراں پھوٹ جیوں خربوزے کے پڑے
دسیں ہو کلنگڑے ملتا سے بڑے

سر پھوٹ پھوٹ کر خربوزوں کی طرح پڑے تھے اور سروں کے بڑے بڑے عمامے تربوز معلوم ہوتے تھے —

شاعر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ بھالے اس زور سے پڑ رہے تھے کہ زرہیں کچھ کام نہیں دے رہی تھیں' وہ اِس خیال کو اِس طرح بیان کرتا ہے -

زرہ نا رکھی تن کو بھالے تے جھانپ
کہ انگڑے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ

یعنی جس طرح مکڑی کا جالا سانپ کو نہیں روک سکتا اسی طرح زرہیں بھی ڈھالوں کے روکنے میں بیکار تھیں —

یہ شعر بادشاہ کی تعریف میں ہے -

جم اس ذات میں خلق و خوبی ہے یوں
اچھے پھول میں رنگ ہور باس جوں

یعنی اس کے اخلاق اور خوبیاں فطری ہیں یا اُس کی ذات میں اس طرح ملی جلی ہیں جیسے پھول میں رنگ و بو —

مبالغہ بھی شعر کے وصف میں داخل ہے' نصرتی نے اس صنعت میں بھی موقع موقع سے اپنا کمال دکھایا ہے - دو چار مثالیں یہاں لکھی جاتی ہیں --

پہاڑی رستے کی دقتوں کے بیان میں کس دقت

پسندی اور مبالغے سے کام لیا ہے –

کوبل تھا کہستان کے مُکھ پہ گھات
معمے سے موہوم تھی جس پہ بات
کہ جس بات مشکل کا لینے میں ناؤں
زباں کا پھسلتا ہے جم مُکھ میں پانوں

پہلے رستہ بڑا تھوڑا تھا اور پتا معمے سے بھی زیادہ موہوم تھی ' اُس مشکل رستے کا نام لیتے ہوئے زبان کا پانوں مُنہ میں لڑکھڑاتا تھا –

گرمی کی حدت کو کس خوب صورتی سے ادا کیا ہے -

لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دینے لگی تن پہ داغ

گرمی سے دماغ سر میں پکنے لگے اور زرہ اس قدر گرم ہو گئی کہ بدن پر داغ دینے لگی --

گھوڑے کی چھل بل اور تیز رفتاری دیکھیے —

کیا شہ کا تازی تیز پرھے ناز کی بازی بھریا
سکتی ہے جس طناز کن پرواز نس دن شہپری
خوش رنگ کس یک پھول کا ہرگز تفاوت نا کرے
گلشن اوپر چل جاے تو مانند باد صرصری

بادشاہ کا اسپ تازی کس قدر تیز رفتار اور طرار ہے کہ جس سے شہپری ناز و انداز سیکھتی ہے - اگر اس کا گزر گلشن میں ہو تو باد صرصر کی طرح گذر

جاتا ہے اور کیا مجال کہ کسی پھول کا رنگ تک میلا ہو جائے —

تھلتی کی تعریف میں کیا عجیب مبالغہ کیا ہے —

بیشک وطن اس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو پے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کوں تھار آج

یعنی گرمی اس دنیا سے کبھی کی رخصت ہو جاتی اگر عاشق اُسے اپنے دل میں جگہ نہ دیتے —

تیر اندازی میں ہاتھہ کی صفائی اور کمال کا مبالغہ حد سے گزر کر افراق تک پہنچ گیا ہے —

صفای دیکھو اُس صفا دست کی
صفا کات کی ناز کی شست کی
کہ موہوم کے تل کو کیتا دو پھانک
تصور کی مچھلی کو ماریا ہے آنک

ذیل کے شعر میں مبالغہ ہے لیکن کس قدر خوب صورت!

اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھہ نت وہاں رصد بلند کام

یعنی اندھیرا اس غضب کا تھا کہ دن میں تارے نظر آتے تھے اور رصد والے وہاں بیٹھہ کر ستارہ شمار وغیرہ کا کام کرتے تھے —

دیگر اصناف سخن

نصرتی نے تقریباً ہر صنف سخن میں کچھہ نہ کچھہ

لکھا ہے - مثنویوں اور قصیدوں کا ذکر ہو چکا ہے، اب دوسری اصناف کا ذکر کیا جاتا ہے —

غزل ہمیں فارسی سے ملی ہے اور ابتدا سے اردو کے ساتھ ہے اور ہوتے ہوتے اس نے وہ زور پکڑا کہ ایک مدت تک اردو شاعری غزل گوئی کی ہو کے رہ گئی - نصرتی نے بھی غزلیں کہی ہیں - یہاں میں اس کی ایک مسلسل غزل نقل کرتا ہوں جو خاص لطف رکھتی ہے —

چندر بدن کہیا تو کہی موں سنبھال بول
سورج مکھی کہیا تو کہی یوں نہ گھال بول
دونوں بھی تجھ نکھوں تو سکے تجکوں کیا کہنا
کہی اس بہشت حسن کوں جم جگ اوجال بول
بولیا نشاں ہے عشق کی راوت کا قد ترا
بولی کہ فوج فتنہ اوچانے کی ڈھال بول
بولیا رہنے منگے ترے سس پھول کن ہلال
بولی کہ باولی میں ہے گی تجھ سے نال بول
بولیا کہ تجھ فراق تھے کے عاشقاں خراب
بولی مرے وصال ملنے کیا تجھ ہے حال بول
بولیا کہ کعبہ دل ہے تو دل توڑنا حرام
بولی بتاں کے ہت تھے توٹے تو حلال بول
بولیا کہ لئی دنوں تھے تری بندگی میں ہوں
بولی کہ خیر یوچ کیتک ماہ و سال بول
بولیا کہ کیا ہے جلوۂ جاں بخش بیدلاں
بولی شکر لباں کے ادھر کا اگال بول

تجھہ مدمتی کی چال کہیا میں کہ کبج کو سکھہ
ہنس کر کہی کوے کوں نکو ہنس کی چال بول
بولیا کہ سروقد ترا لایا نظر میں دل
بولی کہ خوب اس کوں اجھوں دیکھہ بال بول
بولیا کہ دیکھنے میں تجھے طبع تازہ ہوئی
کہی نصرتی تو ویسے میں نازک خیال بول

ایک غزل نصرتی نے بعض شاعروں کی ہجو میں بھی لکھی ہے جس کے دو چار شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

نا وزن نا تلازم نا قافیہ ردیف ہے
مہمل بچن سراسر جانوں بھور جوڑا
نا علم میں دخل ہے ناباب کوں (ہیں) بوجنے
جب بلہوس ہو تھرکیں جیوں شہد پر مکوڑا
تازی کی تیز بازی مشہور اس جگت میں
اس کی برابری کوں کیا خر کرے نگوڑا
اے نصرتی کلا کر اب چپ رہنا بھلا ہے
بادل کے گڑگڑے سوں طبل ہوا ہے بوڑا

ایک غزل میں اور نقل کرتا ہوں، جس سے اس کے کلام کی روانی، فصاحت اور عاشقانہ انداز کا صحیح اندازہ ہوتا ہے —

مغرور بے خبر ہے مدسوں مدن کی بالی
عالم کے جیو لینے لوچن میں ہے سو لالی

اس خام سن میں دیکھو کیا پختگی کے فن میں
دیلے کو وصل کا پھل لینے کو جیو اتالی
برھی کے نس میں غم سوں جلتا ہوں شمع نمنے
دکھلا مہا درس کا اے خاور جمالی
مجھ من کرا کبوتر ہے تجھ ہوا میں حیراں
پھر پھر نکو ازادے پلکاں کی مار تالی
مجھ تجھ میں آ کھڑیا ہے احوال شہ گدا کا
کہتا گتھا یو سر تے اچھتا اگر ہلالی
سلتے سہپ عجب کیا ہو تلخ طبع شیریں
نا بات سوں نہیں کم شکر لباں کی گالی
کڑوے بچن ہنسی میں یوں او چھپا لجاوے
کرتے ہیں مکھ میٹھا جیوں دارو پلا کسالی
سو فن ترے نہو سیں مجھ یک ہنر برابر
جیو کھیلنا کبل ہے اے بلہوس خیالی
رندی کے فن ریا کی باتاں ہیں کیوں چھپے کیں
جو ہے سو عکس دل کا دستا ہے جگ میں خالی
سرمست نصرتی سوں چل سی نہ کچھ حریفی
خوبوں کی بزم کا ہے او رند لا اُبالی

نصرتی کی غزل میں معشوق عورت ہے اس کی غزلوں اور رباعیات وغیرہ میں علاوہ الفاظ کے ہندی کلام کا اثر پایا جاتا ہے۔

نصرتی نے رباعیاں بھی بہت سی کہی ہیں۔ چند یہاں لکھی جاتی ہیں—

۱

اے اسم ترا سب میں مجھے وافی ہے
ہر درد کوں اِس دل کے وہی شافی ہے
فرحت ہے مرے جیو کوں ترے فکر کی آس
یک تونچ دو عالم میں مجھے کافی ہے

(۲)

بد گوئی کے مجھ حق میں بچن چل سیں نا
ڈونگر تو کدھیں پھونکے تھے تل سیں نا
پھرتی ہے دو تن پیو کی چپ روتی دیکھ
ہرگز تو تتے پانی سوں گھر جل سیں نا

(۳)

دنیا کے سواداں ستی مکھ موڑ ستو
سب اُس کے تعلق ستی دل توڑ ستو
بھوتوں کے یو باتی ہے فلک کا پرکار
شوکت کی ھنڈی گُھر پہ لیجا پھوڑ ستو

(ھندی کی مشہور مثل ہے " ساجھے کی ھنڈیا چورا ہے میں پھوٹے)

(۴

تجھ عشق کے دریا ملیں جن تیر گیا ہے
وہ گوہر مقصود کماں کر سو لیا ہے
گوشے میں نشست ہو کے توں گر چلہ نہیے
تب نامی (٦) نشاں اس کو یو مطلب کو سیا ہے

(۵)

کر قصد تو چھپ کُلبج نشیں ہونے میں
روتی پچھے مت لگ توں جلم کھونے میں
مشہور ہے اپڈاچ جہاں باتن ہار
بسرے نہ وو بیٹھے تو بی چھپ کونے میں

---

(۶)

پروپے کے ہیں پھول ترے اے نار سرس
یا پھپ کمودھن پہ بھنور بیٹھا دھس
نیں نیں یو ترے کام کی ہے بست تسے
سر پوش کلچن کے اوٹ نیلم کے کلس

---

(۷)

ناداں سوں نصیحت کے بچن بول نکو
پانی منے کھاری توں شکر گھول نکر
کیا قدر گُہر کی بوجھے بد ڈوہر
دھنگر کے انگے مانک کا کھو مول نکو

---

(۸)

تعجب ہے کہ نصرتی نے بیجاپوری اور دکنی ہوکر
اہل دکن کی بیوفائی کی شکایت کی ہے - وہ رباعی یہ ہے -

یاران دکن کس سوں وفای نہ کریں
ہوئیں تو بلند بخت بھلائی نہ کریں
خوبی تو میں ان کی کہا قطع نظر
اپکار ہے گر پھر کو برائی نہ کریں

(۹)

اغیار پلے کی ہے اے شوخ چلچل تجہ گت
ظاہر تو وفا دستا باطن میں دغا کی بست
سر رشتہ محبت کا ریشم کی نمن اچھلا
صورت میں نرم نازک سیرت میں قوی دست

علی عادل شاہ ثانی (تخلص شاہی) کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے —

تج گال پر نکہ کا نشاں دستا ہے مجھ اِس دھات کا
روشن شفق میں جگمگے جیوں چاند پہلی رات کا

نصرتی نے مخمس کی صورت میں اس غزل کی تضمین کی ہے' اس کے چند بند لکھے جاتے ہیں —

دیکھیا سو رترے تجہ نین برقاں ستیاں اوسان سب
کرتیں بچن یوں گن بھرے طوطیاں نے بسرے گیان سب
کانور سے عارض تیے تجہ پھولاں دسے حیران سب
تج زلف مشکیں دیکھ کر سانپاں تجے ان پان سب
تج لب کری لالی انکھیں لالاں ستے سدھ گات
نظراں سوں کوندے جیو کے آصدرا کوں یوں چوندھور سوں

بھس اس میں جب مشغول ہوے جھونکہ ھوس اُنھچھر سوں
کیا کام کیٹے ناز کے دیکھلا سکت تدبیر سوں
ابرو کماناں کھینچ کو مارے پلک کے تیر سوں
زخمی ھوا دل کا ھرن ! کیا نشان تجہ ھات کا

کسوت مکلل جب بنا ھو آفتاب آتی ھے توں
دیکھے پرہ جی بھولیا ھے سد سمجھے نہ دن ھو رات کوں
بولیا وھی خوشحال ھو پھر یہ موں آدیکھیا سو موں
مکھوا سکی کا عھد سا دستا اچنبک نور سوں
تس کیس پر زر کا انچل جھلکت ھے شبرات کا

عالم تھے بے پروا ھے او جس دل کوں توں پیاری لگے
خوبی ھے سب دنیا کی وھاں تجہ جیو کی جاں پیاری لگے
تجہ لب کوں پیوے سو اسے امرت تھے بیزاری لگے
تیرے بچن شیریں انگھیں شکر دیکھو کھاری لگے
مکھہ میں اوچا کاری لیا تر کر ھیا نابات کا

مشکل پرت کا کھل منڈ جب توں سبب سازی کرے
چکچک حریف اپنا علی عادل شہ غازی کرے
آخر عرابوں پر دمار اپنا سر افرازی کرے
بدبل پرت کا ماند کر "شاھی" سوں جب بازی کرے
لیکی بھولا من کا ترنگ رخ لیا رکھے شہ مات کا

اے نصرتی جب توں سلگے لکھنے مخمس بے بدل
تو قافیاں میں لیا بندھیا استاد عالم کی غزل
الحق بنایا توں پدک نکہ تلدھی حوراں سے نول

زینت ہے دنیا میں رہنا سب عارفاں کے جیو کی کل
معنے بجھاے قدر وہ جو ہوے دھنی خوش بات کا

اس کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم عصروں نے جیسا کہ قاعدہ ہے اس کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے جس سے بر افروختہ ہوکر وہ کہیں کہیں اپنی تصانیف میں ان نکتہ چینیوں کا جواب دیتا ہے ' چنانچہ گلشن عشق کے آخری باب میں لکھتا ہے —

کریں بے سمجھہ یا جو حاسد اوداس
تو دونو ہی معذور ہیں میرے پاس
سرس شعر ادیکھے کوں کاں خوش لگاے
کہ الوان نعمت دوکھی کوں نہ بھاے

اسی طرح علی نامہ کے آخر میں کہتا ہے —

یکیک فن میں کئی سحر کے کر کے چھند
خبیثاں کی جیباں کوں کیتا ہوں بند
ادیکھے جو یا جوج ہوئیں لاکہ لاک
کہ ہوں میں جہاں وہاں نسکیں وو تاک
حقیقت میں جو ہوئیں کوتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب ست سب ہذر

یہ اشعار تو خیر معمولی ہیں جو شاعر اکثر حاسدوں کے متعلق لکھہ جاتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخالفوں نے اس کی زبان اور کلام کے متعلق بہت کچھہ زہر اگلا تھا جس پر جل کر اس نے ایک ہجو

قصیدہ لکھا جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں - بعض شعر جو فحش ہیں خارج کر دیے گئے ہیں —

سخن ور شعر کہنے تے رہنا چپ آج بہتر ہے
جماعت ہرزہ گویاں کی کہ ہر کونچے میں گھر گھر ہے
سخن ور کا سخن کچھ ہور بچن کچھ ہرزہ گویاں کے
ملونہ خام طفلاں کا نہ کہیں مرداں برابر ہے
ہنر یو آنہارا نہیں کدھیں مہمل کوں بن جھلکے
ہنر مند انچھ سوں دایم عداوت دل کی سر بر ہے
کہوانا مکھہ سوں شاعر کچھ ہے فن سوں شعر کہنا کچھ
کرے راواں حجابت کہا گر یک پستک تس ازبر ہے
ہمن سوں جول رکھتے آہمن جیسا چہ کوی اچھنا
نہ رکھہ سی باز کے بازو گر اشتر مرغ کوں پر ہے
جن اپنی خوب صورت پر ہنر میں ناز دیکھلا رے
اُنے ٹک موں بھرایا تو وو گوز خر تے کمتر ہے
کہنا نا نازنیں صورت زنانہ شعر یو ہرگز
کہ مشکل ہوے خنسے کوں سمجنا مادہ یا نر ہے
مصفا ہور موزوں چپ کہنے تے شعر ہوتا نہیں
ہوا کہا چھاچھہ دود اجلا ولے لذت میں ابتر ہے
جو لذت دل نے سمجی سو کہنے نہیں بات سوں آتی
بزرگی دل دی اس جاگہ زباں میں کاں میسر ہے
نہ آوے علم پڑنے تے غبی کوں کچھہ ہنر مادی
سکے کاں دوڑ تازی کی جو کم ذات اصل میں خر ہے

عروضیاں پڑکے کرنا کہا ' اچھے تو طبع ناموزوں
کہ بہلکی سطر لکھلے کن نکامی نہت مسطر ھے
طبیعت حق نے بخشی پن سخن کوں قدر نہیں ذرہ
ہوے بن آسمانی فیض کہیں پتھرا بھی جوہر ھے
ملائق کی روش کچھہ کم نہیں سلدھے کی بوری تھے
اُپر ہموار ہور بھتراں سب کاتھاں کیرا تھر ھے
مچے دوموں کے لوکاں سوں بڑا ڈر بات کرنے کا
پچھیں تھے جے کہے سوا و جواب اسکوں نہ اکثر ھے
مثال ایک شعر میں اپے شعوری خوب بولیا ھے
کہ جس کی ات ہلر ملدی مرے کن نت مقرر ھے
عجب کیا شعر ادیکھے کے کروں کہیں پر درست آخر
جو بسرے بات اسکندر تو گھوڑی اس کوں رہبر ھے
حسد کے درد ملداں تدیں مٹھانا مکھہ کوں لگسی ہو
لگے جیوں زہر امرت سا سخن گر روح پرور ھے
بھرا ھے خبث تھے سارا قباراں اُن کے ہیتاں میں
چکل تک داب پکڑے توہزار یکدم میں تر تر ھے
دیکھاویں مواویت وہاں کہ جاں کوئی نہیں ھے مجلس میں
کُتیاں کا راج اس جاکا جہاں خالی جو کوئی گھر ھے

... ...

اگر خوش شعر پڑکر بے سمجھہ ہنگے تو کچھہ غم نہیں
کہ شعر اتنا چہ سمجھے ان اپیں جتنا سخنور ھے

نظر میں کور طبعاں کے گلستاں عین خارستاں
ہنر باریک بیں آنکھیں ہر یک کاری بھی دونکر ہے
گلاں رنگیں نظر یر نہ رہے ہر داغ چھاتی میں
دسے تو خار یکہا دا وہی آنکھانا ان کی انسر ہے
جو صاحب طبع ہیں ان کوں بھی سب وقت اختیاری نہیں
کہ ہو الہام تب آتا کہ جس بن جے مقدر ہے
کرم کر حق تعالیٰ یوں دیا اس فن کی دولت مجھ
میری نوبت کے طبلاں سن دندی بد مغز نت کر ہے
میرا استاد عالم اور مربی ہے کہ اس شہ کوں
پچھانے پھر کر اپڑا کہ جس فن کا کبیشر ہے
علی عادل شہ غازی جو ہے صاحب خرد ایسا
کہ ہر مشکل ہنر جس کی غلامی کاچ مظہر ہے
فزا کا فیض مجھ حق میں عطا ہو شہنچہ سمجے پر
ہنر سب بخشنے کے تیں سبب وے بندہ پرور ہے
نوی میں طرز پیدا کر کہیا ہر بہانت شعر ایسا
سخن نو سکھ کا منزل کوں انہوں نے نت یو رہبر ہے
دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ہوا کیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر وو دفتر ہے
خدا بخشی کوں طبعاں کی پرس ہے مجھ سخن الحق
لگے یو جس پھتر دل کوں وہ پھر دیکھے تلک زر ہے
مرا شعر اہل کو ... ... مشقت خیر ہوے جانو
ولے کم ذات کے ہت میں سخن پڑنے تھے یوں ڈر ہے

طبیعت جس سخن تے پا جو ھوے پھر عیب چھن تس کا
ھوا جھوں باپ سوں منکر حرامی نسل اکثر ھے
بجز صاحب نظر ھرگز ھنر کی قدر کن بوجی
دیے تو ھات اندھلے کے برابر سنگ و جوھر ھے
ترینہ ھر سخنور کا ھنر منداں سمجتے ھیں
اچھے جاں سوچ زن دریا تو کس گنتی میں وھاں لر ھے
غزا کا تیغ ھے الحق اگرچہ معجزہ سخن لیکن
سور جب اتھہ ایں دوڑے تو لازم وار اس پر ھے
زباں گرداں لے رھنا اپنا اے نصرتی بہتر
کہ کرنا ھجو لایق نہیں نہ حاسد تجھ پر ابتر ھے
الہی جب تلک لعنت اچھے ابلیس پر تب لگ
سیہ رو آچھو جگ میں کہ جے حاسد بد اختر ھے

اس ھجویہ قصیدے میں ایک بات قابل غور ھے' اس نے یہ فخریہ بیان کیا ھے کہ میں نے دکھنی شاعروں کی روش پر شعر نہیں کہے اور جسے باور نہ ھو وہ میرے کلام کو ان کے کلام سے مقابلہ کر کے دیکھ لے —

دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ھوا کیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر وو دفتر ھے

حالانکہ خود اس نے بار بار اس کا اعتراف کیا ھے کہ میں نے دکھنی زبان اور دکھنی شعر کو کہیں سے کہاں پہنچا دیا ھے - یہاں غالباً اس کا مطلب یہ معلوم ھوتا ھے کہ اس سے پہلے جو شاعر گزرے ھیں ان کی

تقلید نہیں کی بلکہ فارسی شعرا کے رنگ میں لکھا ہے۔اس کی زبان بھی ٹھیٹ دکھنی ہے لیکن دوسرے شعرا کے مقابل میں مشکل ہے اس لیے کہ اس نے رزم و بزم کے دونوں میدانوں میں یکہ تازی کی ہے جس میں مختلف قسم کے حالات اور واقعات طرح طرح کے مناظر اور جذبات کی کیفیت بیان کرنی پڑی اور موقع اور محل کی خصوصیت سے بعض اوقات انوکھے اور غیر مانوس الفاظ اور محاورے استعمال کرنے پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے معاصرین نے اس کی زبان پر حرف گیری کی ہے جس کا اظہار خود اس نے اپنے کلام میں کیا ہے —

حقیقت میں جو ہوئیں کوتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب ست سب ہنر

شفیق کو بھی اس کی زبان کے متعلق شکایت ہے چنانچہ وہ اپنے تذکرے میں لکھتا ہے "اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید"۔ شفیق کی شکایت تو خیر ایک حد تک بجا ہے کہ وہ اورنگ آبادی ہے لیکن نصرتی کے معاصرین کی شکایت کسی قدر حیرت انگیز ہے —

نصرتی خود اپنے کلام کی قدر سمجھتا تھا اور اسے اس بات پر بجا فخر تھا کہ اس نے دکھنی زبان کو سنوارا ہے اور اس میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور وہ

وہ چیزیں لکھی ہیں جو اس سے پہلے ناپید تھیں۔ دکھنی ایک بے مایہ اور بے حقیقت زبان تھی اس نے اس میں جان ڈالی اور اسے سزاوار تحسین بنایا —

گھڑیاں ہوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی مد میں اوتیا سخن
لگایا ہوں کے نگ طبیعت سوں اوت
دیا خوب سورج کے مہرے سوں جوت
اول کے اگر لوگ برنا و پیر
کتے تھے کہ ہے شعر دکھنی حقیر
حقیقت میں ان کی طرف حق اتھا
کہ تب شعر بے مایہ مطلق اتھا
سزاور تحسین ہے یو شعر آج
نہ کوئی رکھہ سکے بات حاسد کے باج

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہندی میں فارسی کی سی فصاحت اور حسن نہ تھا لیکن ہندی میں بھی بعض خوبیاں ایسی ہیں جو فارسی میں نہیں - میں نے دونوں کی خوبیوں کو دھیان میں رکھا اور ہندی شعر کو فارسی کا ہمسر بنا دیا ہے - اُس کا یہ دعوی بجا ہے، اس کے کلام پر جس قدر فارسی کا اثر ہے اُسی قدر ہندی کا بھی ہے۔ اس نے دونوں رنگ سمو کر اپنے کلام میں نئی شان پیدا کی ہے —

مری ہر بچن ہے معانی کی موت
رکھیا ہوں سو تونگر کوں کاری کے اوٹ
تک آیا ہوں جاں سحر کے کام میں
رکھیا بھر سمندر کوں یک جام میں
ہنر کا ملا موپ لگی مایہ دار
عمارت اوچایا ہوں خوش پایہ دار
معانی کی صورت کی ہے آرسی
دکھن کا کیا شعر جوں فارسی
فصاحت میں گر فارسی خوش کلام
دھرے فخر ہندی بچن پر مدام
وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر
نہ سکتے ہیں لیا فارسی میں سنور
میں اس دو ہنر کے خلاصے کوں پا
کیا شعر تازہ دونوں فن ملا

(یعنی اگرچہ فارسی کو فصاحت میں ہندی پر فخر حاصل ہے لیکن بعض خوبیاں ہندی میں بھی ایسی ہیں جو فارسی میں نہیں پائی جاتیں۔ سو میں نے دونوں کی خوبیوں کو ملا کر ایک نئی شان پیدا کی ہے) —

اس کے بعد حاسد پر پھر چوٹ کرتا ہے کہ اُس کا حسد سے یہ کہنا کہ یہ تو دکھنی کتاب ہے کوئی معقول بات نہیں - خریدار کو اچھے سودے سے کام ہے نہ کہ دوکان کے در و دیوار سے —

ادیکھیا ادک ہو حسد سوں کباب
کہے بول اتنا کہ دکھنی کتاب

سمجدار کوں خوب سودے سوں کام
نہ دوکان کا دیکھنا سقف و بام

اسی طرح وہ اپنی دوسری مثنوی (علی نامہ) کے بارے میں کہتا ہے —

عجب فن کی بولیاں ہوں یہ مثنوی
کہ کئی بھانت ہے اس ہنر میں نوی

سنواریا ہوں کئی بزم کی انجمن
کھلایا ہوں خوش رزم کے پھولبن

بھریاں ہوں ہنر سوں سراسر کتاب
رکھیا ہوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

آگے چل کر پھر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ میں نے ہندی اور فارسی دونوں کی خوبیوں کا ست نکال لیا ہے۔

میری بات میں لاف نیں ہے خلاف
کہ نادان کا ہے ہنر عین لاف

کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا ہوں بڑے دبدبے کے سکات

کیا میں تو قطع نظر لاف سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

کہ کہوں میں پکڑ آج بھانت آگ۔
زبوں بات کوں کر دکھایا —

اگر کوی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ھندی و فارسی

اگر اوھے کامل سمج کا دھنی
تو اس یک سوں ھوے دو ھنر کا غنی

کہ دونوں کی خوبی منجہ انکھیاں میں آن
خلاصہ نکالیا ھوں خوش مایہ چھان

آخر میں فخر کے ساتھہ اپنے تمام کلام پر نظر ڈالتا ھے اور اپنی رزم و بزم پوش کر کے نکتہ چیں کو چنوتی دیتا ھے —

کیا ھوں کوبل تھی سو وہ چلکے پلٹ
کیا ھوں قصائد نول ان کللت

دیکھو بات منجہ عشق میں بے جواب
کہ ھے گلشن عشق حاضر نقاب

جو ھوتے ھیں معشوق و عاشق میں کام
کیا ھوں وو سب نازکیاں سوں تمام

دیکھیں رزمیہ گر کلے کا ھار
پڑیں شعر یو ھے سخن مختصر

نر ھے منجہ میں اور ھر مدعی میں سخن
نہ ویسا ھوں میں وو بی نہیں منجہ نمن

ادک تیز تازی تبے میرا خیال
تھکانے میں جس کی فلک پر ھے جھال

قلم ہے مرا مست ہاتی تے چڑ
جدر رخ کیا فتح کیتا رگڑ

نشان آج مجھ طرز ہے بے مثال
صفاں میں سخن کے ہتی پر کی ڈھال

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض ہے کہ نصرتی یا اس سے قبل اور بعد کے بعض شعرا کے کلام کو قدیم اردو کہنا زبردستی کی بات ہے - انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زندہ زبان ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے اور یہی اس کی زندگی کی علامت ہے - وہ مردہ زبان ہے جو صدیوں اور کاغذوں کے قفلوں میں بند ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے - اگر اُن صاحبوں کے معیار پر اساتذہ کے کلام کو جانچا جائے تو ولی اور ایک مدت کے بعد میر وغیرہ کے کلام کو بھی اردو سے خارج کرنا پڑے گا - میں نصرتی کے چند صاف شعر پیش کرتا ہوں اور ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ یہ اردو نہیں تو اور کیا ہے -

نہ موجود ہونے کے مختار تھے
نہ اس زندگی کے ہوسدار تھے

کروں شکر منعم کا لاریب میں
کہ پایا ہوں یو گنج از غیب میں

جلے جگ میں یوں راست بازی رکھی
خدا تس کی یوں سرفرازی رکھی

طمع اہل عزت کو کرتی ہے خوار
کرے جگ ملے قول پے اعتبار

ترا ذہن نرمل تری طبع صاف
سخن سلج باریک ہیں موشگاف

سزا وار تجھ عشق کا تاج ہے
روا تجھ کو عشاق پر راج ہے

علامت قیامت کا پیدا ہوا
کہ دجال گویا ہویدا ہوا
پھریا سب کا ایمان یکبارگی
لگے کرنے آپ اپنی آوارگی

دھنی تونچ ہے مسجد و دیر کا
تہیں ہے سبب صلح ہور خیر کا
اگر دین حق کے نہ قابل اہیں
ولے تیری وحدت کے قائل اہیں

خدا پاس مقبول تیری دعا
توکل ترا حاصل مدعا
ترے ہاتھہ میں دین و دنیا کا بل
خدا تجکوں دیتا ہے علم و عمل

فرہنگ

أ

الفاظ	معنی
برھن	لباس ، پیرھن
بھال	بدل
پچاسہ	پیدا کرنے والا
پروپ	نادر
پکار	احسان
پلنگ	نادر (اپروپ)
ب	بہت
تپار	کثرت
تک پڑنا	گر پڑنا
دھوں	ابھی تک
چاندا	اچھالنا ، برپا کرنا
چلبک	عجیب
چھنا	رھنا ، ھونا
ت	ممتاز
ل	بہت ، نہایت
ھر	لب ، ھونٹ
رت	ارتھ ، معنی
کھلت	سالم ، پورا
کیٹھی	انگیٹھی
	فصیل ، دیواریں (النگ = دیوار)
امہ	ہمت ، حوصلہ
امولک	انمول ، بیش بہا
ا	غذا
ست	انکھیا
انجھو	آنسو (جمع انجھواں)

الفاظ	معنی
اندلا	اندھا
انڈرا	انڈا
انگوٹنا (انگوٹا)	رُکنا
انگار آنا	حرارت پیدا ہونا غیرت آنا
انگوٹنا	رکنا
انوپ	عمدہ ، اعلیٰ
اوبال	جوش ، حرارت (واحد اُبال)
اوبرنا	باقی رھنا ، بچنا
اوپٹنا	بڑھنا ، (اوپٹیا = بڑھا)
اوپوال	محافظ ، حفاظت کرنے والا
اوٹ جا	اونٹ کر
اوڈھاں	اُٹھ
اودھونڈھاں	بہادر
اوساساں	آنسو
اوکلتی	بےچین
اوگن پڑنا	بری طرح پڑنا (— پڑیا = بری طرح پڑا)
ایلانہ	علاقہ ؛ ھاروں میں جو جا بجا موتیوں یا پھولوں کی ایک لڑی سی لگا دیتے ھیں -

ب

الفاظ	معنی
باٹ سارو	مسافر
باج	بغیر
بار	بھرپور
بارا	ھوا
بالکیاں	لڑکیاں
بالی	لڑکی
بان	تیر
بانچھ	بچ (بانچھنا = بچنا)
بنجر سل	پتھر کی سل، پہاڑ
بچالی	گھانس؛ وہ گھاس جو گھوڑے کے تھان میں بچھائی جاتی ہے۔
بُد	عقل
بُد بل	عقل کی قوت
بدل	بادل
بڈنا	بڑھنا
برد	کمال، ھتھیار
بڑبڑا	حباب، بلبلا
بڑ بوڑے	بلبلے
بس آنا	پورا پڑنا، کافی ھونا
بستار	وسعت، فراخی
بسلا	بٹھا [بسلانا-بٹھانا]
بکس	پھوک
بل	زور
بل	بلکہ
بلھوس	بوالھوس

الفاظ	معنی
بلی	بہادر
بلچانا	بچانا
بلدیاں	باندھ دیا (باندھے)
بلک	پھرے والا
بوجک	بوجھنے والا، پرکھنے والا
بوڑا	بھرا
بونت	انگلی کی پور
بوڑی	نیزے کی ڈنڈی
بھار	قوی
بھالے کر	بھالے دار، بھالے بردار
بھانڈے	دال وغیرہ کے برتن جو غلیم پر پھینکے جاتے ھیں۔
بھٹی	بھٹی- مجازاً بدن
بھدروت	آغاز شباب
بھلوریاں	بھلور
بھوئیں	زمیں
بھیر و برغم	نقارے
بی	بھی
بیتاں	بہت (جمع)
بیخلاف	بلاشبہ
بے درنگ	بے دھڑک، بے تامل، بے تکلف
بیری	دشمن
بیسنا	بیٹھنا
بیگدی	جلدی سے
بین	بیان

پ

الفاظ	معنی
پاچ	زمرد، ھیرا
پاکھ	چاندنی کے ایام، چاندنی راتیں
پاے دل	پیدل
پایک و پروار	مقدم اور دیسکھ
پٹا	گدکا
پٹن	شہر
پدک	پانو
پرس	پارس (پتھر)
پرکھار	بزرگ
پرگٹ	ظاھر
پر نہار	جان لیوا
پستک	کتاب
پکا	پکا کر

الفاظ	معنی
پلپل	لحظہ بہ لحظہ
پنالے	پرنالے
پنت	رستہ
پوباں	پوت
پولاد	فولاد
پون	ھوا
پہات	پھٹ کر
پھنس	بوجھل
پھوٹ پھاپ	تتر بتر
پیئن	پھن کر، [پیلنا-پھلنا]
پیٹ رکھنا	پشتی بانی کرنا، حمایت کرنا

ت

الفاظ	معنی
تاریخ لکھنیار	تاریخ لکھنے والے
تاؤ	نشان، ادا
تریاں	مچھلیاں، (مجازاً آنسو)
تکت	چادر، فرش
تلک	تلک
توزاں	ضربیں
تولاں	تڈی
توزچھ	توھی
تہات	تہات

الفاظ	معنی
تھر	تھد
تھر کانپنا	تھر تھر کانپنا، بےحد ڈرنا، حواس باختہ ھونا
تھوپ رکھنا	تھوپنا، لیپنا
تھوے	طبق، تھیں
تھے	تے = سے
تھور	مستقل

ٹ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ٹاک	ٹھہرنا	ٹھکان	انداز
ٹوپن	ٹوپ	ٹھٹوری	ٹھٹری

ج

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
جان کرنا	جانے کا ارادہ کرنا	جلی	ماں، سکھی
جاگھاں	جگہ	جول	میل جول
جروانا	ضبط کرنا، روکنا	جھانپ	چھپ کر
جس	قوت، فتح	جھانپ رکھنا	بچا لینا
جاہل	جل بل کے	جھجر	پارہ پارہ
جلک	جب تک	جِھب	زبان
جم	ہمیشہ		

چ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
چپل	تیز	چکل	بھینچ کر
چرن	پیر، قدم	چل	ہلچل، چال
چڑ	بڑھ کر	چمٹی	چیونٹی
چڑت	چڑھتا ہوا	چنبیلی	چانبیلی
چک	ذرا	چوپ	چپ، یعنی یونہی
چک	آنکھ	چونڈھل	عماری
چکائیاں	بزدل	چور	تباہ، ویران
چکھ لا چار	آنکھیں چار کرنا	چوندھیر	چاروں طرف

ح

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
حال میں آنا، ہونا	کیفیت طاری ہونا	حجابت	خدمت وزارت
حالی	فی الحال	حد	قدرت

خ

الفاظ	معنی
خاصہ	اپنا، اپنی، ذاتی
خرخراتا	خراٹے لینا
خدسہ	خنثیٰ
خنگ	گھوڑا
خیرشانہ	خویش و اقارب ھی

د

الفاظ	معنی
دات	بند رستہ
درون	درونا دل، جی، اندرون
دروزا ستیا	دھاوا کیا
دسنا	دِکھنا، نظر آنا
دمار	بھیجا
دنبال	پیچھے
دندی	دشمن
دوا	چراغ، دیا
دوگن	دگنا، دوچند
دولت تے	بدولت، وجہ سے
دھات	طرح، مثل، قسم
دھاک	اندیشہ
دھامنیاں	دھامنی (سانپ کی ایک قسم)
دھرتری	زمین
دھرنہار	رکھنے والا
دھک	حرارت، سوزش
دھم پہ دھم	دھوم دھام
دھنک	کمان
دھوپ کالا	گرمی کا موسم
دھور	بہادر (سپہ سالار)
دھوراں	بہادر (جمع)
دھولاراں	دھول، گرد و غبار
دھیں	دھی
دیپ	چراغ
دیری	دیر والے
دیکھوڑی	مکوڑے
دیلایا	دلایا، ڈلایا
دیو نل	بڑا نل

ڈ

الفاظ	معنی
ڈرسیں	ڈریں گے
ڈلملنا	ڈھلملانا
ڈونگر	پہاڑ، چٹان
ڈونگراں	چٹانیں
ڈھلانا	ڈھلکانا
ڈھوا	دھاوا، حملہ، ھلہ

ر

الفاظ	معنی
راوں	توتا
راوت	بہادر
راوت (ع)	جھنڈا
رتن	موتی
رچ	تمیز
رچ	(رچنا سے) یعنی ساری ہونا
رست	قطار
رکھ	درخت
رکت	خون
رنڈ	بے سر
روپہری	روپہلی
روت	رُت ، بہار
ریت	رسم
ریز کرنا	بار چلانا
رین	رات

ز

الفاظ	معنی
زبان آڑی پڑنا	گونگا ہونا
زرایں	لباس
زر حل	حل کیا ہوا زر

س

الفاظ	معنی
ساندنا	یکجا کرنا، جوڑنا، ملانا
ساؤ	ساہو
سباس	خوشبو
سٹلا	سیتلا ، چیچک
سٹھری	خونخواری
سرنگ	خوبصورت
سرانا	سراہنا ، تعریف کرنا
سرب	سب
سربدل	فوج
سرجنا	پیدا کرنا
سرس	زیادہ ، بہتر
سرس	نفیس
سرنگ	خوش نما ، (سرخ)
سرور	تالاب
سس پھول	سر میں پہننے کا پھول یا زیور
سک	(سکنا سے)
سکائی	سکھائی
سکچ	سکچنا، ہچکنا، شرم کرنا
سکل	سب ، سارا ، کل
سلاحاں	اسلحہ

الفاظ	معنی
سمٹی	سمٹی
سن	عمر ' زندگی
سنداں	گھن
سنمک	سامنے
سنمکھ	سامنے
سور	سورج
سورہاپاں	چھتری
سوندل	سوبدل ' فوج ' جنگ
سونہری	سنہری
سہج	آسان ' معمولی
سہندا	دسنا ' دکھتا

الفاظ	معنی
سہے	نظر آئے ' دکھے
سہوں	دکھتے ہیں ' نظر آتے ہیں
سیام	سیاہ ' سانولا
سیت	پُل
سیس	سر
سینتیاں	برچھیاں
سیوت	آخر
سیوت	تمام
سیونا	سیوا کرنا ' پوجنا
سیویاکر	سیوا کاری ' سیوا کرنے والا

ش

الفاظ	معنی
شدیاں	شدے ' علم
شرزہ	شیر بچہ
شکر پھوٹانیاں	شکر میں لپٹے ہوئے چنے

ع

الفاظ	معنی
عرابا	عرابہ

غ

الفاظ	معنی
غرہر	غرانا

ف

الفاظ	معنی
فرغل	لبادہ
فرنگ	تلوار
فلونیاں	حبوب ' گولیاں

ق

الفاظ	معنی
قطع	قطعہ ' خطّہ

ک

الفاظ	معنے
کا	کیا
کاری	کالی
کاڑنا	نکالنا
کال لیہنا	بُرا حال کرنا
کالوا	نالہ
کالوے	نالے
کانسیاں	کاسے ، پیالے
کبل	بہت مشکل
کبھشر	بڑا شاعر
کچکول	کشکول
کد	کبھی
کدھیں	کبھی
کرہ نایاں	قرنا
کڑاڑا	کنارا
کڑکا	کنارا
کسالا ، کسالی	بدمزہ
کسلیا	سرخ رنگ
کسوت	لباس
کلافر	نیلوفر
کلا کرنا	چیخنا ، چلانا
کلنگڑے	تربوز
کنتھا	کنتھا
کندرانا	گریز کرنا ،

الفاظ	معنے
	پہلو تہی کرنا
کوا	کدواں
کوبل	کبل ، بہت مشکل
کوپیاں	پیالیاں (چھوٹی کہاں - چیلی کی)
کوتا	کُتّا (جمع کوتے)
کوکیاں	کوکے
کوالتے	کرہ باز (ایک قسم کا پرند)
کوندن	کلدن
کونت یار	انقباض ، گرفتگی ، ر-
کھتر	خطر
کھدیڑنا	تعاقب کرنا ، رگیدنا
کھڑگ	تلوار
کھلال ، کھلالے	سیلاب
کھن	کان ، معدن
کھن	دولت ، خزانہ
کھم	آسمان
کن	کوئی
کیتی	کتنے ، کتنی
کیچھ	کیچڑ
کیر	دلیر
کیس	بال

گ

الفاظ	معنے
گاجنا	باجوں کا بجنا
گپت	پوشیدہ

الفاظ	معنے
گت	حالت
گج	ہاتھی

الفاظ	معنی
گدگلی	گدگدی
گرو پلکھواں	گِد
گگن	آسمان
گلہار	گلے کا (کے) ہار
گھالنا	ڈالنا
گھت	بہ شدت
گھت	جسم
گھت	مضبوط
گھلوزی	غارت گر، لٹیرا

ل

الفاظ	معنی
لاک	لاکھ
لبد	لب، ہونٹھ
لت کھانا	شکست کھانا، ہزیمت اٹھانا
لغ	لقا (کبوتر)
لراں	لہریں
لکلکانا	ڈگمگانا
لگ	تک
لوچن	آنکھ
لوک	لوگ، لشکر
لہوے	لوے

م

الفاظ	معنی
ماپھل	جائفل
مادیاناں	گھوڑیاں
ماضی	متانے والا
ماس	گوشت
متا / متے	مست (جمع متے)
مجمر	عود دان
مجھار	بیچ
مسجدی	مسجد والے
مسکتانا	مسکرانا
مسکتیں	مسکرائیں
مسطول	طول طویل؛ نیز ایک کتاب کا نام
مکمکانا	مہکنا، مہک اٹھنا
ملکہ	ملکہ
مندھیر	مندر، محل
منڈاسا	دستار، پگڑی
موپ	سرمایہ
موتاری	عصا
موٹ	پلندہ، بستہ
مہبلی	بڑا بہادر، بڑا شخص
مہکار	مہک، خوشبو
مہراتے (مہراتے)	مرہتے
مہور	مور
مہت	دوست
مہراتے	مرہتے
مہغ	بادل
مہوں	مہلہ، بارش

ن

الفاظ	معنی
نابات	نبات
ناسار	بے مانند، بے مثال
ناندنا	شروع کرنا
نبات	مصری
نیڑپن	لڑکپن
نپانا	پورا کرنا
نت	ہمیشہ
نجھا	غور کرکے
نجھل	خالص، اصلی
نچھل	خوشنما
نروٹی	آقا
نرمل	پاک صاف، خالص
نس	رات
نسپتی	رات کا مالک
نسلگ	بہت
نکھ	ناخن
نکوڑا، نکوڑے، نکوڑیاں	کم بخت؛ (لغوی معنے اپاہج-جس کے گھٹنے ٹوٹے ہوئے ہوں)
نورے (واحد نورا)	چونے کی بھٹی
نوسری	ایک زیور
نول	عجیب، نادر
نہاتیاں	مفرورین، بھاگنے
نہاسنا	بھاگنا
نہالاں	درخت (جمع)
نہالی	چھوٹی توشک [نہالچہ]
نہنوادگی	بچپن
نیھنوں	ناخن
نمن	مانند، مثال
نوے	جھکے
نیمٹ	صاف، سیدھا
نید	نیند
نیکالیا	نکالیا، (نکالا)
نیلاب	دریا
نیمہ	نیم، دشمن، نصف
نوہہ نیوم	چور چور

و

الفاظ	معنی
وانر	بندر
وتیاں	انتڑی (جمع)
وجل	دیر
وجوداں	اجسام
ور	افضل
وفائی کرنا	وفا کرنا

ھ

الفاظ	معنی
گ	
ڈ	دوست ، یار
ا ۶	جمع ھت کی بمعنی
	بل، سوراخ
	دل
ـنا	جھنجھوڑنا
ـا	ھلنا
ھوں	کسی نہ کسی طرح
	بلبل

الفاظ	معنی
ھست	ھاتھی
ھکاتار	نعرے ، پکار
ھلڈنا	کودنا
ھلونت	ھلوھان
ھور	اور
ھوز	شرط ، فریب
ھیا	دل

ی

الفاظ	معنی
ڈیا	وحدت
نجکہ	یکبارگی ، ایکا کرکے
متھ	ایک ساتھ

الفاظ	معنی
یکھادا	ایک آدھ
یل	بہادر